مسائل صراط الجنان علی مذہب النعمان

مسائل صراط الجنان

(حصہ ۳)

مؤلف:
خالد تسنیم المدنی

SABIYA
VIRTUAL PUBLICATION

مسائل صراط الجنان علی مذہب النعمان

مسائل
صراط الجنان

(حصہ ۳)

مؤلف:
خالد تسنیم المدنی

SABIYA
VIRTUAL PUBLICATION

تفصیلات

نـــــــــــــام:

مسائل صراط الجنان (حصہ ۳)

ازقـــــــلـــــــم:

خالد تسنیم المدنی

سَنَہ اشـــــــاعت:

رمضان المبارک ۱۴۴۴ھ

MARCH 2023

صـــفحات:

254

OUR DESIGNING PARTNER

PURE SUNNI GRAPHICS

PUBLISHER

SABIYA VIRTUAL PUBLICATION

SABIYA VIRTUAL PUBLICATION

AMO

POWERED BY ABDE MUSTAFA OFFICIAL

info@abdemustafa.com

© 2023 All Rights Reserved.

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اللہ کے نام سے شروع جو نہایت مہربان، رحمت والا ہے۔

Contents

ناشر کی طرف سے کچھ اہم باتیں 13
پیش لفظ 15
تعارف صراط الجنان 16
سورۃ اَلْاَنْعَام 18
برا کام کر کے اللہ تعالیٰ کی مشیت کی طرف منسوب کرنا: 18
شرک کی تعریف(Definition): 18
سفر کر کے مزاراتِ اولیاء پر جانا کا شرعی حکم: 20
رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کو فقط جاننا ایمان نہیں 21
اللہ تعالیٰ کی نعمت پر خوش ہونے کا حکم: 22
گناہ کو اچھا سمجھنے کا شرعی حکم: 22
موذی کافر(Harmful Non-Muslim) کی ہلاکت پر تحمید کرنے کا جواز: .. 24
نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے علمِ غیب کا انکار کرنے والوں کا رد: 25
بدمذہبوں کی محفلوں میں جانے اور ان کی تقاریر سننے کا شرعی حکم: 27
بدمذہبوں کے پاس بیٹھنے کی ایک جوازی صورت 30
آخرت میں اللہ تعالیٰ کے دیدار سے متعلق اہلسنّت کا عقیدہ: 30

دیدارِ الٰہی کے قرآنِ پاک سے تین دلائل: 31
دیدارِ الٰہی کے دلائل احادیث کی روشنی میں: 32
ادراک کا مفہوم: 34
آیت ’’وَ لَا تَسُبُّوْا‘‘ سے معلوم ہونے والے مسائل: 35
اللہ تعالیٰ کی مشیت سے متعلق دو اہم مسائل: 36
انسانی شیطان (Human devil) اور اس سے بچنے کا شرعی حکم: 38
حلال و حرام چیزوں کے متعلق نہایت اہم اصول: 47
حلال چیزیں حرام قرار دینے والوں کو نصیحت: 48
علم کے بغیر دینی مسائل میں جھگڑنا شیطانی لوگوں کا کام ہے: 48
نبوت کو کسبی ماننے والے کا شرعی حکم 49
نبی سے نبوت کا زوال ممکن ماننے کا شرعی حکم 50
اماموں کو انبیاء عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی طرح معصوم سمجھنے کا شرعی حکم 50
جو امور لوگوں کے لیے باعثِ نفرت ہوں انبیاء عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام ان سے معصوم ہوتے ہیں 51
رسولوں عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام سے متعلق اہم مسئلہ: 52
حمل ساقط (Abortion) کروانے کا شرعی حکم 52

ہر چیز میں اصل اباحت (Permissibility) ہے: 54
عشر کا ثبوت: 55
زمین کی ہر پیداوار میں زکوٰۃ ہے: 55
دلیل دینا حرمت کا دعویٰ کرنے والے پر لازم ہے: 56
کھانے والے پر چار طرح کا کھانا حرام ہے 57
حرام جانوروں کے بیان پر مشتمل آیت سے متعلق چند احکام: 58
سابقہ شریعتوں کے سخت احکام ہم پر جاری نہیں: 60
جھوٹی گواہی اور اس کی تصدیق حرام ہے: 61
آیت میں بیان کردہ نو چیزوں کی حرمت بیان 62
کافر ماں باپ (Non Muslim parents) کے حقوق کی ادائیگی کا حکم 63
قتلِ برحق کی صورتیں اور ایک اہم تنبیہ: 63
ناپ تول میں کمی کا شرعی حکم 64
انبیاء کرام عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام سے کفار کے الزام اٹھانا سنتِ الٰہیہ ہے 65
سورۃ اَلْاَعْرَاف 66
یہاں میزان کے بارے میں دو اہم باتیں ذہن نشین رکھیں: 66
مخلوق کے لئے وسیع علم و قدرت ماننا شرک نہیں: 67

نماز کے لیے زینت کرنے کا شرعی حکم: 68
قیمتی لباس میں نماز: 68
آیت ”خُذُوْا زِیْنَتَكُمْ“ سے معلوم ہونے والے احکام: 69
سترِ عورت ہر حال میں واجب ہے: 69
ترکِ دنیا عبادت نہیں بلکہ ترکِ گناہ عبادت ہے 69
اشیاء کی حلت و حرمت کا اصول: 69
حرمت کے لئے دلیل کی ضرورت ہے 70
آیت ”قُلْ مَنْ حَرَّمَ زِیْنَةَ اللّٰهِ“ کی روشنی میں چند لوگوں کو نصیحت: 70
فواحش کسے کہتے ہیں: 75
ظاہری و باطنی بے حیائیوں کو حرام قرار دیئے جانے کی وجہ: 76
دور سے سننا شرک نہیں: 78
غریبوں کا مذاق اڑانا اور ایذائے مسلم کا شرعی حکم: 79
استوا کا مفہوم اور صحیح عقیدہ: 80
دعا میں حد سے بڑھنے کی صورتیں: 82
لواطت (Homosexuality/Sodomy) کا شرعی حکم: 84
لواطت (Homosexuality/Sodomy) کی عقلی اور طبی خباثتیں: 85

آیت ''وَ اَمْطَرْنَا عَلَیْهِمْ مَّطَرًا '' سے معلوم ہونے والے مسائل: 88
کفار بھی بعض احکام کے مُکَلَّف ہیں: 89
تاریخ وسیرت (History & Biography) پڑھنا بھی عبادت ہے 90
شیطان انبیاء عَلَیْهِمُ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَام کو گمراہ نہیں کر سکتا: 92
مردے (Deceaseds) سنتے ہیں: 92
مصائب کی دوری کے لئے نیک اعمال کرنے کا شرعی حکم: 94
حضرت موسیٰ عَلَیْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَام کے علمِ غیب کی دلیل: 96
بدشگونی (Bad omens) کی مذمت اور اس کا شرعی حکم: 96
اللہ عَزَّوَجَلَّ کے کام اس کے مقبول بندوں کی طرف منسوب کئے جاسکتے ہیں: .. 98
اللہ تعالیٰ کا دیدار ناممکن نہیں: 102
حضرت موسیٰ عَلَیْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَام کا اپنے زمانے کے لوگوں پر انتخاب ہوا: 104
تکبر کی تعریف (Definition) اور اس کی اَقسام: 106
امام محمد غزالی رَحْمَةُ اللهِ تَعَالٰی عَلَیْهِ فرماتے ہیں: تکبر کی تین قسمیں ہیں 106
تکبر کی تینوں اقسام کا حکم شرعی: 107
شرعی حیلے کا سہارا لینے کا حکم شرعی: 107
اللہ تعالیٰ کو سخی کہنے کیسا؟ 110

رحمٰن، قدوس، خالق اور قدیر نام رکھنا کیسا؟ 111
اہلِ حق کا اِجماع حجت ہے: 111
مخلوق میں سے کسی کو معبود مان کر پکارنا شرک ہے: 112
قرآنِ کریم پڑھا جانے کے وقت خاموش رہنے کا شرعی حکم: 114
امام کے پیچھے قرآن پڑھنے کی ممانعت: 115
نمازِ عصر کے بعد غروب تک نفل نماز پڑھنے کا شرعی حکم: 117
سجدہ تلاوت کے چند شرعی احکام: 117
سجدہ تلاوت کا طریقہ: 119
سورۃ الْاَنْفَال 120
میدانِ جنگ (Battle field) میں مسلمان کا پیٹھ پھیر کر بھاگنے کا شرعی حکم .. 120
جنگِ اُحد اور جنگِ حُنَین میں پسپائی اختیار کرنے والے صحابۂ کرام رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُم کا حکم 121
ہر اچھے کام کی نسبت اللہ تعالیٰ کی طرف کی جائے: 123
رسولِ کریم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم جب بھی بلائیں تو ان کی بارگاہ میں حاضر ہونا ضروری ہے: .. 123
کافر توبہ کرے تو کیا اس کے سابقہ گناہ معاف ہو جاتے ہیں؟ 125
غنیمت کی تعریف: 126

مالِ غنیمت کا شرعی حکم: 126
مالِ غنیمت کی تقسیم کا طریقہ: 127
مردودوں (Rejected) اور مقبولوں (Accepted) کے واقعات پڑھنے کی ترغیب:
.... 129
سزاؤں (Punishments) کی حکمت: 130
کفار سے صلح سے متعلق 3 مسائل: 131
جہاد کی ہر جائز طریقہ سے رغبت دینا جائز ہے: 133
کیا مہاجر انصار کے اور انصار مہاجر کے وارث ہیں؟ 134
سورۃ اَلتَّوْبَة 138
حجِ اکبر کسے کہتے ہیں؟ 138
حرمت والے مہینے میں جہاد کا حکم شرعی 139
آیت "وَاِنْ اَحَدٌ مِّنَ الْمُشْرِكِیْنَ" سے معلوم ہونے والے مسائل: 140
عہد شکنی (Breaking promise) حرام ہے: 141
دین میں طعنہ زنی سے کیا مراد ہے؟ 142
کفار سے بدلہ لینے کا شرعی حکم: 144
مشرکوں سے دلی دوستی اور مسلمانوں کے راز (Secrets) پہنچانے کا شرعی حکم: 144

نیت درست رکھنا ضروری ہے: 146
مسجدیں آباد کرنے کے معنی: 147
مسجد کی تعمیر کے لیے کافر (Non Muslim) سے مدد لینا منع ہے: 147
کفار کے اچھے اعمال پر کوئی ثواب نہیں: 147
کافروں اور بدمذہبوں سے دور رہنے کا حکم: 148
دنیا بھر کی مَساجِد میں مشرکوں کا داخلہ ممنوع ہے: 150
احکامِ شریعت نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے سپرد ہیں: 152
جہاد کی تین صورتیں 158
تقدیر کے بارے میں بحث کرنے سے بچیں: 159
رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے کسی فعل شریف پر اعتراض کرنے کا شرعی حکم: 160
نفع و نقصان پہنچانے کی نسبت نیک بندوں کی طرف کرنا جائز ہے: 161
مَصارِفِ زکوٰۃ کی تفصیل اور ان سے متعلق شرعی مسائل: 164
رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کو ایذا دینا کے شرعی حکم: 167
اللہ تعالیٰ کے ساتھ نبی اکرم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کو راضی کرنے کی نیت شرک نہیں: 168
توہینِ رسالت کا ایک اہم مسئلہ: 173
دین کیلئے کی جانے والی ہر کوشش جہاد ہے: 177

دین کے دشمنوں پر سختی کرنے کا حکم: 178
کافر، فاسق اور مسلمان کے جنازے سے متعلق چند شرعی مسائل: 178
کن لوگوں پر جہاد فرض نہیں ہے 180
عالم الغیب اللہ تعالیٰ کا وصفِ خاص ہے: 181
محمد عَزَّوَجَلَّ کہنا جائز نہیں: 182
مخلوق کو "عالم الغیب" کہنے کا شرعی حکم: 182
جھوٹی قسمیں کھانے والے کا شرعی حکم 183
اللہ تعالیٰ کی رضا کے ساتھ رضائے مصطفےٰ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کی نیت کرنا شرک نہیں: 184
صحابۂ کرام رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُم اور رضائے رسول: 184
صدقہ (Charity) وصول کرنے والے کے لئے سنت: 185
ہر صحابی نبی، جنتی جنتی: 185
صرف اچھی جگہ رہنے سے اچھا یا برا ہونے کا فیصلہ نہیں کیا جاسکتا: 187
عذابِ قبر کا ثبوت: 190
صدقہ (Charity) وصول کرنے والے کے لئے سنت: 192
ہر جرم کی توبہ ایک جیسی نہیں: 193
حقوق العباد تلف کئے ہوں تو توبہ کیسے کرنا ہوگی: 194

اپنے یا برادری کے نام پر مسجدوں کا نام رکھنے کا شرعی حکم 196
جس چیز کے بارے شریعت کی طرف سے ممانعت نہ ہو وہ جائز ہے:.......... 197
اِجماع حجت ہے: 197
قرآن کا مذاق اڑانے کا شرعی حکم 200
میلادِ مصطفٰی کا ثبوت: 201
رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم اپنی امت کے دکھ درد سے خبر دار ہیں: 201
سورۂ یُونُس 202
اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں شفاعت: 202
چاند کی منزلوں اور برجوں کا بیان: 205
ریاضی (Mathematic)، علمِ ہَیئت، علمِ فلکیات وغیرہ سیکھنا بھی باعث ثواب بن سکتا ہے: 205
خود کو اور اپنے بچوں وغیرہ کو کوسنے سے بچیں: 206
اسلام کی کسی قطعی چیز پر کفار سے معاہدہ (Agreement) نہیں ہو سکتا: 208
کافروں پر بھی کِراماً کاتبین فرشتے مقرر ہیں: 208
مَصائب اور تکالیف میں کسے پکارا جائے؟ 209
مصیبت کے وقت اللہ تعالیٰ کو یاد کرنا اور خوشحالی میں اسے بھول جانا کافروں کا طریقہ

ہے: 211
اپنی طرف سے حلال کو حرام سمجھنے کا شرعی حکم: 212
دینی کاموں یا تبلیغِ دین پر اُجرت لینا: 215
سورہِ یونس کی آیت مذکورہ سے معلوم ہونے والے مسائل: 215
سورۃ ھُود 218
توبہ اور اِستغفار میں فرق: 218
وسعتِ رزق کے لئے بہتر عمل: 218
مستحبات کی بجائے فرائض پر عمل کی ترغیب دینی چاہیے: 218
تنہائی میں ننگا (Naked) ہونے کا شرعی حکم: 220
کسی جاندار کو رزق دینا اللہ تعالیٰ پر واجب نہیں: 220
ہر چیز کو لوحِ محفوظ میں لکھنے کی حکمت: 221
شیخی کی خوشی منع اور شکریہ کی خوشی عبادت ہے: 222
مالداروں کو قریب کرنا اور غریبوں کو دور کرنا درست نہیں: 223
حق کو ثابت کرنے کیلئے دلائل پیش کرنا انبیاءِ کرام عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی سنت
ہے: 224
ہر جائز کام سے پہلے بسم اللہ پڑھنی چاہیے: 224

حضرت نوح عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام معصوم ہیں: 225
گائے (Cow) کا گوشت سنتِ ابراہیمی کی نیت سے کھائیں: 228
فرشتے کھانے سے پاک ہیں: 229
ازواجِ مطہرات اہلِ بیت میں داخل ہیں: 230
تقدیر مبرم سے متعلق دو مسائل: 232
یہاں یہ بات یاد رہے کہ تقدیر کی تین قسمیں ہیں 232
(۱) مبرمِ حقیقی: 232
(۲) معلقِ محض: 232
(۳) معلق شبیہ بہ مبرم: 233
لواطت (Homosexuality/Sodomy) کی مذمت پر دو معروضات: 233
(1)...لواطت (Homosexuality/Sodomy) کا شرعی حکم: 234
(2)...شریعتِ میں لواطت (Homosexuality/Sodomy) کی سزا: . 235
حلال کی تھوڑی روزی حرام کی زیادہ روزی سے بہتر ہے 237
کفار کے ساتھ قلبی میلان اور دوستی کا شرعی حکم: 237
خدا کے نافرمانوں سے تعلقات کی ممانعت: 238
ہماری اردو کتابیں: 242

ناشر کی طرف سے کچھ اہم باتیں

مختلف ممالک سے کئی لکھنے والے ہمیں اپنا سرمایہ ارسال فرمارہے ہیں جنھیں ہم شائع کر رہے ہیں۔ ہم یہ بتانا ضروری سمجھتے ہیں کہ ہماری شائع کردہ کتابوں کے مندرجات کی ذمہ داری ہم اس حد تک لیتے ہیں کہ یہ سب اہل سنت و جماعت سے ہے اور یہ ظاہر بھی ہے کہ ہر لکھاری کا تعلق اہل سنت سے ہے۔ دوسری جانب اکابرین اہل سنت کی جو کتابیں شائع کی جارہی ہیں تو ان کے متعلق کچھ کہنے کی حاجت ہی نہیں۔

پھر بات آتی ہے لفظی اور املائی غلطیوں کی تو جو کتابیں "ٹیم عبد مصطفی آفیشل" کی پیشکش ہوتی ہیں ان کے لیے ہم ذمہ دار ہیں اور وہ کتابیں جو ہمیں مختلف ذرائع سے موصول ہوتی ہیں، ان میں اس طرح کی غلطیوں کے حوالے سے ہم بری ہیں کہ وہاں ہم ہر ہر لفظ کی چھان پھٹک نہیں کرتے اور ہمارا کردار بس ایک ناشر کا ہوتا ہے۔ یہ بھی ممکن ہے کہ کئی کتابوں میں ایسی باتیں بھی ہوں کہ جن سے ہم اتفاق نہیں رکھتے۔ مثال کے طور پر کسی کتاب میں کوئی ایسی روایت بھی ہو سکتی ہے کہ تحقیق سے جس کا جھوٹا ہونا اب ثابت ہو چکا ہے لیکن اسے لکھنے والے نے عدم توجہ کی بنا پر نقل کر دیا یا کسی اور وجہ سے وہ کتاب میں آگئی جیسا کہ اہل علم پر مخفی نہیں کہ کئی وجوہات کی بنا پر ایسا ہوتا ہے۔ تو جیسا ہم نے عرض کیا کہ اگرچہ ہم اسے شائع کرتے ہیں لیکن اس سے یہ نہ سمجھا

جائے کہ ہم اس سے اتفاق بھی کرتے ہیں۔ایک مثال اور ہم اہل سنت کے مابین اختلافی مسائل کی پیش کرنا چاہتے ہیں کہ کئی مسائل ایسے ہیں جن میں علماے اہل سنت کا اختلاف ہے اور کسی ایک عمل کو کوئی حرام کہتا ہے تو دوسرا اس کے جواز کا قائل ہے۔ ایسے میں جب ہم ایک ناشر کا کردار ادا کر رہے ہیں تو دونوں کی کتابوں کو شائع کرنا ہمارا کام ہے لیکن ہمارا موقف کیا ہے، یہ ایک الگ بات ہے۔ ہم فریقین کی کتابوں کو اس بنیاد پر شائع کر سکتے ہیں کہ دونوں اہل سنت سے ہیں اور یہ اختلافات فروعی ہیں۔

اسی طرح ہم نے لفظی اور املائی غلطیوں کا ذکر کیا تھا جس میں تھوڑی تفصیل یہ بھی ملاحظہ فرمائیں کہ کئی الفاظ ایسے ہیں کہ جن کے تلفظ اور املا میں اختلاف پایا جاتا ہے۔ اب یہاں بھی کچھ ایسی ہی صورت بنے گی کہ ہم اگرچہ کسی ایک طریقے کی صحت کے قائل ہوں لیکن اس کے خلاف بھی ہماری اشاعت میں موجود ہو گا۔ اس فرق کو بیان کرنا ضروری تھا تاکہ قارئین میں سے کسی کو شبہ نہ رہے۔ ٹیم عبد مصطفی آفیشل کی علمی، تحقیقی اور اصلاحی کتابیں اور رسالے کئی مراحل سے گزرنے کے بعد شائع ہوتے ہیں لیکن اس کے باوجود ان میں بھی ایسی غلطیوں کا پایا جانا ممکن ہے لہذا اگر آپ انھیں پائیں تو ہمیں ضرور بتائیں تاکہ اس کی تصحیح کی جا سکے۔

پیش لفظ

اللہ جل مجدہ کا بے پناہ شکر کہ جس نے ہمیں بنی نوع انسان میں پیدا فرمایا وہ انسان جس کی رشد وہدایت کے لئے کتب سماویہ کا نزول اور انبیاء علیہم السلام کو مبعوث فرمایا تاکہ وہ ان کتب اور انبیاء علیہم السلام سے استفادہ کرکے راہ نجات کی طرف گامزن ہوں اسی سلسلے کی ایک کڑی قرآن مجید، فرقان حمید، برھان رشید ہے جس میں ہر خشک وتر کا بیان ہے جس کا سمجھنا عجمی لوگوں کے لئے ترجمہ اور تفسیر کے بغیر ناممکن ہے لہذا دور حاضر میں انتہائی جامع اور متوسط تفسیر قرآن بنام صراط الجنان جس میں ترجمہ قرآن بنام کنزالعرفان مکتبہ المدینہ کراچی نے شائع کیا ہے ہم نے اسی قرآنی تفسیر سے فقط مسائل دینیہ کو اکٹھے کرنے کی کاوش کی ہے جس سے قارئین شرعی احکام جو بالوسطہ یا بلاواسطہ قرآنی آیات سے مستنبط ہیں ایک جگہ پر اکٹھے ملاحظہ فرما سکیں دوسرے لفظوں میں آپ کہہ سکتے ہیں کہ یہ قرآن کی تلاوت و مطالعہ فقہ حنفی کے مسائل کے ساتھ کیا گیا ہے، جس میں ہم نے قطع نظر شان نزول کے فقط آیت، اس کا ترجمہ اور پھر اس سے مأخوذ شرعی و دینی مسئلہ نقل کیا ہے لہذ جن آیات کے تحت تفسیر صراط الجنان میں شرعی مسئلہ بیان نہیں کیا گیا ہم نے ان آیات کا اہتمام نہں کیا، پہلے دو حصوں کی مقبولیت عامہ کے بعد اب یہ تیسرا حصہ آپ کے ہاتھ میں اور باقی پر کام

جاری ہے۔ اللہ پاک ہماری یہ کاوش قبول فرمائے اور اہل علم حضرات سے گزارش ہے کہ اگر کوئی شرعی غلطی پائیں تو نیچے دیئے گے نمبر پر اطلاع دے کر شکریہ کا موقعہ فراہم کریں۔

خالد تسنیم المدنی

المتخصص فی الفقہ الاسلامی

اسلامک ریسرچ اسکالر

Birmingham (UK)

تعارف صراط الجنان

قرآن کریم اہل اسلام اور پوری انسانیت کے لئے دنیا و آخرت کے تمام تر امور میں ہدایت و رہنمائی کا سرچشمہ ہے۔ مگر اس کی برکات سے استفادہ اسی وقت ممکن ہے جب معلوم ہو کہ قرآن مجید میں کیا بیان ہوا ہے؟ جب اسلام کی نورانی کرنیں سرزمین عجم میں پہنچیں تو اہل عجم کو احکام قرآن کریم سمجھانے کے لیے علمائے دین نے دیگر زبانوں میں تفسیریں لکھیں بالخصوص اردو زبان کی ترقی کے پیشِ نظر علمائے پاک و ہند نے بھی کئی اُردو تفاسیر پیش کیں۔ تفسیر ”صراط الجنان فی تفسیر القرآن“ انہیں میں سے ایک ہے۔ یہ تفسیر شیخ الحدیث و التفسیر حضرت علامہ مولانا مفتی ابو صالح محمد قاسم

عطاری مُدَّظِلُّہُ الْعَالِی کے برسہا برس کے مطالعہ اور انتھک محنت و کوشش کا ثمرہ ہے۔

اس تفسیر میں قدیم و جدید تفاسیر اور دیگر علوم اسلامیہ پر مشتمل کتب سے اخذ شدہ کلام شامل کیا گیا ہے۔ تفسیر زیادہ طویل ہے نہ بہت مختصر بلکہ متوسط (درمیانی) اور جامع ہے۔ قرآن مجید میں جہاں احکام و مسائل کا بیان ہے اُس مقام پر ضروری شرعی مسائل آسان انداز میں تحریر کیے گئے ہیں (جن کو ہم نے یہاں جمع کیا)۔ حسب موقع اعمال کی اصلاح اور معاشرتی برائیوں سے متعلق مفید مضامین شامل کیے گئے ہیں۔ اسلامی حُسن معاشرت پر کثیر اصلاحی مواد شامل کیا گیا ہے۔ مختلف مقامات پر عقائد اہلسنّت اور معمولاتِ اہلسنّت کی دلائل کے ساتھ وضاحت کی گئی ہے۔

سورۃ الانعام

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضَ وَ جَعَلَ الظُّلُمٰتِ وَ النُّوْرَ ﱟ ثُمَّ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا بِرَبِّهِمْ یَعْدِلُوْنَ(1)

ترجمہ: تمام تعریفیں اللہ کے لئے ہیں جس نے آسمان اور زمین پیدا کئے اور اندھیروں اور نور کو پیدا کیا پھر (بھی) کافر لوگ اپنے رب کے برابر ٹھہراتے ہیں۔

برا کام کرکے اللہ تعالیٰ کی مشیت کی طرف منسوب کرنا:

یہاں ایک بات ذہن نشین رکھیں کہ اگرچہ ہر اچھی بری چیز کو پیدا فرمانے والا رب تعالیٰ ہے لیکن برا کام کرکے تقدیر کی طرف نسبت کرنا اور مشیتِ الٰہی کے حوالے کرنا بری بات ہے، بلکہ حکم یہ ہے کہ جو اچھا کام کرے اسے اللہ تعالیٰ کی جانب سے کہے اور جو برائی سرزد ہو اسے اپنے نفس کی شامت تصور کرے۔

شرک کی تعریف (Definition):

شرک کی تعریف یہ ہے کہ اللہ عَزَّوَجَلَّ کے سوا کسی غیر کو واجبُ الوجود یا لائقِ عبادت سمجھا جائے۔ حضرت علامہ سعدُ الدین تفتازانی رَحْمَةُاللهِ تَعَالٰى عَلَيْهِ شرک کی حقیقت ان الفاظ میں بیان فرماتے ہیں:

”اَلْاِشْتَرَاكُ هُوَاِثْبَاتُ الشَّرِيْكِ فِي الْاُلُوْهِيَّةِ بِمَعْنٰى وُجُوْبِ الْوُجُوْدِ كَمَا لِلْمَجُوْسِ اَوْ بِمَعْنٰى اِسْتِحْقَاقِ الْعِبَادَةِ كَمَا لِعَبَدَةِ الْاَصْنَامِ“

یعنی ”شرک یہ ہے کہ خدا کی اُلوہیت (یعنی معبود ہونے) میں کسی کو شریک کرنا اس طرح کہ کسی کو واجبُ الوجود مان لینا جیسا کہ مجوسیوں کا عقیدہ ہے یا خدا کے سوا کسی کو عبادت کا حقدار مان لینا جیسا کہ بت پرستوں کا خیال ہے۔

(شرح عقائد نسفیہ، مبحث الافعال کلہا بخلق اللہ تعالی والدلیل علیہا، ص ۷۸)

اعلیٰ حضرت امامِ اہلسنّت امام احمد رضا خان عَلَیْہِ رَحْمَۃُ الرَّحْمٰن ارشاد فرماتے ہیں:
”آدمی حقیقۃً کسی بات سے مشرک نہیں ہوتا جب تک غیرِ خدا کو معبود یا مستقل بالذّات و واجبُ الوجود نہ جانے۔ (فتاوی رضویہ، ۲۱/۱۳۱)

صدرُ الشریعہ بدرُ الطریقہ مولانا مفتی امجد علی اعظمی رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ فرماتے ہیں
”شرک کے معنی غیرِ خدا کو واجبُ الوجود یا مستحقِ عبادت جاننا یعنی الوہیت میں دوسرے کو شریک کرنا اور یہ کفر کی سب سے بدتر قسم ہے اس کے سوا کوئی بات کیسی ہی شدید کفر ہو حقیقۃً شرک نہیں۔ (بہار شریعت، حصہ اول، ایمان وکفر کا بیان، ۱/۱۸۳)

قُلْ سِيْرُوْا فِي الْاَرْضِ ثُمَّ انْظُرُوْا كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الْمُكَذِّبِيْنَ(11)

ترجمہ: تم فرمادو! زمین میں سیر کرو پھر دیکھو کہ جھٹلانے والوں کا کیسا انجام ہوا؟

سفر کرکے مزاراتِ اولیاء پر جانا کا شرعی حکم:

اس آیت سے یہ بھی معلوم ہوا کہ ایمانی قوت حاصل کرنے کے لئے سفر کرنا باعثِ رحمت ہے اور اس آیت سے ان لوگوں کا بھی رد ہوتا ہے جو صرف تین مسجدوں کے علاوہ کسی اور طرف سفر کو مطلقًا ناجائز کہتے ہیں اور اس کی دلیل کے طور پر یہ حدیث پیش کرتے ہیں، حضرت ابو سعید خدری رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے مروی ہے، حضورِ اقدس صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا "ان تین مسجدوں کے سوا کسی کی طرف کجاوے نہ باندھے جائیں (1) مسجدِ حرام۔ (2) رسولُ اللہ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کی مسجد۔ (3) مسجدِ اقصیٰ۔

(بخاری، کتاب فضل الصلاۃ فی مسجد مکۃ والمدینۃ، باب مسجد بیت المقدس، ۱/۴۰۳، الحدیث: ۱۱۹۷)

اس حدیث کا معنی یہ ہے کہ ان مسجدوں کے علاوہ کسی اور مسجد کی طرف اس لئے سفر کرکے جانا کہ وہاں نماز کا ثواب زیادہ ہے ممنوع ہے کیونکہ ان کے علاوہ سب مسجدوں میں نماز پڑھنے کا ثواب برابر ہے۔ اگر اس حدیث کے یہ معنی کئے جائیں کہ ان تین مسجدوں کے علاوہ کسی اور مسجد کی طرف سفر کرنا حرام ہے یا ان تین مسجدوں کے علاوہ کہیں اور سفر کرنا جائز نہیں تو یہ حدیث قرآنِ مجید کی اس آیت اور دیگر احادیث کے بھی خلاف ہو گی، نیز اس معنی کے حساب سے کہیں کا کوئی سفر کسی مقصد کے لئے جائز نہ ہو گا مثلاً جہاد، طلبِ علم، تبلیغِ دین، تجارت، سیاحت وغیرہ کسی کام کے لئے سفر جائز نہ ہو گا اور یہ امت کے اجماع کے خلاف ہے۔ اس سے ثابت ہوا کہ سفر کرکے

اللہ تعالیٰ کے محبوب بندوں کے مزارات پر جانا ممنوع و حرام نہیں بلکہ جائز اور مستحسن ہے۔

اَلَّذِیْنَ اٰتَیْنٰهُمُ الْكِتٰبَ یَعْرِفُوْنَهٗ كَمَا یَعْرِفُوْنَ اَبْنَآءَهُمْۘ-اَلَّذِیْنَ خَسِرُوْۤا اَنْفُسَهُمْ فَهُمْ لَا یُؤْمِنُوْنَ(20)

ترجمہ: وہ لوگ جنہیں ہم نے کتاب عطا فرمائی وہ اس نبی کو ایسے پہچانتے ہیں جیسے اپنے بیٹوں کو پہچانتے ہیں (لیکن) جو اپنی جانوں کو نقصان میں ڈالنے والے ہیں تو وہ ایمان نہیں لاتے۔

رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کو فقط جاننا ایمان نہیں

اس آیت سے یہ اہم مسئلہ بھی معلوم ہوا کہ سرکارِ رسالت صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کو جاننا پہچاننا ایمان نہیں بلکہ انہیں ماننا ایمان ہے۔

فَلَوْ لَاۤ اِذْ جَآءَهُمْ بَاْسُنَا تَضَرَّعُوْا وَ لٰـكِنْ قَسَتْ قُلُوْبُهُمْ وَ زَیَّنَ لَهُمُ الشَّیْطٰنُ مَا كَانُوْا یَعْمَلُوْنَ(43)فَلَمَّا نَسُوْا مَا ذُكِّرُوْا بِهٖ فَتَحْنَا عَلَیْهِمْ اَبْوَابَ كُلِّ شَیْءٍؕ-حَتّٰۤى اِذَا فَرِحُوْا بِمَاۤ اُوْتُوْۤا اَخَذْنٰهُمْ بَغْتَةً فَاِذَا هُمْ مُّبْلِسُوْنَ(44)

ترجمہ: تو کیوں ایسا نہ ہوا کہ جب ان پر ہمارا عذاب آیا تو گڑگڑاتے لیکن ان کے تو دل سخت ہوگئے تھے اور شیطان نے ان کے اعمال ان کے لئے آراستہ

کر دیئے تھے۔ پھر جب انہوں نے ان نصیحتوں کو بھلا دیا جو انہیں کی گئی تھیں تو ہم نے ان پر ہر چیز کے دروازے کھول دیئے یہاں تک کہ جب وہ اس پر خوش ہوگئے جو انہیں دی گئی تو ہم نے اچانک انہیں پکڑ لیا پس اب وہ مایوس ہیں۔

اللہ تعالٰی کی نعمت پر خوش ہونے کا حکم:

یاد رہے کہ اللہ عَزَّوَجَلَّ کی نعمت پر خوش ہونا اگر فخر، تکبر اور شیخی کے طور پر ہو تو برا ہے اور کفار کا طریقہ ہے اور اگر شکر کے طور پر ہو تو بہتر ہے اور صالحین کا طریقہ بلکہ حکمِ الٰہی ہے، جیسا کہ اللہ عَزَّوَجَلَّ فرماتا ہے:

وَ اَمَّا بِنِعْمَةِ رَبِّكَ فَحَدِّثْ (والضحی: ۱۱)

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور اپنے رب کی نعمت کا خوب چرچا کرو۔

اور ارشاد فرماتا ہے:

قُلْ بِفَضْلِ اللّٰهِ وَ بِرَحْمَتِهٖ فَبِذٰلِكَ فَلْيَفْرَحُوْا (یونس: ۵۸)

ترجمۂ کنزُالعِرفان: تم فرماؤ: اللہ کے فضل اور اس کی رحمت پر ہی خوشی منانی چاہیے۔

گناہ کو اچھا سمجھنے کا شرعی حکم:

اس آیت سے معلوم ہوا کہ کفر اور گناہوں کے باوجود دنیاوی راحتیں ملنا دراصل

اللہ تعالیٰ کی طرف سے ڈھیل اور اس کا غضب و عذاب ہے کہ اس سے انسان اور زیادہ غافل ہو کر گناہ پر دلیر ہو جاتا ہے بلکہ کبھی خیال کرتا ہے کہ گناہ اچھی چیز ہے ورنہ مجھے یہ نعمتیں نہ ملتیں اور یہ کفر ہے۔

حضرت عقبہ بن عامر رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، نبی اکرم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا ”جب تم یہ دیکھو کہ اللہ تعالیٰ بندوں کو ان کے گناہوں کے باوجود ان کی پسند کے مطابق عطا فرما رہا ہے تو یہ ان کے لئے صرف اللہ تعالیٰ کی طرف سے اِستِدراج اور ڈھیل ہے، پھر نبی کریم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے یہ آیت تلاوت فرمائی

”فَلَمَّا نَسُوْا مَا ذُكِّرُوْا بِهٖ فَتَحْنَا عَلَیْهِمْ اَبْوَابَ كُلِّ شَیْءٍؕ-حَتّٰۤى اِذَا فَرِحُوْا بِمَاۤ اُوْتُوْۤا اَخَذْنٰهُمْ بَغْتَةً فَاِذَا هُمْ مُّبْلِسُوْنَ“

ترجمۂ کنزُالعِرفان: پھر جب انہوں نے ان نصیحتوں کو بھلا دیا جو انہیں کی گئی تھیں تو ہم نے ان پر ہر چیز کے دروازے کھول دیئے یہاں تک کہ جب وہ اس پر خوش ہو گئے جو انہیں دی گئی تو ہم نے اچانک انہیں پکڑ لیا پس اب وہ مایوس ہیں۔“

(مسند امام احمد، مسند الشامیین، حدیث عقبۃ بن عامر الجھنی، ۱۲۲/۶، الحدیث: ۱۷۳۱۳)

فَقُطِعَ دَابِرُ الْقَوْمِ الَّذِیْنَ ظَلَمُوْاؕ-وَ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ(45)

ترجمہ: پس ظالموں کی جڑ کاٹ دی گئی اور تمام خوبیاں اللہ کے لئے ہیں جو تمام جہانوں کو پالنے والا ہے۔

موذی کافر(Harmful Non-Muslim)کی ہلاکت پر تحمید کرنے کا جواز:

اس سے معلوم ہوا کہ گمراہوں ،بے دینوں اور ظالموں کی ہلاکت اللہ تعالیٰ کی بہت بڑی نعمت ہے اس پر شکر کرنا چاہیے۔ حضور اقدس صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم اور صحابۂ کرام رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُم کی سیرتِ مبارکہ میں اس کی کئی مثالیں موجود ہیں چنانچہ

ابوجہل کے قتل پر حضورِ اقدس صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے سجدہ شکر ادا کیا۔

(سیرت حلبیہ، باب غزوۃ بدر الکبری، ۲/۲۳۶)

عاشورہ کے دن نبی کریم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے روزہ رکھنے کا حکم دیا کہ اس دن فرعون ہلاک ہوا۔ (مسلم، کتاب الصیام باب صوم یوم عاشوراء، ص ۵۷۲، الحدیث: ۱۲۸(۱۱۳۰))

حضرت ابو بکر صدیق رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے یمامہ کی فتح اور مسیلمہ کذاب کے مرنے کی خبر ملنے پر سجدہ شکر کیا اور حضرت علی المرتضیٰ کَرَّمَ اللہ تَعَالٰی وَجْھَہُ الْکَرِیْم نے جب (خارجیوں کے درمیان) ذُو الثَّدِیَّہ یعنی دو پستانوں والے مرد کو مردہ پایا تو سجدۂ شکر کیا۔ (فتح القدیر، کتاب الصلاۃ، باب سجود السہو، ۱/۴۵۷)

لہٰذا مؤمن کی وفات پر "اِنَّا لِلّٰهِ وَ اِنَّاۤ اِلَیْهِ رٰجِعُوْنَ" پڑھیے اور موذی کافر کی موت پر "اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ" پڑھیے۔

قُلْ لَّاۤ اَقُوْلُ لَكُمْ عِنْدِیْ خَزَآىٕنُ اللّٰهِ وَ لَاۤ اَعْلَمُ الْغَیْبَ وَ لَاۤ اَقُوْلُ لَكُمْ اِنِّیْ مَلَكٌۚ-اِنْ اَتَّبِـعُ اِلَّا مَا یُوْحٰۤى اِلَیَّؕ-قُلْ هَلْ یَسْتَوِی الْاَعْمٰى وَ

الْبَصِيْرُ ؕ اَفَلَا تَتَفَكَّرُوْنَ(50)

ترجمہ: (اے حبیب!) تم فرمادو: میں تم سے نہیں کہتا کہ میرے پاس اللہ کے خزانے ہیں اور نہ یہ کہتا ہوں کہ میں خود غیب جان لیتا ہوں اور نہ تم سے یہ کہتا ہوں کہ میں فرشتہ ہوں۔ میں تو صرف اس وحی کا پیروکار ہوں جو میری طرف آتی ہے۔ تم فرماؤ، کیا اندھا اور دیکھنے والا برابر ہوسکتے ہیں؟ تو کیا تم غور نہیں کرتے؟

نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے علمِ غیب کا انکار کرنے والوں کا رد:

اس سے صاف واضح ہوگیا کہ اس آیتِ کریمہ کو تاجدارِ رسالت صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے غیب پر مطلع کئے جانے کی نفی کے لئے سند بنانا ایسا ہی بے محل ہے جیسا کفار کا ان سوالات کو انکارِ نبوت کی دستاویز بنانا بے محل تھا۔ مذکورہ بالا کلام کو پڑھنے کے بعد اب دوبارہ آیت کا ترجمہ پیش کیا جاتا ہے، اسے پڑھیں اور غور کریں کہ کیا واقعی آیت میں یہی بیان نہیں کیا گیا، فرمایا: (اے حبیب!) تم فرمادو: میں تم سے نہیں کہتا کہ میرے پاس اللہ کے خزانے ہیں اور نہ یہ کہتا ہوں کہ میں خود غیب جان لیتا ہوں اور نہ تم سے یہ کہتا ہوں کہ میں فرشتہ ہوں۔ میں تو صرف اس وحی کا پیروکار ہوں جو میری طرف آتی ہے اور یہی نبی کا کام ہے لہٰذا میں تمہیں وہی دوں گا جس کی مجھے اجازت ہوگی اور وہی بتاؤں گا جس کی اجازت ہوگی اور وہی کروں گا جس کا مجھے حکم ملا ہو۔ اس آیت سے حضور

پرنور صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے علمِ عطائی کی نفی کسی طرح مراد ہی نہیں ہو سکتی کیونکہ اس صورت میں آیتوں میں تَعارُض کا قائل ہونا پڑے گا اور وہ بالکل باطل ہے۔

(خازن، الانعام، تحت الآیۃ: ۵۰، ۲/۱۷، مدارک، الانعام، تحت الآیۃ: ۵۰، ص ۳۲۲، جمل، الانعام، تحت الآیۃ: ۵۰، ۲/۳۵۳، ملتقطاً۔)

علامہ نظامُ الدین حسن بن محمد نیشا پوری رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ اسی آیت کی تفسیر میں فرماتے ہیں "ارشاد ہوا کہ "اے نبی! فرمادو کہ میں تم سے نہیں کہتا کہ میرے پاس اللہ تعالیٰ کے خزانے ہیں" یہاں یہ نہیں فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کے خزانے میرے پاس نہیں (بلکہ یہ فرمایا کہ میں تم سے یہ نہیں کہتا کہ میرے پاس اللہ تعالیٰ کے خزانے ہیں) تاکہ معلوم ہو جائے کہ اللہ تعالیٰ کے خزانے حضورِ اقدس صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے پاس ہیں مگر حضور پر نور صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم لوگوں سے ان کی سمجھ کے قابل باتیں فرماتے ہیں (اس لئے آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے ان سے ایسا فرمایا) اور وہ خزانے "تمام اشیاء کی حقیقت و ماہیت کا علم" ہیں، حضورِ اکرم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے اسی کے ملنے کی دعا کی اور اللہ تعالیٰ نے قبول فرمائی۔ پھر فرمایا "میں نہیں جانتا یعنی تم سے نہیں کہتا کہ مجھے غیب کا علم ہے، ورنہ حضورِ اقدس صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم تو خود فرماتے ہیں "مجھے ماکان و مایکون کا علم ملا یعنی جو کچھ ہو گزرا اور جو کچھ قیامت تک ہونے والا ہے سب کا علم مجھے عطا کیا گیا۔ (تفسیر نیشا پوری، الانعام، تحت الآیۃ: ۵۰، ۳/۸۳۔)

وَ اِذَا رَاَیْتَ الَّذِیْنَ یَخُوْضُوْنَ فِیْۤ اٰیٰتِنَا فَاَعْرِضْ عَنْهُمْ حَتّٰى یَخُوْضُوْا فِیْ

حَدِیۡثٍ غَیۡرِہٖ ؕ وَ اِمَّا یُنۡسِیَنَّکَ الشَّیۡطٰنُ فَلَا تَقۡعُدۡ بَعۡدَ الذِّکۡرٰی مَعَ الۡقَوۡمِ الظّٰلِمِیۡنَ ﴿68﴾

ترجمہ: اور اے سننے والے ! جب تو انہیں دیکھے جو ہماری آیتوں میں بیہودہ گفتگو کرتے ہیں تو ان سے منہ پھیر لے جب تک وہ کسی اور بات میں مشغول نہ ہوجائیں اور اگر شیطان تمہیں بھلا دے تو یاد آنے کے بعد ظالموں کے پاس نہ بیٹھ۔

بدمذہبوں کی محفلوں میں جانے اور ان کی تقاریر سننے کا شرعی حکم:

اس آیت سے معلوم ہوا کہ بے دینوں کی جس مجلس میں دین کا احترام نہ کیا جاتا ہو مسلمان کو وہاں بیٹھنا جائز نہیں۔

اس سے یہ بھی ثابت ہوگیا کہ کفار اور بے دینوں کے جلسے جن میں وہ دین کے خلاف تقریریں کرتے ہیں، ان میں جانا، شرکت کرنا جائز نہیں۔ حضرت ابوہریرہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، رسولُ اللہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ''آخری زمانہ میں جھوٹے دجال ہوں گے جو تمہارے پاس وہ احادیث لائیں گے جو نہ تم نے سنیں، نہ تمہارے باپ داداؤں نے، ان کو اپنے اور اپنے کو ان سے دور رکھو، وہ تمہیں گمراہ نہ کردیں، فتنہ میں نہ ڈال دیں۔

(مسلم، باب النھی عن الروایۃ عن الضعفاء والاحتیاط فی تحمّلھا، ص۹، الحدیث:۷(۷))

البتہ علماء جو ان بد مذہبوں کا رد کرنے کیلئے جاتے ہیں وہ اِس حکم میں داخل نہیں۔ یاد رہے کہ بد مذہبوں کی محفل میں جانا اور ان کی تقریر سننا ناجائز و حرام اور اپنے آپ کو بد مذہبی و گمراہی پر پیش کرنے والا کام ہے۔ ان کی تقاریر آیاتِ قرآنیہ پر مشتمل ہوں خواہ احادیثِ مبارکہ پر، اچھی باتیں چننے کا زعم رکھ کر بھی انہیں سننا ہرگز جائز نہیں۔ عین ممکن بلکہ اکثر طور پر واقع ہے کہ گمراہ شخص اپنی تقریر میں قرآن و حدیث کی شرح و وضاحت کی آڑ میں ضرور کچھ باتیں اپنی بد مذہبی کی بھی ملا دیا کرتے ہیں، اور قوی خدشہ بلکہ وقوع کا مشاہدہ ہے کہ وہ باتیں تقریر سننے والے کے ذہن میں راسخ ہو کر دل میں گھر کر جاتی ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ گمراہ و بے دین کی تقریر و گفتگو سننے والا عموماً خود بھی گمراہ ہو جاتا ہے۔ ہمارے اسلاف اپنے ایمان کے بارے میں بے حد محتاط ہوا کرتے تھے، لہٰذا باوجود یہ کہ وہ عقیدے میں انتہائی مُتَصَلِّب و پختہ ہوتے پھر بھی وہ کسی بد مذہب کی بات سننا ہرگز گوارا نہ فرماتے تھے اگرچہ وہ سو بار یقین دہانی کراتا کہ میں صرف قرآن و حدیث بیان کروں گا۔ چنانچہ اعلیٰ حضرت، امام اہلسنّت، مولانا شاہ امام احمد رضا خان رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ اس بارے میں اسلاف کا عمل نقل کرتے ہوئے فرماتے ہیں: ”سیدنا سعید بن جبیر شاگردِ عبداللہ بن عباس رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا کو راستہ میں ایک بد مذہب ملا۔ کہا، کچھ عرض کرنا چاہتا ہوں۔ فرمایا، میں سننا نہیں چاہتا۔ عرض کی ایک کلمہ۔ اپنا انگوٹھا چھنگلیا کے سرے پر رکھ کر فرمایا، ”وَلَا نِصْفَ کَلِمَۃٍ“ آدھا

لفظ بھی نہیں۔ لوگوں نے عرض کی اس کا کیا سبب ہے۔ فرمایا، یہ ان میں سے ہے یعنی گمراہوں میں سے ہے۔

امام محمد بن سیرین شاگردِ انس رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ کے پاس دو بدمذہب آئے۔ عرض کی، کچھ آیاتِ کلام اللہ آپ کو سنائیں! فرمایا، میں سننا نہیں چاہتا۔ عرض کی کچھ احادیثِ نبی صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم سنائیں! فرمایا، میں سننا نہیں چاہتا۔ انہوں نے اصرار کیا۔ فرمایا، تم دونوں اٹھ جاؤ یا میں اٹھا جاتا ہوں۔ آخر وہ خائب و خاسر چلے گئے۔ لوگوں نے عرض کی: اے امام! آپ کا کیا حرج تھا اگر وہ کچھ آیتیں یا حدیثیں سناتے؟ فرمایا، میں نے خوف کیا کہ وہ آیات و احادیث کے ساتھ اپنی کچھ تاویل لگائیں اور وہ میرے دل میں رہ جائے تو ہلاک ہو جاؤں۔

پھر فرمایا "ائمہ کو تو یہ خوف اور اب عوام کو یہ جرأت ہے، وَلَا حَوْلَ وَ لَا قُوَّۃَ اِلَّا بِاللہِ ۔ دیکھو! امان کی راہ وہی ہے جو تمہیں تمہارے پیارے نبی صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے بتائی، اِیَّاکُمْ وَ اِیَّاھُمْ لَا یُضِلُّوْنَکُمْ وَلَا یَفْتِنُوْنَکُمْ" ان (بدمذہبوں) سے دور رہو اور انھیں اپنے سے دور کرو، کہیں وہ تمہیں گمراہ نہ کر دیں، کہیں وہ تمہیں فتنہ میں نہ ڈال دیں۔ دیکھو! نجات کی راہ وہی ہے جو تمہارے رب عَزَّوَجَلَّ نے بتائی،

"فَلَا تَقْعُدْ بَعْدَ الذِّكْرٰى مَعَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِیْنَ" (انعام: ۶۸)

یاد آئے پر پاس نہ بیٹھ ظالموں کے۔

بھولے سے ان میں سے کسی کے پاس بیٹھ گئے ہو تو یاد آنے پر فوراً کھڑے ہو جاؤ۔(فتاوٰی رضویہ،۱۰۶/۱۵،۱۰۷ملخصًا)

وَ مَا عَلَى الَّذِيْنَ يَتَّقُوْنَ مِنْ حِسَابِهِمْ مِّنْ شَيْءٍ وَّ لٰكِنْ ذِكْرٰى لَعَلَّهُمْ يَتَّقُوْنَ(69)

ترجمہ:اور پرہیزگاروں پر گمراہوں کے حساب سے کچھ نہیں لیکن نصیحت کرنا ہے تاکہ وہ بچیں۔

بدمذہبوں کے پاس بیٹھنے کی ایک جوازی صورت

اس آیت سے معلوم ہوا کہ وعظ و نصیحت اور اظہارِ حق کے لئے ان کے پاس بیٹھنا جائز ہے لیکن یہ علماء کا کام ہے عوام کا نہیں۔

لَا تُدْرِكُهُ الْاَبْصَارُ٘-وَ هُوَ يُدْرِكُ الْاَبْصَارَۚ-وَ هُوَ اللَّطِيْفُ الْخَبِيْرُ(103)

ترجمہ: آنکھیں اس کا احاطہ نہیں کرسکتیں اور وہ تمام آنکھوں کا احاطہ کئے ہوئے ہے اور وہی ہر باریک چیز کو جاننے والا، بڑا خبردار ہے۔

اِس آیت کا مفہوم سمجھنا نہایت ضروری ہے کیونکہ عقائد کے متعلق بہت سے مسائل کا دارومدار اِسی پر ہے۔

آخرت میں اللہ تعالٰی کے دیدار سے متعلق اہلسنّت کا عقیدہ:

یاد رکھیں کہ اہلِ سنت کا عقیدہ یہ ہے کہ مومنوں کو آخرت میں اللہ تعالیٰ کا دیدار ہوگا۔ اہلِ سنت کا یہ عقیدہ قرآن و حدیث، اجماعِ صحابہ اور اکابر بزرگانِ دین کے کثیر دلائل سے ثابت ہے۔

دیدارِ الٰہی کے قرآنِ پاک سے تین دلائل:

(1)...ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

''وُجُوْهٌ یَّوْمَىٕذٍ نَّاضِرَةٌۙ(۲۲) اِلٰى رَبِّهَا نَاظِرَةٌ'' (القیامہ: ۲۲، ۲۳)

ترجمۂ کنزُالعِرفان: کچھ چہرے اس دن تروتازہ ہوں گے، اپنے رب کو دیکھتے ہوں گے۔

(2)...اللہ عَزَّوَجَلَّ نے ارشاد فرمایا:

''لِلَّذِیْنَ اَحْسَنُوا الْحُسْنٰى وَ زِیَادَةٌ'' (یونس: ۲۶)

ترجمۂ کنزُالعِرفان: بھلائی والوں کے لئے بھلائی ہے اور اس سے بھی زائد۔

صحاحِ ستہ کی بہت حدیثیں یہ ثابت کرتی ہیں کہ اس آیت میں زیادت سے دیدارِ الٰہی مراد ہے۔

(3)... حضرت موسیٰ عَلَیْهِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے اللہ عَزَّوَجَلَّ کی بارگاہ میں عرض کی ''رَبِّ اَرِنِیْۤ اَنْظُرْ اِلَیْكَ'' اے میرے رب مجھے اپنا دیدار دکھا کہ میں تجھے دیکھوں۔ اس پر انہیں جواب ملا ''لَنْ تَرٰىنِیْ'' تو مجھے ہرگز نہ دیکھ سکے گا۔ (اعراف: ۱۴۳) اس

آیتِ مبارکہ میں اللہ تعالیٰ نے یہ نہیں فرمایا کہ میرا دیدار ناممکن ہے کیونکہ حضرت موسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام عارف باللہ ہیں، اگر دیدارِ الٰہی ممکن نہ ہوتا تو آپ ہرگز سوال نہ فرماتے، اس سے ثابت ہوا کہ دیدارِ الٰہی ممکن ہے۔

دیدارِ الٰہی کے دلائل احادیث کی روشنی میں:

احادیث بھی اس بارے میں بکثرت ہیں، ان میں سے 3 احادیث درج ذیل ہیں:

(1)...مسلم شریف کی حدیث میں ہے کہ جنتیوں کے جنت میں داخل ہونے کے بعد اللہ تعالیٰ فرمائے گا "کیا تم چاہتے ہو کہ تم پر اور زیادہ عنایت کروں؟ وہ عرض کریں گے: یارب! عَزَّوَجَلَّ کیا تو نے ہمارے چہرے سفید نہیں کئے؟ کیا تو نے ہمیں جنت میں داخل نہیں فرمایا؟ کیا تو نے ہمیں دوزخ سے نجات نہیں دی؟ رسولُ اللہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے فرمایا: "پھر پردہ اٹھا دیا جائے گا تو دیدارِ الٰہی انہیں ہر نعمت سے زیادہ پیارا ہوگا۔

(مسلم، کتاب الایمان، باب اثبات رؤیۃ المؤمنین فی الآخرۃ ربہم سبحانہ وتعالی، ص ۱۱۰، الحدیث: ۲۹۷(۱۸۱))

(2)...حضرت جریر بن عبداللہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں "ہم سرورِ کائنات صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کی بارگاہ میں حاضر تھے کہ رات کے وقت آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے چاند کی طرف دیکھ کر فرمایا: "عنقریب تم اپنے رب عَزَّوَجَلَّ کو دیکھو گے جیسے اس چاند کو دیکھتے ہو اور اسے دیکھنے میں کوئی دقت محسوس نہ کرو گے۔

(بخاری، کتاب مواقیت الصلاۃ، باب فضل صلاۃ العصر، ۱/۲۰۳، الحدیث: ۵۵۴)

(3)... حضرت ابوہریرہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، صحابۂ کرام رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُم نے عرض کی: یارسولَ اللہ! صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم، کیا ہم قیامت کے دن اپنے رب عَزَّوَجَلَّ کو دیکھیں گے؟ ارشاد فرمایا: کیا دوپہر کے وقت جب بادل نہ ہوں تو سورج کو دیکھنے میں تمہیں کوئی تکلیف ہوتی ہے؟ عرض کی: نہیں۔ ارشاد فرمایا: چودھویں رات کو جب بادل نہ ہوں تو کیا تمہیں چاند دیکھنے سے کوئی تکلیف ہوتی ہے؟ صحابۂ کرام رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُم نے عرض کی: نہیں، ارشاد فرمایا: اس ذات کی قسم! جس کے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے، تمہیں اپنے رب عَزَّوَجَلَّ کو دیکھنے میں صرف اتنی تکلیف ہوگی جتنی تکلیف تم کو سورج یا چاند دیکھنے سے ہوتی ہے۔

(مسلم، کتاب الزہد والرقائق، ص۱۵۸۷، الحدیث:۱۶(۲۹۶۸))

ان دلائل سے ثابت ہوگیا کہ آخرت میں مؤمنین کے لئے دیدارِ الٰہی شرع میں ثابت ہے اور اس کا انکار گمراہی۔ گمراہ لوگ اِس آیت کے ذریعے اللہ عَزَّوَجَلَّ کے دیدار کا انکار کرتے ہیں، ہم یہاں آیت کا مفہوم بیان کرتے ہیں اس سے سارا معاملہ واضح ہوجائے گا۔ آیت کے مفہوم کو کافی آسان کیا ہے لیکن پھر بھی اسے مکمل طور پر علماء ہی سمجھ سکتے ہیں لہٰذا عوام کی خدمت میں یہی عرض ہے کہ اوپر تک جو بیان ہوا وہی ان کیلئے کافی ہے اور نیچے کی بحث پر زیادہ دماغ نہ لڑائیں اور اگر ضرور ہی سمجھنا ہے تو کسی صحیح العقیدہ، ماہر سنی عالم سے سمجھیں۔

اِدراک کا مفہوم:

اِدراک کے معنیٰ ہیں کہ دیکھی جانے والی چیز کی تمام طرفوں اور حدوں پر واقف ہونا کہ یہ چیز فلاں جگہ سے شروع ہو کر فلاں جگہ ختم ہوگئی جیسے انسان کو ہم کہیں کہ سر سے شروع ہو کر پاؤں پر ختم ہو گیا، اِسی کو اِحاطہ (گھیراؤ) کہتے ہیں۔ اِدراک کی یہی تفسیر حضرت سعید بن مُسَیَّب اور حضرت عبداللہ بن عباس رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا سے منقول ہے اور جمہور مفسرین اِدراک کی تفسیر اِحاطہ سے فرماتے ہیں اور اِحاطہ اسی چیز کا ہو سکتا ہے جس کی حدیں اور جہتیں ہوں۔ اللہ تعالیٰ کے لئے حد اور جہت محال ہے تو اس کا ادراک واحاطہ بھی ناممکن۔ یہی اہلِ سنت کا مذہب ہے۔ خارجی اور معتزلہ وغیرہ گمراہ فرقے اِدراک اور رُویت میں فرق نہیں کرتے، اس لئے وہ اس گمراہی میں مبتلا ہو گئے کہ انہوں نے دیدارِ الٰہی کو محالِ عقلی قرار دے دیا، حالانکہ اگر یہ کہا جائے کہ اللہ عَزَّوَجَلَّ کو دیکھا نہیں جاسکتا تو اس سے یہ لازم آتا ہے کہ اللہ عَزَّوَجَلَّ کو جانا بھی نہیں جاسکتا اور جیسے کائنات میں موجود تمام چیزوں کے برخلاف کیفیت وجہت کے بغیر اللہ عَزَّوَجَلَّ کو جانا جاسکتا ہے ایسے ہی دیکھا بھی جاسکتا ہے کیونکہ اگر دوسری موجودات بغیر کیفیّت وجہت کے دیکھی نہیں جاسکتیں تو جانی بھی نہیں جاسکتیں۔ اس کلام کی بنیاد یہ ہے کہ دیکھنے کے معنی یہ ہیں کہ بصر (دیکھنے کی قوت) کسی شے کو جیسی وہ ہو ویسا جانے تو جو شے جہت والی ہوگی، اس کا دیکھا جانا جہت میں ہوگا اور جس کے لئے جہت نہ ہوگی اس کا دیکھا جانا بغیر

جہت کے ہوگا۔

وَ لَا تَسُبُّوا الَّذِیْنَ یَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ فَیَسُبُّوا اللّٰهَ عَدْوًۢا بِغَیْرِ عِلْمٍؕ-كَذٰلِكَ زَیَّنَّا لِكُلِّ اُمَّةٍ عَمَلَهُمْ۪-ثُمَّ اِلٰى رَبِّهِمْ مَّرْجِعُهُمْ فَیُنَبِّئُهُمْ بِمَا كَانُوْا یَعْمَلُوْنَ(108)

ترجمہ: اور اُنہیں برا بھلا نہ کہو جنہیں وہ اللہ کے سوا پوجتے ہیں کہ وہ زیادتی کرتے ہوئے جہالت کی وجہ سے اللہ کی شان میں بے ادبی کریں گے یونہی ہم نے ہر اُمت کی نگاہ میں اس کے عمل کو آراستہ کردیا پھر انہیں اپنے رب کی طرف پھرنا ہے تو وہ انہیں بتادے گا جو وہ کرتے تھے۔

آیت ''وَلَا تَسُبُّوْا'' سے معلوم ہونے والے مسائل:

واعظ اس طریقے سے وعظ نہ کرے کہ لوگوں میں ضد پیدا ہو جائے

مفتی احمد یار خاں نعیمی رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ فرماتے ہیں کہ اس آیت سے چند مسئلے معلوم ہوئے ایک یہ کہ اگر غیر ضروری عبادت ایسے فساد کا ذریعہ بن جائے جو ہم سے مٹ نہ سکے تو اس کو چھوڑ دیا جائے۔ دوسرے یہ کہ واعظ و عالم اس طریقے سے وعظ نہ کرے جس سے لوگوں میں ضد پیدا ہو جائے اور فساد اور مار پیٹ تک نوبت پہنچے۔ تیسرے یہ کہ اگر کسی کے متعلق یہ قوی اندیشہ ہو کہ اسے نصیحت کرنا اور زیادہ خرابی کا باعث ہوگا تو نہ کرے۔ چوتھے یہ کہ کبھی ضد سے انسان اپنا دین بھی کھو بیٹھتا ہے کیونکہ

کفارِ مکہ اللہ عَزَّوَجَلَّ کو مانتے تھے پھر حضور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کی ضد میں اللہ عَزَّوَجَلَّ کی شان میں بھی بے ادبی کرتے تھے۔ (نور العرفان، الانعام، تحت الآیۃ:۱۰۸، ص:۲۲۴)

وَ لَوْ اَنَّنَا نَزَّلْنَاۤ اِلَیْهِمُ الْمَلٰٓىٕكَةَ وَ كَلَّمَهُمُ الْمَوْتٰى وَ حَشَرْنَا عَلَیْهِمْ كُلَّ شَیْءٍ قُبُلًا مَّا كَانُوْا لِیُؤْمِنُوْۤا اِلَّاۤ اَنْ یَّشَآءَ اللّٰهُ وَ لٰكِنَّ اَكْثَرَهُمْ یَجْهَلُوْنَ(111)

ترجمہ: اور اگر ہم ان کی طرف فرشتے اُتار دیتے اور مردے ان سے باتیں کرتے اور ہم ہر چیز ان کے سامنے جمع کر دیتے جب بھی وہ ایمان لانے والے نہ تھے مگر یہ کہ خدا چاہتا لیکن ان میں اکثر لوگ جاہل ہیں۔

اللہ تعالیٰ کی مشیت سے متعلق دو اہم مسائل:

اس مقام پر دو اہم مسائل ذہن نشین رکھیں:

(1)...اللہ تعالیٰ نے اس کائنات کو پیدا فرمایا اور جیسا ہونے والا تھا اور جیسا کوئی کرنے والا تھا وہ سب اللہ تعالیٰ کے علمِ ازلی میں تھا اور اس نے وہی لکھ دیا، تو یہ نہیں کہ جیسا اس نے لکھ دیا ویسا ہم کو کرنا پڑتا ہے بلکہ جیسا ہم کرنے والے تھے ویسا اس نے لکھ دیا، زید کے ذمے برائی لکھی اس لئے کہ زید برائی کرنے والا تھا اگر زید بھلائی کرنے والا ہوتا تو وہ اس کے لئے بھلائی لکھتا تو اللہ تعالیٰ کے علم یا اس کے لکھ دینے نے کسی کو مجبور نہیں کر دیا۔

(2)...یہ درست ہے کہ بندوں کے تمام افعال اللہ تعالیٰ کے ارادہ، اس کی مشیت

اور اس کی قضاء سے وجود پذیر ہوتے ہیں لیکن قادر وقدیر رب عَزَّوَجَلَّ نے انسان کو پتھر اور دیگر جمادات کی طرح بے بس، مجبور اور بالکل بے اختیار نہیں بنایا بلکہ اسے ایک قسم کا اختیار دیا ہے کہ کوئی کام چاہے تو کرے، چاہے نہ کرے اور اس کے ساتھ عقل بھی دی ہے کہ اپنا برا بھلا، نفع و نقصان پہچان سکے، پھر نیکی یا بدی، اچھائی یا برائی میں سے جس کام کو اختیار کرتا ہے اللہ تعالیٰ اس کی قوت اس انسان میں پیدا فرما دیتا ہے اور اسی اختیار کے اعتبار سے وہ جزا و سزا کا مستحق قرار پاتا ہے۔ اگر انسان نیکی یا بدی، اچھائی یا برائی پر کوئی اختیار ہی نہیں رکھتا تو انبیاءِ کرام عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کو ہدایت کے لئے مبعوث فرمانا، انسان کو احکام کا مُکَلَّف کرنا اور اسے اس کے اعمال کی جزاء و سزا دینا سب بے معنی اور عبث ہو جائے گا اور اللہ تعالیٰ کا کوئی کام عبث نہیں ہے۔ خلاصہ یہ ہے کہ ایمان وہی لائیں گے جن کے ایمان کا اللہ تعالیٰ ارادہ فرمائے گا اور کفر وہی کریں گے جن کے کفر کا اللہ تعالیٰ ارادہ فرمائے گا اور اللہ تعالیٰ ان کے کفر کا اس لئے ارادہ فرماتا ہے کہ وہ کفر کو اختیار کرتے ہیں۔

وَ كَذٰلِكَ جَعَلْنَا لِكُلِّ نَبِیٍّ عَدُوًّا شَیٰطِیْنَ الْاِنْسِ وَ الْجِنِّ یُوْحِیْ بَعْضُهُمْ اِلٰى بَعْضٍ زُخْرُفَ الْقَوْلِ غُرُوْرًاؕ-وَ لَوْ شَآءَ رَبُّكَ مَا فَعَلُوْهُ فَذَرْهُمْ وَ مَا یَفْتَرُوْنَ(112)

ترجمہ: اور اسی طرح ہم نے ہر نبی کا دشمن بنایا انسانوں اور جنوں کے شیطانوں

کو ان میں ایک دوسرے کو دھوکہ دینے کے لئے بناوٹی باتوں کے وسوسے ڈالتا ہے اور اگر تمہارا رب چاہتا تو وہ ایسا نہ کرتے تو تم انہیں اور ان کی بناوٹی باتوں کو چھوڑ دو۔

انسانی شیطان (Human devil) اور اس سے بچنے کا شرعی حکم:

اس آیتِ مبارکہ سے معلوم ہوا کہ جو گمراہ کن شخص کسی کو شریعت کے خلاف کام کی ترغیب دے وہ انسانی شیطان ہے اگرچہ وہ اپنے عزیزوں میں سے ہو یا عالم کے لباس میں ہو، نیز اس میں وہ تمام لوگ داخل ہیں جو آزاد خیالی یا روشن خیالی کے نام پر شرعی کاموں کے خلاف پلاننگ کرتے اور منصوبے بناتے اور اس کیلئے تنظیمیں بناتے ہیں۔ سب مسلمانوں پر لازم ہے کہ وہ ایسے انسانی شیطانوں سے خود بھی بچیں اور دوسروں کو بھی بچائیں۔ یہاں ایک نہایت اہم چیز کے بارے میں عرض کرنی ہے کہ ہمارے دور میں یہ وبا عام ہوتی جا رہی ہے کہ بھائی ہر ایک کی سنو اور تحقیق کرو خواہ کہنے والا قرآن کے خلاف کہے یا حدیث کے یا اسلام کے۔ گویا معاذاللہ، تحقیق، مطالعہ کے نام پر ہر گمراہی سننے ، پڑھنے کی ترغیب دی جا رہی ہے اور اس چیز کو باہمی رواداری، ایک دوسرے کو سمجھنے کی کوشش، ایک دوسرے کے نکتہ نظر پر مطلع ہونا، اپنے اپنے خیالات دوسروں سے شیئر کرنا وغیرہ وغیرہ کے بڑے دلچسپ نام دیئے جاتے ہیں لیکن کیا قرآن، حدیث، دین، ایمان، اسلام میں بھی اس چیز کی گنجائش ہے یا نہیں، اس

کی طرف کوئی نہیں دیکھتا۔ لہٰذا یہاں پر ہم قرآن و حدیث کی روشنی میں ایسی باطل تحقیق و مطالعہ کا حکمِ شرعی بیان کرتے ہیں اور ہمیں اُن جاہلوں کی کوئی پرواہ نہیں جو قرآن و حدیث کے ان احکام کو اپنی جہالت و کوتاہ نظر سے تنگ نظری اور نجانے کیا کیا نام دیں گے۔ چنانچہ کفار و اسلام دشمن لوگوں کے لیکچرز سننے کے حوالے سے اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ سے سوال ہوا تو آپ نے بڑے احسن انداز میں جواب ارشاد فرمایا جس کا خلاصہ یہ ہے کہ ”آج کل ہمارے عوام بھائیوں کی سخت جہالت یہ ہے کہ کسی آریہ نے اشتہار دیا کہ اسلام کے فلاں مضمون کے رَد میں فلاں وقت لیکچر دیا جائے گا، یہ سننے کیلئے دوڑے جاتے ہیں۔ کسی پادری نے اعلان کیا کہ نصرانیت کے فلاں مضمون کے ثبوت میں فلاں وقت ندا ہوگی، یہ سننے کیلئے دوڑے جاتے ہیں۔ بھائیو! تم اپنے نفع نقصان کو زیادہ جانتے ہو یا تمہارا رب عَزَّوَجَلَّ اور تمہارے نبی صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم، اُن کا حکم تو یہ ہے کہ شیطان تمہارے پاس وسوسہ ڈالنے آئے تو سیدھا جواب یہ دے دو کہ تو جھوٹا ہے نہ یہ کہ تم آپ دوڑ دوڑ کے اُن کے پاس جاؤ اور اپنے رب عَزَّوَجَلَّ، اپنے قرآن اور اپنے نبی صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کی شان میں ملعون کلمات سنو۔ تم قرآنِ مجید کی اسی آیت کا آخری حصہ اور اس کے مُتَّصِل کی آیاتِ کریمہ تلاوت کرتے جاؤ اور دیکھو کہ قرآنِ عظیم تمہاری اس حرکت کی کیسی کیسی شناعتیں بتاتا اور اُن ناپاک لکچروں نداؤں کی نسبت تمہیں کیا کیا ہدایت فرماتا ہے، چنانچہ اس آیت کے آخر میں ارشاد ہوتا ہے:

’’ وَلَوْ شَآءَ رَبُّكَ مَا فَعَلُوْهُ فَذَرْهُمْ وَ مَا يَفْتَرُوْنَ ‘‘ (الانعام:۱۱۲)

اور تیرا رب چاہتا تو وہ یہ دھوکے بناوٹ کی باتیں نہ بناتے پھرتے تو تو انہیں اور اُن کے بہتانوں کو یک لخت چھوڑ دے۔

دیکھو! اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے انہیں اور اُن کی باتوں کو چھوڑنے کا حکم فرمایا یا اُن کے پاس سننے کے لئے دوڑنے کا۔ اور سنئے، اس کے بعد کی آیت میں فرماتا ہے:

’’ وَ لِتَصْغٰۤى اِلَيْهِ اَفْـٕدَةُ الَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِالْاٰخِرَةِ وَ لِيَرْضَوْهُ وَ لِيَقْتَرِفُوْا مَا هُمْ مُّقْتَرِفُوْنَ ‘‘ (الانعام:۱۱۳)

اور اس لئے کہ ایسے لوگوں کے دل اس کی طرف کان لگائیں جنہیں آخرت پر ایمان نہیں اور اُسے پسند کریں اور جو کچھ ناپاکیاں وہ کر رہے ہیں یہ بھی کرنے لگیں۔

دیکھو اُن (کفار و نافرمان لوگوں) کی باتوں کی طرف کان لگانا اُن (لوگوں) کا کام بتایا جو آخرت پر ایمان نہیں رکھتے اور اس کا نتیجہ یہ فرمایا کہ وہ ملعون باتیں ان پر اثر کر جائیں اور یہ بھی اُن جیسے ہو جائیں۔ لوگ اپنی جہالت سے گمان کرتے ہیں کہ ہم اپنے دل سے مسلمان ہیں ہم پر اُن کا کیا اثر ہو گا حالانکہ رسولُ اللہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم فرماتے ہیں ”جو دجال کی خبر سنے اُس پر واجب ہے کہ اُس سے دور بھاگے کہ خدا کی قسم آدمی اس کے پاس جائے گا اور یہ خیال کرے گا کہ میں تو مسلمان ہوں یعنی مجھے اس سے کیا نقصان

پہنچے گا وہاں اس کے دھوکوں میں پڑ کر اس کا پیرو ہو جائے گا۔

(ابوداؤد، اول کتاب الملاحم، باب ذکر خروج الدجال، ۴/۱۵۷، الحدیث:۴۳۱۹)

کیا دجال ایک اُسی اخبث دجال کو سمجھتے ہو جو آنے والا ہے، ایسا ہرگز نہیں ہے بلکہ تمام گمراہوں کے داعی منادی سب دجال ہیں اور سب سے دُور بھاگنے ہی کا حکم فرمایا اور اُس میں یہی اندیشہ بتایا ہے۔ رسول اللہ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم فرماتے ہیں ”آخر زمانے میں دجال کذاب لوگ ہوں گے کہ وہ باتیں تمہارے پاس لائیں گے جو نہ تم نے سنیں نہ تمہارے باپ دادانے، تو ان سے دور رہو اور انہیں اپنے سے دور رکھو کہیں وہ تمہیں گمراہ نہ کردیں کہیں تمہیں فتنہ میں نہ ڈال دیں۔

(مسلم، باب النہی عن الروایۃ عن الضعفاء۔۔۔ الخ، ص۹، الحدیث:۷(۷))

اور سنئے، اس کے بعد کی آیات میں فرماتا ہے:

”اَفَغَیْرَ اللّٰهِ اَبْتَغِیْ حَكَمًا وَّ هُوَ الَّذِیْۤ اَنْزَلَ اِلَیْكُمُ الْكِتٰبَ مُفَصَّلًاؕ-وَ الَّذِیْنَ اٰتَیْنٰهُمُ الْكِتٰبَ یَعْلَمُوْنَ اَنَّهٗ مُنَزَّلٌ مِّنْ رَّبِّكَ بِالْحَقِّ فَلَا تَكُوْنَنَّ مِنَ الْمُمْتَرِیْنَ(۱۱۴) وَ تَمَّتْ كَلِمَتُ رَبِّكَ صِدْقًا وَّ عَدْلًاؕ لَا مُبَدِّلَ لِكَلِمٰتِهٖۚ-وَ هُوَ السَّمِیْعُ الْعَلِیْمُ(۱۱۵) وَ اِنْ تُطِعْ اَكْثَرَ مَنْ فِی الْاَرْضِ یُضِلُّوْكَ عَنْ سَبِیْلِ اللّٰهِؕ-اِنْ یَّتَّبِعُوْنَ اِلَّا الظَّنَّ وَ اِنْ هُمْ اِلَّا یَخْرُصُوْنَ(۱۱۶) اِنَّ رَبَّكَ هُوَ اَعْلَمُ مَنْ یَّضِلُّ عَنْ سَبِیْلِهٖۚ-وَ هُوَ اَعْلَمُ بِالْمُهْتَدِیْنَ“

(الانعام: ۱۱۴-۱۱۷)

تو کیا اللہ کے سوا کوئی اور فیصلہ کرنے والا ڈھونڈوں حالانکہ اُس نے مفصل کتاب تمہاری طرف اُتاری اور اہلِ کتاب خوب جانتے ہیں کہ وہ تیرے رب کے پاس سے حق کے ساتھ اُتری تو خبردار تو شک نہ کرنا اور تیرے رب کی بات سچ اور انصاف میں کامل ہے کوئی اُس کی باتوں کا بدلنے والا نہیں اور وہ شنوا و دانا ہے اور زمین والوں میں زیادہ وہ ہیں کہ تو ان کی پیروی کرے تو وہ تجھے خدا کی راہ سے بہکا دیں وہ تو گمان کے پیرو ہیں اور نری اٹکلیں دوڑاتے ہیں بیشک تیرا رب خوب جانتا ہے کہ کون اس کی راہ سے بہکے گا اور وہ خوب جانتا ہے ہدایت پانے والوں کو۔‘‘

یہ تمام آیاتِ کریمہ انہیں مطالب کے سلسلہ بیان میں ہیں گویا ارشاد ہوتا ہے تم جو اُن شیطان آدمیوں کی باتیں سننے جاؤ کیا تمہیں یہ تلاش ہے کہ دیکھیں اس مذہبی اختلاف میں یہ لکچرار یا یہ منادی کیا فیصلہ کرتا ہے، ارے خدا سے بہتر فیصلہ کس کا! اُس نے مفصل کتاب قرآنِ عظیم تمہیں عطا فرمادی اُس کے بعد تم کو کسی لکچر، ندا کی کیا حاجت ہے لکچر والے جو کسی دینی کتاب کا نام نہیں لیتے کس گنتی شمار میں ہیں! یہ کتاب والے دل میں خوب جانتے ہیں کہ قرآن حق ہے (مگر) تَعَصُّب کی پٹی (ان کی) آنکھوں پر بندھی ہے کہ ہٹ دھرمی سے مکرے جاتے ہیں تو تجھے کیوں شک پیدا ہو کہ اُن کی سننا

چاہے، تیرے رب کا کلام صدق وعدل میں بھرپور ہے کل تک جو اُس پر تجھے کامل یقین تھا آج کیا اُس میں فرق آیا کہ اُس پر اعتراض سننا چاہتا ہے کیا خدا کی باتیں کوئی بدل سکتا ہے، یہ نہ سمجھنا کہ میرا کوئی مقال (یعنی قول)، کوئی خیال خدا سے چھپ رہے گا، وہ سنتا جانتا ہے، دیکھ اگر تو نے اُن کی سنی تو وہ تجھے خدا کی راہ سے بہکا دیں گے، (اے نادان! تو) کیا یہ خیال کرتا ہے کہ ان (گمراہ لوگوں) کا علم دیکھوں (کہ) کہاں تک ہے، یہ کیا کہتے ہیں ارے اُن کے پاس علم کہاں وہ تو اپنے اوہام کے پیچھے لگے ہوئے اور نری اٹکلیں دوڑاتے ہیں جن کا تھل نہ بیڑا، جب اللہ واحد قہار کی گواہی ہے کہ اُن کے پاس نری مہمل اٹکلوں کے سوا کچھ نہیں تو اُن کو سننے کے کیا معنی؟ سننے سے پہلے وہی کہہ دے جو تیرے نبی صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے تعلیم فرمایا کہ ”شیطان تو جھوٹا ہے“ اور اس گھمنڈ میں نہ رہنا کہ مجھ کو کیا گمراہ کریں گے میں تو راہ پر ہوں تیرا رب خوب جانتا ہے کہ کون اُس کی راہ سے بہکے گا اور کون راہ پر ہے، (اگر) تُو پورا راہ پر ہوتا ہے تو بے راہوں کی سننے ہی کیوں جاتا حالانکہ تیرا رب فرما چکا ”چھوڑ دے اُنہیں اور اُن کے بہتانوں کو۔ تیرے نبی صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم فرما چکے ”اُن سے دُور رہو اور ان کو اپنے سے دور کرو کہیں وہ تم کو بہکا نہ دیں کہیں وہ تم کو فتنے میں نہ ڈال دیں۔

(مسلم، باب النہی عن الروایۃ عن الضعفاء۔۔۔ الخ، ص۹، الحدیث: ۷(۷))

بھائیو! ایک سہل بات ہے اس پر غور فرمالو۔ تم اپنے رب عَزَّوَجَلَّ، اپنے قرآن اور

اپنے نبی صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم پر سچا ایمان رکھتے ہو یا مَعَاذَ اللہ اس میں کچھ شک ہے! اور جسے شک ہوا سے اسلام سے کیا علاقہ (یعنی تعلق) وہ ناحق اپنے آپ کو مسلمان کہہ کر مسلمانوں کو کیوں بدنام کرے اور اگر سچا ایمان ہے تو اب یہ فرمائیے کہ ان کے لکچروں نداؤں میں آپ کے رب عَزَّوَجَلَّ، قرآن، نبی صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم اور ایمان کی تعریف ہوگی یا مذمت۔ ظاہر ہے کہ دوسری ہی صورت ہوگی اور اسی لئے تم کو بلاتے ہیں کہ تمہارے منہ پر تمہارے خدا، نبی، قرآن اور دین کی توہین و تکذیب کریں۔ اب ذرا غور کرلیجئے کہ ایک شریر نے زید کے نام اشتہار دیا کہ فلاں وقت فلاں مقام پر میں بیان کروں گا کہ تیرا باپ حرامی بچہ اور تیری ماں زانیہ تھی، خدا کے لئے انصاف، کیا کوئی غیرت والا، حمیت والا اور انسانیت والا جبکہ اُسے اس بیان سے روک دینے، باز رکھنے پر قادر نہ ہو اسے سننے جائے گا۔ خدا کی قسم! ہرگز نہیں، کسی بھنگی چمار سے بھی یہ نہ ہوسکے گا پھر ایمان کے دل پر ہاتھ رکھ کر دیکھو کہ اللہ، رسول اور قرآنِ عظیم کی توہین، تکذیب اور مذمت سخت تر ہے یا ماں باپ کی گالی۔ ایمان رکھتے ہو تو اُسے اِس سے کچھ نسبت نہ جانو گے۔ پھر کون سے کلیجے سے اُن جگر شگاف، ناپاک، ملعون بہتانوں، افتراؤں، شیطانی اٹکلوں اور ڈھکوسلوں کو سننے جاتے ہو، بلکہ حقیقت اور انصاف کی بات تو یہ ہے کہ وہ جو کچھ بکتے اور اللہ، رسول اور قرآنِ عظیم کی تحقیر کرتے ہیں ان سب کا باعث یہ سننے والے ہیں، اگر مسلمان اپنا ایمان سنبھالیں، اپنے رب، قرآن اور رسول کی عزت عظمت پیشِ نظر

رکھیں اور ایکا کرلیں کہ وہ خبیث لکچر، گندی ندائیں سننے کوئی نہ جائے گا جو وہاں موجود ہو وہ بھی فوراً وہی مبارک ارشاد کا کلمہ کہہ کر کہ ''تو جھوٹا ہے'' چلا جائے گا تو کیا وہ دیواروں پتھروں سے اپنا سر پھوڑیں گے ؟ تو تم سن سن کر کہلواتے ہو، نہ تم سنو نہ وہ کہیں ، پھر انصاف کیجئے کہ اُس کہنے کا وبال کس پر ہوا۔ علماء فرماتے ہیں ''ہٹے کٹے جوان تندرست جو بھیک مانگنے کے عادی ہوتے اور اسی کو اپنا پیشہ بنا لیتے ہیں اُنہیں دینا ناجائز ہے کہ اس میں گناہ پر شہ دینی ہے، لوگ نہ دیں تو جھک ماریں اور محنت مزدوری کریں۔ بھائیو! جب اِس میں گناہ کی امداد ہے تو اُس میں تو کفر کی مدد ہے۔ قرآنِ عظیم کی نصِ قطعی نے ایسی جگہ سے فوراً ہٹ جانا فرض کر دیا اور وہاں ٹھہرنا فقط حرام ہی نہ فرمایا بلکہ سنو تو کیا ارشاد کیا۔ رب عَزَّوَجَلَّ فرماتا ہے:

'' وَ قَدْ نَزَّلَ عَلَیْكُمْ فِی الْكِتٰبِ اَنْ اِذَا سَمِعْتُمْ اٰیٰتِ اللّٰهِ یُكْفَرُ بِهَا وَ یُسْتَهْزَاُ بِهَا فَلَا تَقْعُدُوْا مَعَهُمْ حَتّٰى یَخُوْضُوْا فِیْ حَدِیْثٍ غَیْرِهٖۤ ﳲ اِنَّكُمْ اِذًا مِّثْلُهُمْؕ- اِنَّ اللّٰهَ جَامِعُ الْمُنٰفِقِیْنَ وَ الْكٰفِرِیْنَ فِیْ جَهَنَّمَ جَمِیْعَا '' (النساء: ۱۴۰)

یعنی بے شک اللہ تم پر قرآن میں حکم اتار چکا کہ جب تم سنو کہ خدا کی آیتوں سے انکار ہوتا اور اُن کی ہنسی کی جاتی ہے تو ان لوگوں کے پاس نہ بیٹھو جب تک وہ اور باتوں میں مشغول نہ ہوں اور تم نے نہ مانا اور جس وقت وہ اللہ کی آیات پر اعتراض کر رہے ہیں وہاں بیٹھے تو جب تم بھی انہیں جیسے ہو، بیشک

اللہ تعالیٰ منافقوں اور کافروں سب کو جہنم میں اکٹھا کرے گا۔

دیکھو قرآن فرماتا ہے، ہاں تمہارا رب رحمٰن فرماتا ہے جو ایسے جلسوں میں جائے ایسی جگہ کھڑا ہو وہ بھی انہیں کافروں آریوں پادریوں کی مثل ہے۔

آہ آہ حرام تو ہر گناہ ہے یہاں تو اللہ واحد قہار یہ فرمارہا ہے کہ وہاں ٹھہرے تو تم بھی انہیں جیسے ہو۔ مسلمانو! کیا قرآنِ عظیم کی یہ آیات تم نے منسوخ کر دیں یا اللہ عَزَّوَجَلَّ کی اس سخت وعید کو سچا نہ سمجھے یا کافروں جیسا ہونا قبول کر لیا۔ اور جب کچھ نہیں تو اُن جمگھٹوں کے کیا معنی ہیں جو آریوں پادریوں کے لکچروں نداؤں پر ہوتے ہیں اُن جلسوں میں شرکت کیوں ہے جو خدا، رسول اور قرآن پر اعتراضوں کیلئے کئے جاتے ہیں۔ بھائیو! میں نہیں کہتا قرآن فرماتا ہے کہ ''اِنَّكُمْ اِذًا مِّثْلُهُمْ''تم بھی ان ہی جیسے ہو۔'' اُن لکچروں پر جمگھٹ والے اُن جلسوں میں شرکت والے سب اُنہیں کافروں کے مثل ہیں، وہ علانیہ بک کر کافر ہوئے یہ زبان سے کلمہ پڑھیں اور دل میں خدا، رسول اور قرآن کی اتنی عزت نہیں کہ جہاں اُن کی توہین ہوتی ہو وہاں سے بچیں تو یہ منافق ہوئے جب تو فرمایا کہ اللہ اُنہیں اور اِنہیں سب کو جہنم میں اکٹھا کرے گا کہ یہاں تم لکچر دو اور تم سنو۔

مسلمان اگر قرآنِ عظیم کی اس نصیحت پر عمل کریں تو ابھی دیکھیں کہ اللہ تعالیٰ کے دشمنوں کے سب بازار ٹھنڈے ہوئے جاتے ہیں، ملک میں ان کے شور و شر کا

نشان نہ رہے گا، جہنم کے کندے شیطان کے بندے آپس ہی میں ٹکرا ٹکرا کر سر پھوڑیں گے، اللہ، رسول اور قرآنِ عظیم کی توہینوں سے مسلمانوں کا کلیجا پکانا چھوڑیں گے، اور اپنے گھر بیٹھ کر بکے بھی تو مسلمانوں کے کان تو ٹھنڈے رہیں گے۔

(فتاوی رضویہ، ۱/۷۸۵-۷۸۱، ملخصًا)

وَ مَا لَكُمْ اَلَّا تَاْكُلُوْا مِمَّا ذُكِرَ اسْمُ اللّٰهِ عَلَيْهِ وَ قَدْ فَصَّلَ لَكُمْ مَّا حَرَّمَ عَلَيْكُمْ اِلَّا مَا اضْطُرِرْتُمْ اِلَيْهِ ؕ وَ اِنَّ كَثِيْرًا لَّيُضِلُّوْنَ بِاَهْوَآىٕهِمْ بِغَيْرِ عِلْمٍ ؕ اِنَّ رَبَّكَ هُوَ اَعْلَمُ بِالْمُعْتَدِيْنَ (119)

ترجمہ: اور تمہیں کیا ہے کہ تم اس میں سے نہ کھاؤ جس پر اللہ کا نام لیا گیا ہے حالانکہ وہ تمہارے لئے وہ چیزیں تفصیل سے بیان کرچکا ہے جو اس نے تم پر حرام کی ہیں سوائے ان چیزوں کے جن کی طرف تم مجبور ہو جاؤ اور بیشک بہت سے لوگ لاعلمی میں اپنی خواہشات کی وجہ سے گمراہ کرتے ہیں۔ بیشک تیرا رب حد سے بڑھنے والوں کو خوب جانتا ہے۔

حلال و حرام چیزوں کے متعلق نہایت اہم اصول:

اس سے معلوم ہوا کہ قانون یہ ہے کہ حرام چیزوں کا مفصل ذکر ہوتا ہے اور جس چیز کو حرام نہ فرمایا گیا ہو وہ حلال ہے۔ حرام چیزوں کا تفصیلی بیان متعدّد سورتوں میں اور سرکارِ دوعالم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے فرامین میں موجود ہے۔ یونہی مجبوری کی حالت میں حرام

چیز کھانے کا بیان قرآنِ پاک میں کئی جگہ موجود ہے۔

حلال چیزیں حرام قرار دینے والوں کو نصیحت:

اس آیتِ کریمہ کو پڑھ کر وہ لوگ غور کریں جو اپنی نفسانی خواہشات کی وجہ سے چیزوں کو حرام یا حلال قرار دے کر گمراہ کرتے ہیں، شریعت سے ان کا کوئی تعلق نہیں ہوتا اسی طرح ان حضرات کو بھی غور کرنے کی حاجت ہے جو اس جانور کو حرام کی صف میں داخل کر دیتے ہیں کہ جسے ذبح کرتے وقت اللہ تعالیٰ کا نام لے کر ذبح کیا گیا اور اس سے مقصود کسی ولی یا بزرگ کو ثواب پہنچانا تھا۔

اس آیتِ مبارکہ سے ان لوگوں کو بھی ڈرنا چاہیے جو بغیر علم محض اپنی رائے سے حرام و حلال کا غلط فتویٰ دیتے ہیں۔

وَ لَا تَاْكُلُوْا مِمَّا لَمْ یُذْكَرِ اسْمُ اللّٰهِ عَلَیْهِ وَ اِنَّهٗ لَفِسْقٌؕ-وَ اِنَّ الشَّیٰطِیْنَ لَیُوْحُوْنَ اِلٰۤى اَوْلِیٰٓـٕهِمْ لِیُجَادِلُوْكُمْۚ-وَ اِنْ اَطَعْتُمُوْهُمْ اِنَّكُمْ لَمُشْرِكُوْنَ(121)

ترجمہ: اور جس پر اللہ کا نام نہ لیا گیا ہو اسے نہ کھاؤ اور بیشک یہ نافرمانی ہے اور بیشک شیطان اپنے دوستوں کے دلوں میں وسوسے ڈالتے ہیں تاکہ وہ تم سے جھگڑیں اور اگر تم ان کا کہنا مانو گے تو اس وقت تم بھی یقیناً مشرک ہو گے۔

علم کے بغیر دینی مسائل میں جھگڑنا شیطانی لوگوں کا کام ہے:

اس آیت سے معلوم ہوا کہ ”بغیر علم دینی مسائل میں جھگڑنا یا محض جھگڑے کی نیت سے مناظرہ کرنا شیطانی لوگوں کا کام ہے لیکن تحقیقِ حق کے لئے مناظرہ کرنا عبادت ہے۔

وَ اِذَا جَآءَتْهُمْ اٰیَةٌ قَالُوْا لَنْ نُّؤْمِنَ حَتّٰى نُؤْتٰى مِثْلَ مَاۤ اُوْتِیَ رُسُلُ اللّٰهِ ؔ اَللّٰهُ اَعْلَمُ حَیْثُ یَجْعَلُ رِسَالَتَهٗ ؕ سَیُصِیْبُ الَّذِیْنَ اَجْرَمُوْا صَغَارٌ عِنْدَ اللّٰهِ وَ عَذَابٌ شَدِیْدٌۢ بِمَا كَانُوْا یَمْكُرُوْنَ(124)

ترجمہ: اور جب ان کے پاس کوئی نشانی آئے تو کہتے ہیں کہ ہم ہرگز ایمان نہ لائیں گے جب تک ہمیں بھی ویسا ہی نہ ملے جیسا اللہ کے رسولوں کو دیا گیا۔ اللہ اسے خوب جانتا ہے جہاں وہ اپنی رسالت رکھے۔ عنقریب مجرموں کو ان کے مکروفریب کے بدلے میں اللہ کے ہاں ذلت اور شدید عذاب پہنچے گا۔

عقیدہ نبوت کے بارے میں چند اہم باتیں:

اس سے معلوم ہوا کہ نبوت کا چناؤ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہوتا ہے۔ اعمال، قومیت یا مال کی وجہ سے نبوت نہیں ملتی۔ عقیدہ نبوت سے متعلق چند اہم باتیں یاد رکھنے کی ہیں:

نبوت کو کسبی ماننے والے کا شرعی حکم

(1)... نبوت کسبی نہیں کہ آدمی عبادت و ریاضت کے ذریعے کوشش کر کے اسے

حاصل کر سکے بلکہ محض اللہ تعالیٰ کی عطا ہے کہ جسے چاہتا ہے اسے اپنے فضل سے نبوت عطا فرماتا ہے، ہاں دیتا اسی کو ہے جسے اس عظیم منصب کے قابل بناتا ہے، جو نبوت کا منصب ملنے سے پہلے ہر طرح کے برے اور مذموم اخلاق سے پاک اور اچھے اور قابلِ تعریف تمام اخلاق سے مزین ہو کر ولایت کے جملہ مَدارج طے کر چکتا ہے، اور اپنے نسب و جسم، قول و فعل، حرکات و سکنات میں ہر ایسی بات سے پاک و صاف ہوتا ہے جو باعثِ نفرت ہو، اُسے عقلِ کامل عطا کی جاتی ہے، جو اوروں کی عقل سے بدرجہا زائد ہے، کسی حکیم اور کسی فلسفی کی عقل اُس کے لاکھویں حصہ تک نہیں پہنچ سکتی۔ اور جو اِسے کسبی مانے کہ آدمی اپنے کسب و ریاضت سے منصبِ نبوت تک پہنچ سکتا ہے، کافر ہے۔

نبی سے نبوت کا زوال ممکن ماننے کا شرعی حکم

(2)…جو شخص نبی سے نبوت کا زوال ممکن مانے وہ کافر ہے۔

اماموں کو انبیاء عَلَیۡهِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی طرح معصوم سمجھنے کا شرعی حکم

(3)…نبی کا معصوم ہونا ضروری ہے اور یہ عصمت نبی اور فرشتے کا خاصہ ہے کہ نبی اور فرشتہ کے سوا کوئی معصوم نہیں۔ اماموں کو انبیاء عَلَیۡهِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی طرح معصوم سمجھنا گمراہی و بد دینی ہے۔ عصمتِ انبیاء کے یہ معنی ہیں کہ اُن کے لیے اللہ تعالیٰ کی طرف سے حفاظت کا وعدہ ہو چکا، جس کے سبب اُن سے گناہ کا صادر ہونا شرعاً محال

ہے، جبکہ ائمہ واکابر اولیا کے لئے اللہ تعالیٰ کی طرف سے حفاظت کا کوئی وعدہ نہیں، ہاں اللہ عَزَّوَجَلَّ انھیں محفوظ رکھتا ہے کہ اُن سے گناہ ہوتا نہیں اور اگر ہو تو شرعاً محال بھی نہیں۔

جو امور لوگوں کے لیے باعثِ نفرت ہوں انبیاء عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام ان سے معصوم ہوتے ہیں

(4)... انبیاء عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام شرک وکفراور ہر ایسے کام سے جو لوگوں کے لیے باعثِ نفرت ہو، جیسے جھوٹ، خیانت اور جہل وغیرہ مذموم صفات سے، نیز ایسے افعال سے جو وجاہت اور مُروّت کے خلاف ہیں، نبوت سے پہلے اور نبوت کے بعد بالاجماع معصوم ہیں اور کبیرہ گناہوں سے بھی مطلقاً معصوم ہیں اور حق یہ ہے کہ جان بوجھ کر صغیرہ گناہ کرنے سے بھی نبوت سے پہلے اور نبوت کے بعد معصوم ہیں۔

(بہار شریعت، حصہ اول، عقائد متعلقۂ نبوت، ۱/۳۹-۳۶، ملخصاً)

نوٹ: مزید تفصیل کے لئے بہار شریعت جلد 1 کے پہلے حصے کا مطالعہ کیجئے۔

یٰمَعْشَرَ الْجِنِّ وَ الْاِنْسِ اَلَمْ یَاْتِكُمْ رُسُلٌ مِّنْكُمْ یَقُصُّوْنَ عَلَیْكُمْ اٰیٰتِیْ وَ یُنْذِرُوْنَكُمْ لِقَآءَ یَوْمِكُمْ هٰذَاؕ-قَالُوْا شَهِدْنَا عَلٰۤى اَنْفُسِنَا وَ غَرَّتْهُمُ الْحَیٰوةُ الدُّنْیَا وَ شَهِدُوْا عَلٰۤى اَنْفُسِهِمْ اَنَّهُمْ كَانُوْا كٰفِرِیْنَ(130)

ترجمہ: اے جنوں اور آدمیوں کے گروہ! کیا تمہارے پاس تم میں سے وہ

رسول نہ آئے تھے جو تم پر میری آیتیں پڑھتے تھے اور تمہیں تمہارے آج کے اس دن کی حاضری سے ڈراتے تھے ؟ وہ کہیں گے: ہم اپنی جانوں کے خلاف گواہی دیتے ہیں اور انہیں دنیاکی زندگی نے دھوکے میں ڈال دیا اور وہ خود اپنی جانوں کے خلاف گواہی دیں گے کہ وہ کافر تھے۔

رسولوں عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام سے متعلق اہم مسئلہ:

رسول صرف انسانوں میں سے ہوتے ہیں جنات سے نہیں۔ چونکہ یہاں جن و انس دونوں سے خطاب ہے اس لئے تَغْلِیبًا یعنی جنوں کو انسانوں کے ماتحت شمار کرتے ہوئے مِنْکُمْ فرمایا گیا۔ بہرحال اس سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ جنات میں نبی آئے، ہاں جنات کے لئے نبی آئے مگر وہ انسان تھے۔

قَدْ خَسِرَ الَّذِیْنَ قَتَلُوْۤا اَوْلَادَهُمْ سَفَهًۢا بِغَیْرِ عِلْمٍ وَّ حَرَّمُوْا مَا رَزَقَهُمُ اللّٰهُ افْتِرَآءً عَلَى اللّٰهِؕ قَدْ ضَلُّوْا وَ مَا كَانُوْا مُهْتَدِیْنَ(140)

ترجمہ: بیشک وہ لوگ تباہ ہوگئے جو اپنی اولاد کو جہالت سے بیوقوفی کرتے ہوئے قتل کرتے ہیں اور اللہ نے جو رزق انہیں عطا فرمایا ہے اسے اللہ پر جھوٹ باندھتے ہوئے حرام قرار دیتے ہیں۔ بیشک یہ لوگ گمراہ ہوئے اور یہ ہدایت والے نہیں ہیں۔

حمل ساقط (Abortion) کروانے کا شرعی حکم

دورِ جاہلیت میں اولاد کو قتل کرنے کے بنیادی اسباب میں سے ایک سبب یہ بھی تھا کہ انہیں تنگدستی کا خوف لاحق ہوتا اور وہ اس ڈر سے اپنی اولاد کو قتل کر دیتے تھے کہ انہیں کھلائیں پلائیں گے کہاں سے اور ان کے لباس اور دیگر ضروریات کا انتظام کیسے کریں گے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے انہیں اس حرکت سے منع کرتے ہوئے ارشاد فرمایا:

”وَ لَا تَقْتُلُوْۤا اَوْلَادَكُمْ خَشْیَةَ اِمْلَاقٍؕ-نَحْنُ نَرْزُقُهُمْ وَ اِیَّاكُمْؕ-اِنَّ قَتْلَهُمْ كَانَ خِطْاً كَبِیْرًا“ (بنی اسرائیل: ۳۱)

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور غربت کے ڈر سے اپنی اولاد کو قتل نہ کرو، ہم انہیں بھی رزق دیں گے اور تمہیں بھی، بیشک انہیں قتل کرنا کبیرہ گناہ ہے۔

افسوس! فی زمانہ بہت سے مسلمان بھی دورِ جاہلیت کے کفار کا طریقہ اختیار کئے ہوئے ہیں اور وہ بھی اس ڈر سے دنیا میں آتے ہی یا ماں کے پیٹ میں ہی بچے کو قتل کروا دیتے ہیں کہ ان کی پرورش اور تعلیم و تربیت کے اخراجات کہاں سے پورے کریں گے اور یہ عمل خاص طور پر اس وقت کرتے ہیں جب انہیں معلوم ہو جاتا ہے کہ ماں کے پیٹ میں پلنے والی جان بچی ہے۔ افسوس کہ اللہ عَزَّوَجَلَّ کو رازق ماننے والے بھی اس فعلِ قبیح کا اِرتِکاب کر رہے ہیں۔

یہاں ایک مسئلہ یاد رہے کہ ”جب حمل میں جان پڑ جائے جس کی مدت علماء نے چار مہینے بیان کی ہے تو حمل گرانا حرام ہے کہ یہ بھی اولاد کا قتل ہے اور اس سے پہلے

اگر شرعی ضرورت ہو تو اِسقاطِ حمل جائز ہے۔ (فتاوی رضویہ، ۲۴/۲۰۷، ۲۰۱)

ہر چیز میں اصل اباحت (Permissibility) ہے:

اس سے معلوم ہوا کہ ہر چیز میں اصل اباحت ہے، کیونکہ اللہ عَزَّوَجَلَّ نے ہر چیز ہمارے رزق کے لئے پیدا فرمائی، ان میں سے جسے حرام فرمادیا وہ حرام ہے اور جسے حلال فرمایا یا جس سے سکوت فرمایا وہ حلال ہے۔ قرآنِ پاک میں ہے:

''هُوَ الَّذِیْ خَلَقَ لَكُمْ مَّا فِی الْاَرْضِ جَمِیْعًا'' (بقرہ: ۲۹)

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اس نے جو کچھ زمین میں ہے سب تمہارے لئے بنایا۔

حضرت سلمان رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، نبی اکرم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا ''حلال وہ ہے جسے اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں حلال کیا اور حرام وہ ہے جسے اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں حرام کیا اور جس سے خاموشی فرمائی تو وہ اس میں سے ہے جس سے معافی دی۔

(ترمذی، کتاب اللباس، باب ماجاء فی لبس الفراء، ۳/۲۸۰، الحدیث: ۱۷۳۲)

حضرت علامہ ملا علی قاری رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ فرماتے ہیں ''اس حدیث سے معلوم ہوا کہ اشیاء میں اصل اباحت ہے۔ (یعنی جس چیز کی حلت و حرمت سے متعلق قرآن و حدیث میں خاموشی ہو وہ حلال ہے۔)

(مرقاۃ المفاتیح، کتاب الاطعمۃ، الفصل الثانی، ۸/۵۷، تحت الحدیث: ۴۲۲۸)

وَ هُوَ الَّذِیْۤ اَنْشَاَ جَنّٰتٍ مَّعْرُوْشٰتٍ وَّ غَیْرَ مَعْرُوْشٰتٍ وَّ النَّخْلَ وَ الزَّرْعَ مُخْتَلِفًا اُكُلُهٗ وَ الزَّیْتُوْنَ وَ الرُّمَّانَ مُتَشَابِهًا وَّ غَیْرَ مُتَشَابِهٍؕ-كُلُوْا مِنْ ثَمَرِهٖۤ اِذَاۤ اَثْمَرَ وَ اٰتُوْا حَقَّهٗ یَوْمَ حَصَادِهٖ ﳲ وَ لَا تُسْرِفُوْاؕ-اِنَّهٗ لَا یُحِبُّ الْمُسْرِفِیْنَ(141)

ترجمہ: اور وہی ہے جس نے کچھ باغات زمین پر پھیلے ہوئے اور کچھ نہ پھیلے ہوئے (تنوں والے) اور کھجور اور کھیتی کو پیدا کیا جن کے کھانے مختلف ہیں اور زیتون اور انار (کو پیدا کیا، یہ سب) کسی بات میں آپس میں ملتے ہیں اور کسی میں نہیں ملتے۔ جب وہ درخت پھل لائے تو اس کے پھل سے کھاؤ اور اس کی کٹائی کے دن اس کا حق دو اور فضول خرچی نہ کرو بیشک وہ فضول خرچی کرنے والوں کو پسند نہیں فرماتا۔

عشر کا ثبوت:

یہاں فصلوں کا حق ادا کرنے کا حکم ہے، اس میں سب سے اول تو عشر یعنی پیداوار کا دسواں حصہ یا نصف عشر یعنی پیداوار کا بیسواں حصہ داخل ہے اور اس کے علاوہ مساکین کو کچھ پھل وغیرہ دینا بھی پیداوار کے حقوق میں آتا ہے۔

زمین کی ہر پیداوار میں زکوٰۃ ہے:

اِس آیت میں اس بات کی دلیل بھی ہے کہ ہر پیداوار میں زکوٰۃ ہے، چاہے

پیداوار کم ہو یا زیادہ، اس کے پھل سال تک رہیں یا نہ رہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں کسی قید کے بغیر فرمایا "وَاٰتُوْا حَقَّهٗ یَوْمَ حَصَادِهٖ" اور اس کی کٹائی کے دن اس کا حق دو۔ اور حضرت عبداللہ بن عمر رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: "جو زمین بارش، نہر اور چشموں سے سیراب ہو اس میں عشر ہے اور جو پانی کھینچ کر سیراب کی جائے اس میں نصف عشر ہے۔

(ابن ماجہ، کتاب الزکاۃ، باب صدقۃ الزروع والثمار، ۲/۳۸۹، الحدیث: ۱۸۱۷)

ثَمٰنِیَةَ اَزْوَاجٍۚ-مِنَ الضَّاْنِ اثْنَیْنِ وَ مِنَ الْمَعْزِ اثْنَیْنِؕ-قُلْ ءٰٓالذَّكَرَیْنِ حَرَّمَ اَمِ الْاُنْثَیَیْنِ اَمَّا اشْتَمَلَتْ عَلَیْهِ اَرْحَامُ الْاُنْثَیَیْنِؕ-نَبِّـٴُـوْنِیْ بِعِلْمٍ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِیْنَ(143)

ترجمہ: (اللہ نے) آٹھ نر و مادہ جوڑے (پیدا کئے۔) ایک جوڑا بھیڑ سے اور ایک جوڑا بکری سے۔ تم فرماؤ، کیا اس نے دونوں نر حرام کیے یا دونوں مادہ یا وہ جسے دونوں مادہ جانور پیٹوں میں لئے ہوئے ہیں؟ اگر تم سچے ہو تو علم کے ساتھ بتاؤ۔

دلیل دینا حرمت کا دعویٰ کرنے والے پر لازم ہے:

اس سے معلوم ہوا کہ حلت کا دعویٰ کرنے والے سے دلیل نہ مانگی جائے گی بلکہ حرمت کا دعویٰ کرنے والے پر دلیل لانا لازم ہے۔ آج کل بدمذہب ہم سے ہر چیز کی

حلت پر دلیل مانگتے ہیں اور خود حرمت کی دلیل نہیں پیش کرتے۔ یہ اصول قرآن کے صریح خلاف ہے۔ خود غور کرلیں کہ اللہ تعالیٰ نے ان جانوروں کے حرام ماننے والوں سے دلیل مانگی ہے یا حلال سمجھنے والوں سے۔

قُلْ لَّاۤ اَجِدُ فِیْ مَاۤ اُوْحِیَ اِلَیَّ مُحَرَّمًا عَلٰى طَاعِمٍ یَّطْعَمُهٗۤ اِلَّاۤ اَنْ یَّكُوْنَ مَیْتَةً اَوْ دَمًا مَّسْفُوْحًا اَوْ لَحْمَ خِنْزِیْرٍ فَاِنَّهٗ رِجْسٌ اَوْ فِسْقًا اُهِلَّ لِغَیْرِ اللّٰهِ بِهٖۚ- فَمَنِ اضْطُرَّ غَیْرَ بَاغٍ وَّ لَا عَادٍ فَاِنَّ رَبَّكَ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ(145)

ترجمہ: تم فرماؤ، جو میری طرف وحی کی جاتی ہے، اُس میں کسی کھانے والے پر میں کوئی کھانا حرام نہیں پاتا مگر یہ کہ مردار ہو یا رگوں میں بہنے والا خون ہو یا سور کا گوشت ہو کیونکہ وہ ناپاک ہے یا وہ نافرمانی کا جانور ہو جس کے ذبح میں غیرُاللہ کا نام پکارا گیا ہو تو جو مجبور ہو جائے (اور اس حال میں کھائے کہ) نہ خواہش (سے کھانے) والا ہو اور نہ ضرورت سے بڑھنے والا تو بے شک آپ کا رب بخشنے والا مہربان ہے۔

کھانے والے پر چار طرح کا کھانا حرام ہے

یعنی اے حبیب! صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم، آپ ان جاہل مشرکوں سے جو حلال چیزوں کو اپنی من مرضی سے حرام کرلیتے ہیں فرمادو کہ ”جو میری طرف وحی کی جاتی ہے میں اس میں کسی کھانے والے پر کوئی کھانا حرام نہیں پاتا سوائے ان چار کے (1) مردار۔ (2) رگوں

میں بہنے والا خون۔ (3) سور کا گوشت اور (4) نافرمانی کا جانور یعنی جس کو اللہ عَزَّوَجَلَّ کے علاوہ کسی اور کے نام پر ذبح کیا گیا ہو۔ لٰہذا تمہارا اُن دیگر چیزوں کو حرام کہنا باطل ہے جن کی حرمت اللہ کی طرف سے نہ آئی۔

{فَمَنِ اضْطُرَّ: توجو مجبور ہو جائے۔} یعنی مذکورہ بالا چیزیں کھانا حرام ہے لیکن اگر کوئی مجبور ہو اور ضرورت اُسے ان چیزوں میں سے کسی کے کھانے پر مجبور کر دے اور وہ اس حال میں کھائے کہ نہ خواہش سے کھانے والا ہو اور نہ ضرورت سے بڑھنے والا تو بے شک رب کریم عَزَّوَجَلَّ بخشنے والا، مہربان ہے اور وہ اِس پر کوئی مؤاخذہ نہ فرمائے گا۔

حرام جانوروں کے بیان پر مشتمل آیت سے متعلق چند احکام:

مجموعی طور پر اس آیت کے متعلق چند احکام ہیں:

(1)... حرمت شریعت کی جانب سے ثابت ہوتی ہے نہ کہ ہوائے نفس سے۔

(2)... جما ہوا خون یعنی تلی کلیجی حلال ہے کیونکہ یہ بہتا ہوا خون نہیں لیکن بہتا ہوا خون نکل کر جم جائے وہ بھی حرام ہے کہ وہ بہتا ہوا ہی ہے اگرچہ عارضی طور پر جم گیا۔

(3)... ہر نجس چیز حرام ہے مگر ہر حرام چیز نجس نہیں۔

(4)... سور کی ہر چیز کھال وغیرہ سب حرام ہے کیونکہ وہ نجس ُالعین ہے۔

(5)... سور کی کوئی چیز ذبح کرنے یا پکانے سے پاک نہیں ہو سکتی۔

(6)... جانور کی زندگی میں اس پر کسی کے نام پکارنے کا اعتبار نہیں، ذبح کے وقت کا اعتبار ہے۔

(7)... بتوں کے نام پر جانور ذبح کرنا فسقِ اعتقادی یعنی کفر ہے اس لئے یہاں فِسْقًا ارشاد ہوا۔

(8)... مجبوری کی حالت میں مردار وغیرہ چیزیں بقدرِ ضرورت حلال ہوں گی اور مجبوری سے مراد جان جانے یا عُضْو ضائع ہوجانے کا ظنِ غالب ہونا ہے۔

(9)... اگر اندازے میں غلطی کرکے ضرورت سے زیادہ ایک آدھ لقمہ کھالیا تو پکڑ نہ ہوگی۔

وَ عَلَى الَّذِيْنَ هَادُوْا حَرَّمْنَا كُلَّ ذِيْ ظُفُرٍ ۚ وَ مِنَ الْبَقَرِ وَ الْغَنَمِ حَرَّمْنَا عَلَيْهِمْ شُحُوْمَهُمَاۤ اِلَّا مَا حَمَلَتْ ظُهُوْرُهُمَاۤ اَوِ الْحَوَايَاۤ اَوْ مَا اخْتَلَطَ بِعَظْمٍ ؕ ذٰلِكَ جَزَيْنٰهُمْ بِبَغْيِهِمْ ۖ وَ اِنَّا لَصٰدِقُوْنَ (146)

ترجمہ: اور ہم نے یہودیوں پر ہر ناخن والا جانور حرام کردیا اور ہم نے ان پر گائے اور بکری کی چربی حرام کردی سوائے اس چربی کے جو ان کی پیٹھ کے ساتھ یا انتڑیوں سے لگی ہو یا جو چربی ہڈی سے ملی ہوئی ہو۔ ہم نے یہ ان کی سرکشی کا بدلہ دیا اور بیشک ہم ضرور سچے ہیں۔

یہودی اپنی سرکشی کے باعث ان چیزوں سے محروم کئے گئے:

(1)...ہر ناخن والا جانور

یہاں ناخن سے مراد انگلی ہے خواہ انگلیاں بیچ سے پھٹی ہوں جیسے کتا اور درندے یا نہ پھٹی ہوں بلکہ کھر کی صورت میں ہوں جیسے اونٹ، شترمرغ اور بطخ وغیرہ۔ بعض مفسرین کا قول ہے کہ یہاں بطورِ خاص شترمرغ، بطخ اور اُونٹ مراد ہیں۔

(2)...گائے اور بکری کی چربی

یہودیوں پر گائے، بکری کا گوشت وغیرہ حلال تھا لیکن ان کی چربی حرام تھی البتہ جو چربی گائے بکری کی پیٹھ میں لگی ہو یا آنت یا ہڈی سے ملی ہو وہ ان کے لئے حلال تھی۔ یہودی چونکہ اپنی سرکشی کے باعث ان چیزوں سے محروم کئے گئے تھے لہٰذا یہ چیزیں اُن پر حرام رہیں اور ہماری شریعت میں گائے بکری کی چربی اور اونٹ، بطخ اور شترمرغ حلال ہیں، اسی پر صحابۂ کرام اور تابعین رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُم کا اجماع ہے۔

(تفسیرات احمدیہ، الانعام، تحت الآیۃ:۱۴۶، ص۴۰۴-۴۰۵)

سابقہ شریعتوں کے سخت احکام ہم پر جاری نہیں:

اس سے معلوم ہوا کہ گزشتہ شریعتوں کے وہ احکام جو بطورِ سزا جاری کئے گئے تھے وہ ہمارے لئے لائقِ عمل نہیں اگرچہ نص میں مذکور ہو جائیں کیونکہ یہ امتِ مرحومہ ہے، پچھلی امتوں کے سخت احکام ہم پر جاری نہیں۔

فَلَا تَشْهَدْ مَعَهُمْ ۚ وَ لَا تَتَّبِعْ اَهْوَآءَ الَّذِیْنَ كَذَّبُوْا بِاٰیٰتِنَا وَ الَّذِیْنَ لَا یُؤْمِنُوْنَ بِالْاٰخِرَةِ وَ هُمْ بِرَبِّهِمْ یَعْدِلُوْنَ(150)

ترجمہ: تم فرماؤ، اپنے وہ گواہ لے آؤ جو گواہی دیں کہ اللہ نے اس چیز کو حرام کیا ہے (جسے تم حرام کہتے ہو) پھر اگر وہ گواہی دے بیٹھیں تو اے سننے والے! تو ان کے ساتھ گواہی نہ دینا اور ان لوگوں کی خواہشوں کے پیچھے نہ چلنا جو ہماری آیتوں کو جھٹلاتے ہیں اور جو آخرت پر ایمان نہیں لاتے اور وہ اپنے رب کے برابر ٹھہراتے ہیں۔

جھوٹی گواہی اور اس کی تصدیق حرام ہے:

اس سے معلوم ہوا کہ جھوٹی گواہی بھی حرام ہے اور اس کی تصدیق و تائید بھی اور جھوٹے آدمی کی وکالت بھی کیونکہ گناہ کے کام میں مدد کرنا بھی گناہ ہے اور احادیث میں اس کی سخت وعیدیں بھی بیان ہوئی ہیں، چنانچہ

حضرت عبداللہ بن عباس رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا سے روایت ہے، نبی کریم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا ''جس نے کسی ظالم کے باطل کام پر اس کی مدد کی تاکہ وہ اس کے باطل کام کے اِرتکاب کی وجہ سے حق کو باطل کر دے تو وہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کے ذمہ سے بری ہے۔

(معجم الاوسط، من اسمہ ابراہیم، ۲/۱۸۰، الحدیث: ۲۹۴۴)

حضرت عبداللہ بن عمر رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا سے روایت ہے، حضورِ اقدس صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا ’’جس نے کسی جھگڑے پر ناحق مدد کی تو وہ تب تک اللہ تعالیٰ کے شدید غضب میں رہے گا جب تک (اس مدد کو) چھوڑ نہیں دیتا۔

(مستدرک، کتاب الاحکام، لاتجوز شہادۃ بدوی علی صاحب قریۃ، ۵/۱۳۵، الحدیث: ۷۱۳۳)

قُلْ تَعَالَوْا اَتْلُ مَا حَرَّمَ رَبُّكُمْ عَلَیْكُمْ اَلَّا تُشْرِكُوْا بِهٖ شَیْــٴًـا وَّ بِالْوَالِدَیْنِ اِحْسَانًاۚ-وَ لَا تَقْتُلُوْۤا اَوْلَادَكُمْ مِّنْ اِمْلَاقٍؕ-نَحْنُ نَرْزُقُكُمْ وَ اِیَّاهُمْۚ-وَ لَا تَقْرَبُوا الْفَوَاحِشَ مَا ظَهَرَ مِنْهَا وَ مَا بَطَنَۚ-وَ لَا تَقْتُلُوا النَّفْسَ الَّتِیْ حَرَّمَ اللّٰهُ اِلَّا بِالْحَقِّؕ-ذٰلِكُمْ وَصّٰىكُمْ بِهٖ لَعَلَّكُمْ تَعْقِلُوْنَ(151)

ترجمہ: تم فرماؤ، آؤ میں تمہیں پڑھ کر سناؤں جو تم پر تمہارے رب نے حرام کیا وہ یہ کہ اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہراؤ اور ماں باپ کے ساتھ بھلائی کرو اور مفلسی کے باعث اپنی اولاد قتل نہ کرو، ہم تمہیں اور انہیں سب کو رزق دیں گے اور ظاہری و باطنی بے حیائیوں کے پاس نہ جاؤ اور جس جان (کے قتل) کو اللہ نے حرام کیا ہے اسے ناحق نہ مارو۔ تمہیں یہ حکم فرمایا ہے تاکہ تم سمجھ جاؤ۔

آیت میں بیان کردہ نو چیزوں کی حرمت بیان

اس آیت اور اس سے اگلی آیت میں اللہ تعالیٰ نے 9 چیزوں کی حرمت بیان فرمائی ہے (1) اللہ عَزَّوَجَلَّ کے ساتھ کسی کو شریک ٹھہرانا۔ (2) ماں باپ کے ساتھ بھلائی نہ کرنا۔ (3) مفلسی کے باعث اپنی اولاد قتل کرنا۔ (4) بے حیائی کے کام کرنا چاہے ظاہری ہوں یا باطنی۔ (5) ناحق قتل کرنا۔ (6) یتیم کے مال میں بے جا تَصَرُّف کرنا۔ (7) ناپ تول میں کمی کرنا۔ (8) ناحق بات کہنا۔ (9) اللہ عَزَّوَجَلَّ سے کئے ہوئے عہد کو پورا نہ کرنا۔ اس کا بیان یہ ہے کہ اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہراؤ کیونکہ یہ کائنات کا بدترین جھوٹ اور صریح ناشکری و احسان فراموشی ہے۔ ماں باپ کے ساتھ بھلائی کرو کیونکہ تم پر ان کے بہت سے حقوق ہیں، اُنہوں نے تمہاری پرورش کی، تمہارے ساتھ شفقت اور مہربانی کا سلوک کیا، تمہاری ہر خطرے سے نگہبانی کی، اُن کے حقوق کا لحاظ نہ کرنا اور اُن کے ساتھ حسنِ سلوک کا ترک کرنا حرام ہے۔

کافر ماں باپ (Non Muslim parents) کے حقوق کی ادائیگی کا حکم

معلوم ہوا کہ ماں باپ اگرچہ کافر ہوں ان کے ماں باپ ہونے کی حیثیت سے جو حقوق ہیں انہیں ادا کرنا ضروری ہے۔ اس احسان میں والدین کے ساتھ تمام قسم کے اچھے سلوک داخل ہیں۔ ان کا ادب، لحاظ، ان پر ضرورت کے وقت مال خرچ کرنا، مسلمان ہونے کی صورت میں بعدِ وفات ان کیلئے ایصالِ ثواب سب داخل ہیں۔

قتلِ برحق کی صورتیں اور ایک اہم تنبیہ:

چند صورتیں ایسی ہیں کہ جن میں حاکمِ اسلام کیلئے مجرم کو قتل کرنے کی اجازت ہے جیسے قاتل کو قصاص میں، شادی شدہ زانی کو رجم میں اور مرتد کو سزا کے طور پر قتل کرنا البتہ یہ یاد رہے کہ قتلِ برحق کی جو صورتیں بیان ہوئیں ان پر عام لوگ عمل نہیں کر سکتے بلکہ اس کی اجازت صرف حاکمِ اسلام کو ہے۔

وَ لَا تَقْرَبُوْا مَالَ الْیَتِیْمِ اِلَّا بِالَّتِیْ هِیَ اَحْسَنُ حَتّٰى یَبْلُغَ اَشُدَّهٗ ۚ-وَ اَوْفُوا الْكَیْلَ وَ الْمِیْزَانَ بِالْقِسْطِ ۚ-لَا نُكَلِّفُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَهَا ۚ-وَ اِذَا قُلْتُمْ فَاعْدِلُوْا وَ لَوْ كَانَ ذَا قُرْبٰى ۚ-وَ بِعَهْدِ اللّٰهِ اَوْفُوْا ؕ-ذٰلِكُمْ وَصّٰىكُمْ بِهٖ لَعَلَّكُمْ تَذَكَّرُوْنَ (152)

ترجمہ: اور یتیموں کے مال کے پاس نہ جاؤ مگر بہت اچھے طریقہ سے حتّٰی کہ وہ اپنی جوانی (کی عمر) کو پہنچ جائے اور ناپ اور تول انصاف کے ساتھ پورا کرو۔ ہم کسی جان پر اس کی طاقت کے برابر ہی بوجھ ڈالتے ہیں اور جب بات کرو تو عدل کرو اگرچہ تمہارے رشتے دار کا معاملہ ہو اور اللہ ہی کا عہد پورا کرو۔ (اللہ نے) تمہیں یہ تاکید فرمائی ہے تاکہ نصیحت حاصل کرو۔

(یتیموں سے متعلق مزید احکام سورہ نساء کی ابتدائی چند آیات میں گزر چکے ہیں۔)

ناپ تول میں کمی کا شرعی حکم

یعنی ناپ تول میں کمی نہ کرو کیونکہ یہ حرام ہے۔

قُلْ اِنَّنِیْ هَدٰىنِیْ رَبِّیْۤ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِیْمٍ ﱛ دِیْنًا قِیَمًا مِّلَّةَ اِبْرٰهِیْمَ حَنِیْفًاۚ-وَ مَا كَانَ مِنَ الْمُشْرِكِیْنَ(161)

ترجمہ: تم فرماؤ، بیشک مجھے میرے رب نے سیدھے راستے کی طرف ہدایت فرمائی، (یہ) مضبوط دین ہے جو ہر باطل سے جدا ابراہیم کی ملت ہے اور وہ مشرکوں میں سے نہیں تھے۔

انبیاء کرام عَلَیْهِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام سے کفار کے الزام اٹھانا سنتِ الٰہیہ ہے

اس سے معلوم ہوا کہ پیغمبروں سے کفار کے الزام اٹھانا سنتِ الٰہیہ ہے، جو ان کی عزت و عظمت پر اپنی جان و مال، تحریر، تقریر صرف کرتا ہے وہ اللہ عَزَّوَجَلَّ کے نزدیک مقبول ہے۔ رب تعالیٰ نے حضرت ابراہیم عَلَیْهِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام سے کفار کا یہ الزام دفع فرمایا کہ آپ عَلَیْهِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام مَعَاذَ اللہ مشرک تھے۔

سورۃ الاعراف

وَ الْوَزْنُ یَوْمَىٕذِ ﹰالْحَقُّۚ-فَمَنْ ثَقُلَتْ مَوَازِیْنُهٗ فَاُولٰٓىٕكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ(8)

ترجمہ: اور اس دن وزن کرنا ضرور برحق ہے تو جن کے پلڑے بھاری ہوں گے تو وہی لوگ فلاح پانے والے ہوں گے۔

میزان سے متعلق دو اہم باتیں:

یہاں میزان کے بارے میں دو اہم باتیں ذہن نشین رکھیں:

(1)...صحیح اور متواتر احادیث سے یہ ثابت ہے کہ قیامت کے دن ایک میزان لاکر رکھی جائے گی جس میں دو پلڑے اور ایک ڈنڈی ہوگی۔ اس پر ایمان لانا اور اسے حق سمجھنا ضروری ہے، رہی یہ بات کہ اس میزان کے دونوں پلڑوں کی نوعیت اور کیفیت کیا ہوگی اور اس سے وزن معلوم کرنے کا طریقہ کیا ہوگا؟ یہ سب ہماری عقل اور فہم کے دائرے سے باہر ہے اور نہ ہم اسے جاننے کے مُکَلَّف ہیں، ہم پر غیب کی چیزوں پر ایمان لانا فرض ہے، ان کی نوعیت اور کیفیت اللہ تعالیٰ اور اس کا رسول صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم بہتر جانتے ہیں۔

(2)...میزان کو اس معروف ترازو میں مُنْحَصِر سمجھ لینا درست نہیں، اس دنیا میں

ہی دیکھ لیں کہ مختلف پیشوں سے وابستہ افراد کے ترازو جدا جدا ہیں، جب اس دنیا میں مختلف قسم کے ترازو ہیں جن سے نظر آنے والی اور نہ نظر آنے والی چیزوں کا وزن اور درجے کا فرق معلوم ہو جاتا ہے تو اللہ تعالیٰ قادرِ مُطْلَق ہے، اس کیلئے کیا مشکل ہے کہ وہ قیامت کے دن ایک ایسا حسی اور مقداری میزان قائم فرما دے جس سے بندوں کے اعمال کا وزن، درجات اور مراتب کا فرق ظاہر ہو جائے۔

یٰبَنِیْۤ اٰدَمَ لَا یَفْتِنَنَّكُمُ الشَّیْطٰنُ كَمَاۤ اَخْرَجَ اَبَوَیْكُمْ مِّنَ الْجَنَّةِ یَنْزِعُ عَنْهُمَا لِبَاسَهُمَا لِیُرِیَهُمَا سَوْاٰتِهِمَاؕ-اِنَّهٗ یَرٰىكُمْ هُوَ وَ قَبِیْلُهٗ مِنْ حَیْثُ لَا تَرَوْنَهُمْؕ-اِنَّا جَعَلْنَا الشَّیٰطِیْنَ اَوْلِیَآءَ لِلَّذِیْنَ لَا یُؤْمِنُوْنَ(27)

ترجمہ: اے آدم کی اولاد! تمہیں شیطان فتنہ میں نہ ڈالے جیسے اس نے تمہارے ماں باپ کو جنت سے نکال دیا، ان دونوں سے ان کے لباس اتروا دیئے تاکہ انہیں ان کی شرم کی چیزیں دکھا دے۔ بیشک وہ خود اور اس کا قبیلہ تمہیں وہاں سے دیکھتے ہیں جہاں سے تم انہیں نہیں دیکھتے۔ بیشک ہم نے شیطانوں کو ایمان نہ لانے والوں کا دوست بنا دیا ہے۔

مخلوق کے لئے وسیع علم و قدرت ماننا شرک نہیں:

اس آیتِ مبارکہ سے یہ بھی معلوم ہے کہ شیطان کا علم اور اس کی قدرت بہت وسیع ہے کہ ہر زبان میں ہر جگہ، ہر آدمی کو وسوسے ڈالنے کی طاقت رکھتا ہے، اس سے

معلوم ہوا کہ اس قدر وسیع علم و قدرت ماننا شرک نہیں بلکہ قرآن سے ثابت ہے لیکن ان لوگوں پر افسوس ہے جو شیطان کی وسعتِ علم کو تو فوراً مان لیتے ہیں لیکن حضورِ اقدس صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے لئے ایسا وسیع علم ماننے کو شرک قرار دیتے ہیں۔

یٰبَنِیۡۤ اٰدَمَ خُذُوۡا زِیۡنَتَکُمۡ عِنۡدَ کُلِّ مَسۡجِدٍ وَّ کُلُوۡا وَ اشۡرَبُوۡا وَ لَا تُسۡرِفُوۡا ۚ۔ اِنَّہٗ لَا یُحِبُّ الۡمُسۡرِفِیۡنَ (31)

ترجمہ: اے آدم کی اولاد! ہر نماز کے وقت اپنی زینت لے لو اور کھاؤ اور پیو اور حد سے نہ بڑھو بیشک وہ حد سے بڑھنے والوں کو پسند نہیں فرماتا۔

نماز کے لیے زینت کرنے کا شرعی حکم:

سُنّت یہ ہے کہ آدمی بہتر ہیئت کے ساتھ نماز کے لئے حاضر ہو کیونکہ نماز میں رب عَزَّوَجَلَّ سے مناجات ہے تو اس کے لئے زینت کرنا اور عطر لگانا مستحب ہے جیسا کہ سترِ عورت اور طہارت واجب ہے۔

قیمتی لباس میں نماز:

امامِ اعظم ابو حنیفہ حضرت نعمان بن ثابت رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ نمازِ تہجد کے لئے بیش قیمت قمیص، پاجامہ، عمامہ اور چادر پہنتے تھے جس کی قیمت ڈیڑھ ہزار درہم تھی، آپ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ ہر رات تہجد ایسے لباس میں پڑھتے تھے اور فرماتے تھے کہ ”جب ہم لوگوں سے اچھے لباس میں ملتے ہیں تو اللہ تعالیٰ سے اعلیٰ لباس میں ملاقات

کیوں نہ کریں۔ (روح البیان، الاعراف، تحت الآیۃ:۳۱، ۳/۱۵۴ ملخصًا)

آیت ”خُذُوْا زِیْنَتَكُمْ“ سے معلوم ہونے والے احکام:

سترِ عورت ہر حال میں واجب ہے:

اس آیت میں ستر چھپانے اور کپڑے پہننے کا حکم دیا گیا اور اس میں دلیل ہے کہ سترِ عورت نماز، طواف بلکہ ہر حال میں واجب ہے۔ اور یہ بھی معلوم ہوا کہ نماز جہاں تک ہو سکے اچھے لباس میں پڑھے اور مسجد میں اچھی حالت میں آئے۔ بدبو دار کپڑے، بدبودار منہ لے کر مسجد میں نہ آئے۔ ایسے ہی ننگا مسجد میں داخل نہ ہو۔

ترکِ دنیا عبادت نہیں بلکہ ترکِ گناہ عبادت ہے

اس سے معلوم ہوا کہ محض ترکِ دنیا عبادت نہیں ترکِ گناہ عبادت ہے۔

اشیاء کی حلت و حرمت کا اصول:

آیت میں اس بات کی دلیل ہے کہ کھانے اور پینے کی تمام چیزیں حلال ہیں سوائے اُن کے جن پر شریعت میں دلیلِ حرمت قائم ہو کیونکہ یہ قاعدہ مقررہ مُسَلَّمہ ہے کہ تمام اشیاء میں اصل اباحت ہے مگر جس پر شارع نے ممانعت فرمائی ہو اور اس کی حرمت دلیلِ مستقل سے ثابت ہو۔

قُلْ مَنْ حَرَّمَ زِیْنَةَ اللّٰهِ الَّتِیْۤ اَخْرَ جَ لِعِبَادِهٖ وَ الطَّیِّبٰتِ مِنَ الرِّزْقِؕ-قُلْ هِیَ لِلَّذِیْنَ اٰمَنُوْا فِی الْحَیٰوةِ الدُّنْیَا خَالِصَةً یَّوْمَ الْقِیٰمَةِؕ-كَذٰلِكَ نُفَصِّلُ

الْاٰیٰتِ لِقَوْمٍ یَّعْلَمُوْنَ(32)

ترجمہ: تم فرماؤ: اللہ کی اس زینت کو کس نے حرام کیا جو اس نے اپنے بندوں کے لئے پیدا فرمائی ہے؟ اور پاکیزہ رزق کو (کس نے حرام کیا؟) تم فرماؤ: یہ دنیا میں ایمان والوں کے لئے ہے، قیامت میں تو خاص انہی کے لئے ہوگا۔ ہم اسی طرح علم والوں کے لئے تفصیل سے آیات بیان کرتے ہیں۔

حرمت کے لئے دلیل کی ضرورت ہے

اس آیت سے معلوم ہوا کہ جس چیز کو شریعت حرام نہ کرے وہ حلال ہے۔ حرمت کے لئے دلیل کی ضرورت ہے جبکہ حلت کے لئے کوئی دلیل خاص ضروری نہیں۔

مسئلہ: آیت اپنے عموم پر ہے اور کھانے کی ہر چیز اس میں داخل ہے کہ جس کی حرمت پر نص وارد نہ ہوئی ہو۔ (خازن، الاعراف، تحت الآیۃ: ۳۲، ۲/۸۹)

آیت "قُلْ مَنْ حَرَّمَ زِیْنَةَ اللّٰهِ" کی روشنی میں چند لوگوں کو نصیحت:

اس آیتِ مبارکہ کی روشنی میں بہت سے لوگوں کو اپنی اصلاح کی ضرورت ہے۔

(1)...حلال اشیاء میں بلاوجہ تحقیق کرنے کا شرعی حکم:

پہلے نمبر پر وہ لوگ جو اپنے زہد و تقویٰ کے گھمنڈ میں لوگوں کی حلال اشیاء میں بھی تحقیق کر کے ان کی دل آزاری کرتے ہیں۔ یہ سخت ناجائز اور سراسر تقویٰ کے خلاف

ہے۔ چنانچہ اعلیٰ حضرت رَحْمَۃُاللہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ فرماتے ہیں: شرعِ مطہر میں مصلحت کی تحصیل سے مفسدہ کا ازالہ مقدم تر ہے مثلاً مسلمان نے دعوت کی (اور) یہ اس کے مال وطعام کی تحقیقات کررہے ہیں "کہاں سے لایا؟ کیونکر پیدا کیا؟ حلال ہے یا حرام؟ کوئی نجاست تو اس میں نہیں ملی ہے کہ بیشک یہ باتیں وحشت دینے والی ہیں اور مسلمان پر بدگمانی کرکے ایسی تحقیقات میں اُسے ایذا دینا ہے خصوصاً اگر وہ شخص شرعاً معظم ومحترم ہو، جیسے عالمِ دین یا سچا مرشد یا ماں باپ یا استاذ یا ذی عزت مسلمان سردارِ قوم تو اِس نے (تحقیقات کر کے) اور بے جا کیا، ایک تو بدگمانی دوسرے مُوحش (یعنی وحشت میں ڈالنے والی) باتیں، تیسرے بزرگوں کا ترکِ ادب۔ اور (یہ خواہ مخواہ کا متقی بننے والا) یہ گمان نہ کرے کہ خفیہ تحقیقات کرلوں گا، حاشا وکلّا! اگر اسے خبر پہنچی اور نہ پہنچنا تعجب ہے کہ آج کل بہت لوگ پرچہ نویس (یعنی باتیں پھیلانے والے) ہیں تو اس میں تنہا بَرُو (یعنی اکیلے میں اس سے) پوچھنے سے زیادہ رنج کی صورت ہے کَمَا ھُوَ مُجَرَّبٌ مَعْلُوْمٌ (جیسا کہ تجربہ سے معلوم ہے۔ ت) نہ یہ خیال کرے کہ احباب کے ساتھ ایسا برتاؤ برتوں گا "ہیہات" احبا (دوستوں) کو رنج دینا کب روا ہے؟ اور یہ گمان کہ شاید ایذا نہ پائے، ہم کہتے ہیں "شاید ایذا پائے، اگر ایسا ہی شاید پر عمل ہے تو اُس کے مال وطعام کی حلت وطہارت میں شاید پر کیوں نہیں عمل کرتا۔ مع ہذا اگر ایذا نہ بھی ہُوئی اور اُس نے براہِ بے تکلفی بتادیا تو ایک مسلمان کی پردہ دری ہوئی کہ شرعاً

ناجائز۔ غرض ایسے مقامات میں ورع واحتیاط کی دو ہی صورتیں ہیں یا تواس طور پر بچ جائے کہ اُسے (یعنی مہمان نواز کو) اجتناب ودامن کشی پر اطلاع نہ ہو یا سوال وتحقیق کرے تواُن امور میں جن کی تفتیش مُوجِبِ ایذا نہیں ہوتی مثلاً کسی کا جوتا پہنے ہے وضو کر کے اُس میں پاؤں رکھنا چاہتا ہے دریافت کرلے کہ پاؤں تر ہیں یوں ہی پہن لوں وعلٰی ہذا القیاس یا کوئی فاسق بیباک مجاہر معلن اس درجہ وقاحت وبے حیائی کو پہنچا ہوا ہو کہ اُسے نہ بتا دینے میں باک ہو، نہ دریافت سے صدمہ گزرے، نہ اُس سے کوئی فتنہ متوقع ہو نہ اظہارِ ظاہر میں پردہ دَری ہو تو عندالتحقیق اُس سے تفتیش میں بھی حرج نہیں ، ورنہ ہرگز بنامِ ورع واحتیاط مسلمانوں کی نفرت ووحشت یا اُن کی رُسوائی وفضیحت یا تجسّس عیوب ومعصیت کا باعث نہ ہو کہ یہ سب امور ناجائز ہیں اور شکوک وشبہات میں ورع نہ برتنا ناجائز نہیں۔ عجب کہ امرِ جائز سے بچنے کے لئے چند ناروا باتوں کا ارتکاب کرے یہ بھی شیطان کا ایک دھوکا ہے کہ اسے محتاط بننے کے پردے میں محض غیر محتاط کر دیا۔ اے عزیز! مداراتِ خلق والفت وموانست اہم امور سے ہے۔

(فتاوی رضویہ، ۴/۵۲۶-۵۲۷)

(2)... دوسرے نمبر پر ان لوگوں کو سبق حاصل کرنا چاہیے۔ جو خود تو اپنے نفس پر سختی کرنے کی خاطر لذیذ غذاؤں کو ترک کرتے ہیں لیکن دوسرا شخص اگر ان غذاؤں کو استعمال کرتا ہے تو اسے نہایت نفرت وحقارت کی نگاہ سے دیکھتے ہیں۔ یہ بھی سراسر

حرام ہے، چنانچہ اعلیٰ حضرت رَحْمَۃُاللہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ فرماتے ہیں: بچنا چاہے (تو) بہتر وافضل اور نہایت محمود عمل مگر اس کے ورع کا حکم صرف اسی کے نفس پر ہے نہ کہ اس کے سبب اصلِ شے کو ممنوع کہنے لگے یا جو مسلمان اُسے استعمال کرتے ہوں اُن پر طعن واعتراض کرے، اُنہیں اپنی نظر میں حقیر سمجھے، اس سے تو اس ورع کا ترک ہزار درجہ بہتر تھا کہ شرع پر افترا اور مسلمانوں کی تشنیع وتحقیر سے تو محفوظ رہتا۔

(فتاوی رضویہ، ۴/۵۴۹)

ایک اور مقام پر فرمایا: ”فقیر غفر اللہ تعالٰی لہ، نے آج تک اُس شکر کی صورت دیکھی، نہ کبھی اپنے یہاں منگائی، نہ آگے منگائے جانے کا قصد، مگر بایں ہمہ ہرگز ممانعت نہیں مانتا، نہ جو مسلمان استعمال کریں اُنہیں آثم خواہ بیباک جانتا ہے، نہ تو ورع واحتیاط کا نام بدنام کرکے عوام مومنین پر طعن کرے، نہ اپنے نفس ذلیل مہین رذیل کے لئے اُن پر ترفّع وتعلّی روا رکھے۔ (فتاوی رضویہ، ۴/۵۵۱-۵۵۲)

(3)... تقویٰ حلال چیزوں سے نہیں بلکہ حرام سے بچنے کا نام ہے

تیسرے نمبر پر وہ لوگ جو گیارہویں، میلاد شریف، بزرگوں کی فاتحہ، عرس، مجالس شہادت وغیرہ کی شیرینی اور سبیل وغیرہ کے شربت کو ممنوع وحرام کہتے ہیں وہ بھی اس آیت کے صریح خلاف کرکے گناہ گار ہوتے ہیں کیونکہ یہ چیزیں حلال ہیں اور انہیں ممنوع کہنا اپنی رائے کو دین میں داخل کرنا ہے اور یہی بدعت وضلالت ہے۔ اس

سے معلوم ہوا کہ تقویٰ یہ نہیں کہ انسان لذیذ حلال چیزیں چھوڑ دے بلکہ حرام سے بچنا تقویٰ ہے۔ حلال نعمتیں خوب کھاؤ پیو، محرمات سے بچو۔ نیز یہ بھی یاد رکھنا چاہیے کہ لذّات کو ترک کرنے کے معاملے میں اعتدال کو پیشِ نظر رکھنا چاہیے چنانچہ حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا فرماتے ہیں، نبی اکرم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے مجھ سے ارشاد فرمایا: ”اے عبداللہ ! مجھے بتایا گیا ہے کہ تم دن کو روزے رکھتے اور رات کو قیام کرتے ہو۔ میں نے عرض کی: یا رسولَ اللہ !صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم، کیوں نہیں ؟ ارشاد فرمایا: ”ایسا نہ کرو، بلکہ روزے رکھو اور چھوڑ بھی دیا کرو، قیام کرو اور سویا بھی کرو کیونکہ تمہارے جسم کا تم پر حق ہے، تمہاری آنکھ کا تم پر حق ہے، تمہاری بیوی کا تم پر حق ہے اور تمہارے مہمان کا تم پر حق ہے۔ تمہارے لئے یہی کافی ہے کہ تم ہر مہینے میں تین روزے رکھ لیا کرو کیونکہ ہر نیکی کا اجر دس گنا ہے تو یہ ہمیشہ روزے رکھنے کی طرح ہو جائے گا۔ میں نے اصرار کیا تو مجھے زیادہ کی اجازت دی گئی۔ میں نے پھر عرض کی: یا رسولَ اللہ ! صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم، اپنے میں زیادہ طاقت پاتا ہوں۔ ارشاد فرمایا: اللہ عَزَّوَجَلَّ کے نبی حضرت داوٗد عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام والے روزے رکھ لو اور ان سے زیادہ نہ رکھنا۔ میں نے عرض کی: اللہ عَزَّوَجَلَّ کے نبی حضرت داوٗد عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے روزے کس طرح تھے ؟ ارشاد فرمایا: ایک دن رکھنا اور ایک دن چھوڑ دینا۔ بڑھاپے کے دنوں میں حضرت عبداللہ بن عمرو رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا نے فرمایا: کاش میں نبی کریم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے اجازت دینے کو قبول کر

لیتا۔ (بخاری، کتاب الصوم، باب حق الجسم فی الصوم، ۱/۶۴۹، الحدیث:۱۹۷۵)

حضرت ابوہریرہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، رسولُ اللہ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ”بے شک دین آسان ہے، اور جو اس سے مقابلہ کرے گا تو دین ہی اس پر غالب آئے گا، پس تم سیدھے رہو اور بشارت قبول کرو۔

(بخاری، کتاب الایمان، باب الدین یسر، ۱/۲۶، الحدیث:۳۹)

قُلْ اِنَّمَا حَرَّمَ رَبِّیَ الْفَوَاحِشَ مَا ظَهَرَ مِنْهَا وَ مَا بَطَنَ وَ الْاِثْمَ وَ الْبَغْیَ بِغَیْرِ الْحَقِّ وَ اَنْ تُشْرِكُوْا بِاللّٰهِ مَا لَمْ یُنَزِّلْ بِهٖ سُلْطٰنًا وَّ اَنْ تَقُوْلُوْا عَلَى اللّٰهِ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ(33)

ترجمہ: تم فرماؤ، میرے رب نے تو ظاہری باطنی بے حیائیاں اور گناہ اور ناحق زیادتی کو حرام قرار دیا ہے اور اسے کہ تم اللہ کے ساتھ اس چیز کو شریک قرار دو جس کی اللہ نے کوئی دلیل نہیں اتاری اور یہ کہ تم اللہ پر وہ باتیں کہو جس کا تم علم نہیں رکھتے۔

جن چیزوں کو اُس نے حرام فرمایا وہ یہ ہیں جو اللہ تعالیٰ بیان فرماتا ہے

(1) بے حیائیاں، چاہے ظاہری ہوں یا باطنی، قولی ہوں یا فعلی۔ (2) گناہ۔ (3) ناحق زیادتی۔ (4) ہر طرح کا کفر و شرک۔

فواحش کسے کہتے ہیں:

ہر وہ قول اور فعل جو برا اور فحش ہو اسے فاحشہ کہتے ہیں (خازن، الاعراف، تحت الآیۃ: ۳۳، ۲/ ۸۹) آیت میں ”اَلْفَوَاحِشَ“ سے مراد ہر کبیرہ گناہ ہے، جو علانیہ کیا جائے وہ ”مَا ظَهَرَ“ یعنی ظاہری ہے اور جو خفیہ کیا جائے وہ ”مَا بَطَنَ“ یعنی باطنی ہے۔ ایک قول یہ ہے کہ ”فَوَاحِشَ“ سے وہ گناہ مراد ہیں جن میں شرعی سزا لازم نہ ہو اور ایک قول یہ ہے کہ اس سے مراد زنا ہے، جو بدکاری علی الاعلان ہو (جیسے اجرت دے کر پیشہ ور عورتوں سے بدکاری کرنا، کلبوں اور ہوٹلوں سے کال گرلز، سوسائٹی گرلز بک کر کے بدکاری کرنا) یہ ”مَا ظَهَرَ“ ہے اور جو زنا خفیہ طریقے سے کیا جائے جیسے کسی جوان لڑکی یا عورت سے عشق و محبت کے نتیجے میں یا پیار کا جھانسا دے کر زنا کرنا، یہ ”مَا بَطَنَ“ ہے۔ (تفسیر کبیر، الاعراف، تحت الآیۃ: ۳۳، ۵/ ۲۳۲)

ظاہری و باطنی بے حیائیوں کو حرام قرار دیئے جانے کی وجہ:

حضرت عبداللہ بن مسعود رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، رسولُ اللہ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ”اللہ عَزَّوَجَلَّ سے زیادہ کوئی غیور نہیں، اسی لئے اللہ تعالیٰ نے تمام ظاہری اور باطنی فَوَاحِشَ یعنی بے حیائیوں کو حرام کر دیا۔

(مسلم، کتاب التوبۃ، باب غیرۃ اللہ تعالی وتحریم الفواحش، ص۱۴۷۵، الحدیث: ۳۲(۲۷۶۰))

حضرت سعد بن عبادہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے فرمایا: ”اگر میں کسی کو اپنی بیوی کے ساتھ دیکھ لوں تو تلوار کی دھار سے اس کی جان نکال کے رکھ دوں۔ جب یہ بات

رسولُ اللہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے سنی تو ارشاد فرمایا: ”تم سعد کی غیرت پر تعجب کرتے ہو! حالانکہ اللہ تعالیٰ کی قسم! میں اُن سے زیادہ غیرت مند ہوں اور اللہ تعالیٰ مجھ سے زیادہ غیور ہے، اسی غیرت کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے بے حیائی کے کاموں کو حرام فرما دیا ہے، چاہے بے حیائی ظاہر ہو یا پوشیدہ۔

(بخاری، کتاب التوحید، باب قول النبی صلی اللہ علیہ وسلم لاشخص اغیر من اللہ، ۵۴۴/۴، الحدیث: ۷۴۱۶)

{ وَ الْاِثْمَ: اور گناہ۔} فواحش کی طرح ”اَلْاِثْمَ“ کی تفسیر میں بھی چند قول ہیں

(1) ہر صغیرہ گناہ ”اَلْاِثْمَ“ ہے۔

(2) وہ گناہ کہ جس پر شرعی سزا لازم نہ ہو ”اَلْاِثْمَ“ ہے۔

(3) ہر گناہ ”اَلْاِثْمَ“ ہے چاہے صغیرہ ہو یا کبیرہ۔

(خازن، الاعراف، تحت الآیۃ: ۳۳، ۹۰/۲)

وَ بَیْنَهُمَا حِجَابٌۚ-وَ عَلَى الْاَعْرَافِ رِجَالٌ یَّعْرِفُوْنَ كُلًّۢا بِسِیْمٰىهُمْۚ-وَ نَادَوْا اَصْحٰبَ الْجَنَّةِ اَنْ سَلٰمٌ عَلَیْكُمْ- لَمْ یَدْخُلُوْهَا وَ هُمْ یَطْمَعُوْنَ(46)

ترجمہ: اور جنت و دوزخ کے درمیان میں ایک پردہ ہے اور اعراف پر کچھ مرد ہوں گے جو سب کو ان کی پیشانیوں سے پہچانیں گے اور وہ جنتیوں کو پکاریں گے کہ تم پر سلام ہو۔ یہ اعراف والے خود جنت میں داخل نہ ہوئے ہوں

گے اور اس کی طمع رکھتے ہوں گے۔

دور سے سننا شرک نہیں:

اس آیت میں فرمایا گیا اعراف والے جنتیوں کو پکاریں گے ۔جنت و جہنم میں لاکھوں میل کا فاصلہ ہے لیکن اس کے باوجود وہ ایک دوسرے کی آواز سن لیں گے ، اس سے معلوم ہوا کہ دور سے سن لینا کوئی ایسی بات نہیں جو مخلوق کیلئے ماننے سے شرک لازم آئے کیونکہ شرک کی حقیقت دنیا و آخرت کے اعتبار سے مختلف نہیں ہوتی یعنی یہ نہیں ہوسکتا ہے کہ دنیا میں ایک چیز شرک ہو لیکن قیامت میں وہ شرک نہ رہے، لہٰذا جو لوگ انبیاء و اولیاء کے دور سے سننے کے عقیدے پر شرک کے فتوے دیتے ہیں انہیں غور کرلینا چاہیے بلکہ خود قرآنِ پاک میں ہے کہ حضرت سلیمان عَلَیْهِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے دور سے چیونٹی کی باتیں سن لیں، چنانچہ فرمایا:

’’ فَتَبَسَّمَ ضَاحِكًا مِّنْ قَوْلِهَا ‘‘ (النمل:۱۹)

ترجمۂ کنزُالعِرفان: ’’چیونٹی کی آواز سن کر سلیمان مسکرا دیئے‘‘

اَهٰۤؤُلَآءِ الَّذِیْنَ اَقْسَمْتُمْ لَا یَنَالُهُمُ اللّٰهُ بِرَحْمَةٍؕ-اُدْخُلُوا الْجَنَّةَ لَا خَوْفٌ عَلَیْكُمْ وَ لَاۤ اَنْتُمْ تَحْزَنُوْنَ(49)

ترجمہ: کیا یہی وہ لوگ ہیں جن کے متعلق تم قسمیں کھاکر کہتے تھے کہ اللہ ان پر رحمت نہیں کرے گا (ان سے تو فرمایا گیا ہے کہ) تم جنت میں داخل ہوجاؤ تم

پر نہ کوئی خوف ہے اور نہ تم غمگین ہو گے۔

غریبوں کا مذاق اڑانا اور ایذائے مسلم کا شرعی حکم:

اس سے معلوم ہوا کہ دنیا میں مومن کی فقیری یا کافر کی امیری سے دھوکا نہ کھانا چاہیے نیز کسی غریب کی غربت کا مذاق نہیں اُڑانا چاہیے۔ غریبوں کی بے کسی کا مذاق اڑانا کافروں کا طریقہ ہے۔ قرآنِ پاک میں کئی جگہ موجود ہے کہ کفار مسلمانوں کو غریب ہونے کی وجہ سے طعنے دیتے تھے۔ مسلمان کو غربت کے طعنے دینا ایذاءِ مسلم اور حرام فعل ہے۔ ایذاءِ مسلم کے مُرتکب لوگوں کو اِس حدیثِ مبارک سے عبرت حاصل کرنی چاہیے۔ چنانچہ حضرت ابو ہریرہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، سرکارِ دو عالم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: "کیا تم جانتے ہو کہ مُفلس کون ہے؟ صحابۂ کرام رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُم نے عرض کی: ہم میں مفلس وہ ہے کہ جس کے پاس درہم اور ساز و سامان نہ ہو۔ ارشاد فرمایا: "میری اُمت میں مفلس وہ ہے جو قیامت کے دن نماز، روزہ اور زکوٰۃ (وغیرہ اعمال) لے کر آئے اور اس کا حال یہ ہو کہ اس نے (دنیا میں) اِسے گالی دی، اُسے تہمت لگائی، اِس کا مال کھایا، اُس کا خون بہایا، اُسے مارا۔ اِس کی نیکیوں میں سے کچھ اُس مظلوم کو دے دی جائیں گی اور کچھ اِس مظلوم کو، پھر اگر اس کے ذمہ حقوق کی ادائیگی سے پہلے اس کی نیکیاں (اس کے پاس سے) ختم ہو جائیں تو ان مظلوموں کی خطائیں لے کر اس ظالم پر ڈال دی جائیں گی، پھر اسے آگ میں پھینک دیا جائے گا۔

(مسلم، کتاب البر والصلۃ والآداب، باب تحریم الظلم، ص ۱۳۹۴، الحدیث: ۵۹(۲۵۸۱))

اِنَّ رَبَّكُمُ اللّٰهُ الَّذِیْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضَ فِیْ سِتَّةِ اَیَّامٍ ثُمَّ اسْتَوٰى عَلَى الْعَرْشِ۫-یُغْشِی الَّیْلَ النَّهَارَ یَطْلُبُهٗ حَثِیْثًاۙ-وَّ الشَّمْسَ وَ الْقَمَرَ وَ النُّجُوْمَ مُسَخَّرٰتٍۭ بِاَمْرِهٖؕ-اَلَا لَهُ الْخَلْقُ وَ الْاَمْرُؕ-تَبٰرَكَ اللّٰهُ رَبُّ الْعٰلَمِیْنَ(54)

ترجمہ: بیشک تمہارارب اللہ ہے جس نے آسمان اور زمین چھ دن میں بنائے پھر عرش پر استواء فرمایا جیسا اس کی شان کے لائق ہے، رات دن کو ایک دوسرے سے ڈھانپ دیتا ہے کہ (ایک) دوسرے کے پیچھے جلد جلد چلا آرہا ہے اور اس نے سورج اور چاند اور ستاروں کو بنایا اس حال میں کہ سب اس کے حکم کے پابند ہیں ۔ سن لو! پیدا کرنا اور تمام کاموں میں تصرف کرنا اسی کے لائق ہے۔ اللہ بڑی برکت والا ہے جو سارے جہانوں کا رب ہے۔

استوا کا مفہوم اور صحیح عقیدہ:

استواء کا لغوی معنیٰ تو ہے کہ کسی چیز کا کسی چیز سے بلند ہونا، کسی چیز کا کسی چیز پر بیٹھنا۔ یہاں آیت میں کیا مراد ہے اس کے بارے میں علماءِ کرام نے بہت مُفَصَّل کلام فرمایا ہے۔ ہم یہاں اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان رَحْمَةُ اللهِ تَعَالٰی عَلَيْهِ کی ایک تصنیف کی روشنی میں ایک خلاصہ بیان کرتے ہیں جس سے اس آیت اور اس طرح کی جتنی بھی

آیات ہیں ان کے بارے میں صحیح عقیدہ واضح ہوجائے۔ چنانچہ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ فرماتے ہیں ''اَنْسَب (یعنی زیادہ مناسب) یہی ہے کہ آیاتِ مُتَشابہات سے ظاہر اً سمجھ آنے والے معنی کو ایک مناسب وملائم معنی کی طرف جو کہ مُحکمات سے مطابق اور محاورات سے موافق ہو پھیر دیا جائے تاکہ فتنے اور گمراہی سے نجات پائیں، یہ مسلک بہت سے متاخرین علماء کا ہے کہ عوام کی حالت کے پیشِ نظر اسے اختیار کیا ہے، اسے ''مسلکِ تاویل'' کہتے ہیں، یہ علماء آیت ''ثُمَّ اسْتَوٰى عَلَى الْعَرْشِ'' کی تاویل کئی طرح سے فرماتے ہیں ان میں چار وجہیں نفیس و واضح ہیں:

اول: استواء بمعنی ''قہر و غلبہ'' ہے، یہ معنی زبانِ عرب سے ثابت و پیدا (ظاہر) ہے، عرش سب مخلوقات سے اوپر اور اونچا ہے اس لئے اس کے ذکر پر اکتفاء فرمایا اور مطلب یہ ہوا کہ اللہ عَزَّوَجَلَّ تمام مخلوقات پر قاہر و غالب ہے۔

دوم: استواء بمعنی ''عُلُوّ'' ہے، اور علو اللہ عَزَّوَجَلَّ کی صفت ہے، علوِ مکان صفت نہیں بلکہ علوِ مالکیت و سلطان صفت ہے۔

سوم: استواء بمعنی ''قصد و ارادہ'' ہے، یعنی پھر عرش کی طرف متوجہ ہوا یعنی اس کی آفرینش کا ارادہ فرمایا یعنی اس کی تخلیق شروع کی۔

چہارم: استواء بمعنی ''فراغ و تمامی کار'' ہے، یعنی سلسلہ خلق و آفرینش کو عرش پر ختم فرمایا، اس سے باہر کوئی چیز نہ پائی، دنیا و آخرت میں جو کچھ بنایا اور بنائے گا دائرہ عرش

سے باہر نہیں کہ وہ تمام مخلوق کو حاوی ہے۔“(فتاوی رضویہ،۲۹/۱۲۴-۱۲۶ ملخصًا)

مزید تفصیل کے لئے فتاویٰ رضویہ کی 29ویں جلد میں موجود سیدی اعلیٰ حضرت امام اہلسنّت شاہ امام احمد رضا خان رَحْمَۃُاللہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ کا رسالہ مبارکہ ”قَوَارِعُ الْقَھَّار عَلَی الْمُجَسَّمَۃِ الْفُجَّار “(اللہ تعالیٰ کے لئے جسم ثابت کرنے والے فاجروں کا رد) کا مطالعہ فرمائیں۔

اُدْعُوْا رَبَّكُمْ تَضَرُّعًا وَّ خُفْیَةً ؕ-اِنَّهٗ لَا یُحِبُّ الْمُعْتَدِیْنَ(55)

ترجمہ: اپنے رب سے گڑگڑاتے ہوئے اور آہستہ آواز سے دعا کرو۔ بیشک وہ حد سے بڑھنے والے کو پسند نہیں فرماتا۔

دعا میں حد سے بڑھنے کی صورتیں:

یاد رہے کہ دعا میں حد سے بڑھنے کی مختلف صورتیں ہیں جیسے انبیاءِ کرام عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کا مرتبہ مانگنا یا آسمان پر چڑھنے کی دعا کرنا، اسی طرح جو چیزیں محال یا قریب بہ محال ہیں ان کی دعا کرنا، ہمیشہ کے لئے تندرستی اور عافیت مانگنا، ایسے کام کے بدلنے کی دعا مانگنا جس پر قلم جاری ہو چکا مثلاً لمبا آدمی کہے میرا قد کم ہو جائے یا چھوٹی آنکھوں والا کہے کہ میری آنکھیں بڑی ہو جائیں۔ اسی طرح گناہ کی دعا مانگنا، رشتہ داروں سے تعلقات ٹوٹ جانے کی دعا کرنا، اللہ تعالیٰ سے حقیر چیز مانگنا، لَغْو اور بے فائدہ دعا مانگنا، رنج و مصیبت سے گھبرا کر اپنے مرنے کی دعا کرنا، صحیح شرعی غرض کے بغیر کسی کی

موت یا بربادی کی دعا مانگنا، کسی مسلمان پر اللہ تعالیٰ کا غضب نازل ہونے یا اسے جہنم میں داخل کئے جانے کی دعا مانگنا، سب مسلمانوں کے سب گناہ بخشے جانے کی دعا مانگنا اور کافر کی مغفرت کی دعا کرنا وغیرہ۔ (اور یہ سب ناجائز ہیں)

نوٹ: دعا کے فضائل، آداب، قبولیت کے اسباب، قبولیت کے اوقات، قبولیت کے مقامات، قبولیت کی راہ میں حائل رکاوٹوں اور ممنوع دعاؤں وغیرہ کی معلومات حاصل کرنے کے لئے اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان رَحْمَۃُاللہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ کے والد ماجد حضرت علامہ مولانا نقی علی خان رَحْمَۃُاللہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ کی تصنیف ”اَحْسَنُ الْوِعَاءِ لِاٰدَابِ الدُّعَا“ (دعا کے فضائل و آداب اور اس سے متعلقہ احکام پر بے مثال تحقیق) کا مطالعہ کیجئے۔

قَالَ یٰقَوْمِ لَیْسَ بِیْ سَفَاهَةٌ وَّ لٰكِنِّیْ رَسُوْلٌ مِّنْ رَّبِّ الْعٰلَمِیْنَ(67) اُبَلِّغُكُمْ رِسٰلٰتِ رَبِّیْ وَ اَنَا لَكُمْ نَاصِحٌ اَمِیْنٌ(68)

ترجمہ: (ہود نے) فرمایا: اے میری قوم! میرے ساتھ بے وقوفی کا کوئی تعلق نہیں ۔ میں تو ربُّ العالمین کا رسول ہوں ۔ میں تمہیں اپنے رب کے پیغامات پہنچاتا ہوں اور میں تمہارے لئے قابلِ اعتماد خیر خواہ ہوں۔

سورہِ اعراف کی آیت نمبر 67 اور 68 سے معلوم ہونے والے مسائل:

اس آیت سے دو مسئلے معلوم ہوئے،

(1)...بیوقوف کی جہالت پر بُردباری کا مظاہرہ کرنا سنتِ انبیاء عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام ہے
جاہل اور بیوقوف لوگوں کی بد تمیزی و جہالت پر بُردباری کا مظاہرہ کرنا سنتِ انبیاء عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام ہے۔

(2)...ضرورت کے موقع پر اپنے منصب وکمال کا ظاہر کرنے کا شرعی حکم
اہلِ علم وکمال کو ضرورت کے موقع پر اپنے منصب وکمال کا اظہار جائز ہے۔

وَ لُوْطًا اِذْ قَالَ لِقَوْمِهٖۤ اَتَاْتُوْنَ الْفَاحِشَةَ مَا سَبَقَكُمْ بِهَا مِنْ اَحَدٍ مِّنَ الْعٰلَمِیْنَ(80)

ترجمہ: اور (ہم نے) لوط کو بھیجا، جب اس نے اپنی قوم سے کہا: کیا تم وہ بے حیائی کرتے ہو جو تم سے پہلے جہان میں کسی نے نہیں کی۔

لواطت (Homosexuality/Sodomy) کا شرعی حکم:

اس آیت سے معلوم ہوا کہ اغلام بازی حضرت لوط عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی قوم کی ایجاد ہے اسی لئے اسے "لواطت" کہتے ہیں۔ یہ بھی معلوم ہوا کہ لڑکوں سے بدفعلی حرام قطعی ہے اور اس کا منکر کافر ہے۔ نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کی احادیث میں لواطت کی شدید مذمت بیان کی گئی ہے، چنانچہ

(1)...حضرت جابر بن عبداللہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، سیدُ المرسلین صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: "کہ مجھے تم پر قومِ لوط والے عمل کا سب سے زیادہ خوف ہے۔

(ابن ماجہ، کتاب الحدود، باب من عمل عمل قوم لوط، ۳/۲۳۰، الحدیث: ۲۵۶۳)

(2)... حضرت عبداللہ بن عباس رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا سے روایت ہے، تاجدارِ رسالت صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے تین بار ارشاد فرمایا: ''لَعَنَ اللہُ مَنْ عَمِلَ عَمَلَ قَوْمِ لُوْطٍ'' اس شخص پر اللہ تعالیٰ کی لعنت ہو جو قومِ لوط والا عمل کرے۔

(سنن الکبری للنسائی، ابواب التعزیرات والشہود، من عمل عمل قوم لوط، ۴/۳۲۲، الحدیث: ۷۳۳۷)

(3)... حضرت عبداللہ بن عباس رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا سے روایت ہے، نبی اکرم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ''جس شخص کو قومِ لوط والا عمل کرتے پاؤ تو کرنے والے اور کروانے والے دونوں کو قتل کر دو۔

(ابوداود، کتاب الحدود، باب فیمن عمل عمل قوم لوط، ۴/۲۱۱، الحدیث: ۴۴۶۲)

لواطت (Homosexuality/Sodomy) کی عقلی اور طبی خباثتیں:

لواطت کا عمل عقلی اور طبی دونوں اعتبار سے بھی انتہائی خبیث ہے، عقلی اعتبار سے اس کی ایک خباثت یہ ہے کہ یہ عمل فطرت کے خلاف ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فطری اعتبار سے مرد کو عمل کرنے والا اور عورت کو خاص مقام میں عمل قبول کرنے والا بنایا ہے اور لواطت انسان تو انسان جانوروں کی بھی فطرت کے خلاف ہے کہ جانور بھی شہوت پوری کرنے کے لئے نر کی طرف یا مادہ کے خاص مقام کے علاوہ کی طرف نہیں بڑھتا، اس لئے لواطت کرنے والا اپنی فطرت کے خلاف چل رہا ہے اور فطرت کے

خلاف چلنا عقلی اعتبار سے انتہائی قبیح ہے۔

دوسری خباثت یہ ہے کہ اس کی وجہ سے نسلِ انسانی میں اضافہ رک جاتا ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے نسلِ انسانی میں اضافے کا یہ طریقہ مقرر فرمایا ہے کہ مرد اور عورت دونوں میں شہوت رکھی اور اس شہوت کی تسکین کے لئے جائز عورت کو ذریعہ بنایا، جب یہ اپنی شہوت پوری کرتے ہیں تو اس کے نتیجے میں عورت حاملہ ہو جاتی اور کچھ عرصے بعد اس کے ہاں ایک انسان کی پیدائش ہوتی ہے اور اس طرح انسانوں کی تعداد میں اضافہ ہوتا رہتا ہے۔ اب اگر شہوت کو اس کے اصل ذریعے کی بجائے کسی اور ذریعے سے تسکین دی جائے تو اس کا نتیجہ یہ ہو گا کہ نسلِ انسانی میں اضافہ رک جائے گا اور اس صورت میں انتہائی سنگین مسائل کا سامنا کرنا پڑے گا، جیسے وہ ممالک جن میں لواطت کے عمل کو رواج دیا گیا ہے آج ان کا حال یہ ہو چکا ہے کہ وہ دوسرے ممالک کے لوگوں کو اپنے ہاں بلوا کر اور انہیں آسائشیں دے کر اپنے ملک کے لوگوں کی تعداد بڑھانے پر مجبور ہیں۔

تیسری خباثت یہ ہے کہ اس عمل کی وجہ سے انسانیت ختم ہو جاتی ہے کیونکہ مرد کا عورت سے اپنی شہوت کو پورا کرنا جانوروں کے شہوانی عمل سے مشابہت رکھتا ہے لیکن مرد و عورت کے اس عمل کو صرف اس لئے اچھا قرار دیا گیا ہے کہ وہ اولاد کے حصول کا سبب ہے اور جب کسی ایسے طریقے سے شہوت کو پورا کیا جائے جس میں

اولاد حاصل ہونا ممکن نہ ہو تو یہ انسانیت نہ رہی بلکہ نری حیوانیت بن گئی اور کسی کا مرتبۂ انسانی سے گر کر حیوانوں میں شامل ہونا عقلی اعتبار سے انتہائی قبیح ہے۔

چوتھی خباثت یہ ہے کہ لواطت کا عمل ذلت و رسوائی اور آپس میں عداوت اور نفرت پیدا ہونے کا ایک سبب ہے جبکہ شوہر کا اپنی بیوی کے ساتھ جماع کرنا عزت کا ذریعہ اور ان میں الفت و محبت بڑھنے کا سبب ہے، جیسا کہ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

''وَ مِنْ اٰیٰتِهٖۤ اَنْ خَلَقَ لَكُمْ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ اَزْوَاجًا لِّتَسْكُنُوْۤا اِلَیْهَا وَ جَعَلَ بَیْنَكُمْ مَّوَدَّةً وَّ رَحْمَةً'' (روم:۲۱)

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور اس کی نشانیوں سے ہے کہ اس نے تمہارے لئے تمہاری ہی جنس سے جوڑے بنائے تاکہ تم ان کی طرف آرام پاؤ اور تمہارے درمیان محبت اور رحمت رکھی۔

اور عقلِ سلیم رکھنے والے کے نزدیک وہ عمل ضرور خبیث ہے جو ذلت و رسوائی اور نفرت و عداوت پیدا ہونے کا سبب بنے۔

طبی طور پر اس کی خباثت کے لئے یہی کافی ہے کہ انسان کی قوتِ مُدافعت ختم کر کے اسے انتہائی کَرب کی زندگی گزارنے پر مجبور کر دینے والا اور ابھی تک لاعلاج مرض پھیلنے کا بہت بڑا سبب لواطت ہے اور جن ممالک میں لواطت کو قانونی شکل دے کر

عام کرنے کی کوشش کی گئی ہے ان میں دیگر ممالک کے مقابلے میں ایڈز کے مرض میں مبتلا افراد کی تعداد بھی زیادہ ہے۔

اور اس کی دوسری طبی خباثت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے عورت کے رحم میں منی کو جذب کرنے کی زبردست قوت رکھی ہے اور جب مرد اپنی بیوی کے ساتھ جماع کرتا ہے تو اس کے جسم کا جو حصہ عورت کے جسم میں جاتا ہے تو رحم اس سے منی کے تمام قطرات جذب کرلیتا ہے جبکہ عورت اور مرد کے پچھلے مقام میں منی جذب کرنے کی صلاحیت نہیں رکھی گئی اور جب مرد لواطت کا عمل کرتا ہے تو اِس کے بعد لواطت کے عمل کے لئے استعمال کئے گئے جسم کے حصے میں منی کے کچھ قطرات رہ جاتے ہیں اور بعض اوقات ان میں تَعَفُّن پیدا ہو جاتا ہے اور جسم کے اس حصے میں سوزاک وغیرہ مہلک قسم کے امراض پیدا ہو جاتے ہیں اور اس شخص کا جینا دشوار ہو جاتا ہے۔

نوٹ: حضرت لوط عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی قوم کا تفصیلی واقعہ سورہ حجر آیت 51 تا 77 میں مذکور ہے۔

وَ اَمْطَرْنَا عَلَیْهِمْ مَّطَرًاؕ-فَانْظُرْ كَیْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الْمُجْرِمِیْنَ(84)

ترجمہ: اور ہم نے ان پر بارش برسائی تو دیکھو، مجرموں کا کیسا انجام ہوا؟

آیت ”وَ اَمْطَرْنَا عَلَیْهِمْ مَّطَرًا“ سے معلوم ہونے والے مسائل:

اس آیت سے دو مسئلے معلوم ہوئے،

(1)... یہ بدکاری تمام جرموں سے بڑا جرم ہے کہ اس جرم کی وجہ سے قومِ لوط پر ایسا عذاب آیا جو دوسری عذاب پانے والی قوموں پر نہ آیا۔

(2)... تاریخ (History) پڑھنا بھی عبادت ہو سکتا ہے

مجرموں کے تاریخی حالات پڑھنا، ان میں غور کرنا بھی عبادت ہے تاکہ اپنے دل میں گناہوں سے نفرت پیدا ہو، اسی طرح محبوب قوموں کے حالات میں غور کرنا محبوب ہے تاکہ اطاعت کا جذبہ پیدا ہو۔

وَ اِلٰى مَدْيَنَ اَخَاهُمْ شُعَيْبًاؕ-قَالَ يٰقَوْمِ اعْبُدُوا اللّٰهَ مَا لَكُمْ مِّنْ اِلٰهٍ غَيْرُهٗؕ-قَدْ جَآءَتْكُمْ بَيِّنَةٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ فَاَوْفُوا الْكَيْلَ وَ الْمِيْزَانَ وَ لَا تَبْخَسُوا النَّاسَ اَشْيَآءَهُمْ وَ لَا تُفْسِدُوْا فِی الْاَرْضِ بَعْدَ اِصْلَاحِهَاؕ-ذٰلِكُمْ خَيْرٌ لَّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ(85)

ترجمہ: اور مدین کی طرف ان کے ہم قوم شعیب کو بھیجا: انہوں نے فرمایا: اے میری قوم! اللہ کی عبادت کرو اس کے سوا تمہارا کوئی معبود نہیں ، بے شک تمہارے پاس تمہارے رب کی طرف سے روشن دلیل آگئی تو ناپ اور تول پورا پورا کرو اور لوگوں کو ان کی چیزیں کم کرکے نہ دو اور زمین میں اس کی اصلاح کے بعد فساد نہ پھیلاؤ۔ یہ تمہارے لئے بہتر ہے اگر تم ایمان لاؤ۔

کفار بھی بعض احکام کے مُکَلَّف ہیں:

اس سے معلوم ہوا کہ بعض احکام کے کفار بھی مکلف ہیں کیونکہ حضرت شعیب عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے اپنی کافر قوم کو ناپ تول درست کرنے کا حکم دیا اور نہ ماننے پر عذابِ الٰہی آگیا، بلکہ قیامت میں کافروں کو نماز چھوڑنے پر بھی عذاب ہو گا جیسا کہ قرآنِ مجید میں ہے کہ جب جنتی کافروں سے پوچھیں گے کہ تمہیں کیا چیز جہنم میں لے گئی تو وہ کہیں گے:

''لَمْ نَكُ مِنَ الْمُصَلِّیْنَ '' (مدثر:۴۳)

ترجمۂ کنزُالعِرفان: ہم نمازیوں میں سے نہیں تھے۔

وَ لَا تَقْعُدُوْا بِكُلِّ صِرَاطٍ تُوْعِدُوْنَ وَ تَصُدُّوْنَ عَنْ سَبِیْلِ اللّٰهِ مَنْ اٰمَنَ بِهٖ وَ تَبْغُوْنَهَا عِوَجًاۚ-وَ اذْكُرُوْۤا اِذْ كُنْتُمْ قَلِیْلًا فَكَثَّرَكُمْ۪-وَ انْظُرُوْا كَیْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الْمُفْسِدِیْنَ(86)

ترجمہ: اور ہر راستے پر یوں نہ بیٹھو کہ راہگیروں کو ڈراؤ اور اللہ کے راستے سے ایمان لانے والوں کو روکو اور تم اس میں ٹیڑھا پن تلاش کرو اور یاد کرو جب تم تھوڑے تھے تو اس نے تمہاری تعداد میں اضافہ کر دیا اور دیکھو، فسادیوں کا کیسا انجام ہوا؟

تاریخ وسیرت (History & Biography) پڑھنا بھی عبادت ہے

{ وَ انْظُرُوْا: اور دیکھو۔} یعنی پچھلی اُمتوں کے احوال اور گزرے ہوئے زمانوں

میں سرکشی کرنے والوں کے انجام ومآل عبرت کی نگاہ سے دیکھو اور سوچو۔ ظاہر یہ ہے کہ یہ کلام بھی حضرت شعیب عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کا ہے۔ آپ اپنی قوم سے فرمارہے ہیں کہ اپنے سے پہلی امتوں کے تاریخی حالات معلوم کرنا، قوم کے بننے بگڑنے سے عبرت پکڑنا حکمِ الٰہی ہے۔ ایسے ہی بزرگانِ دین کی سوانح عمریاں اور خصوصًا حضورِ اقدس صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کی سیرتِ طیبہ کا مطالعہ بہترین عبادت ہے اس سے تقویٰ، رب عَزَّوَجَلَّ کا خوف اور عبادت کا ذوق پیدا ہوتا ہے۔

قَدِ افْتَرَیْنَا عَلَى اللّٰهِ كَذِبًا اِنْ عُدْنَا فِیْ مِلَّتِكُمْ بَعْدَ اِذْ نَجّٰىنَا اللّٰهُ مِنْهَاؕ-وَ مَا یَكُوْنُ لَنَاۤ اَنْ نَّعُوْدَ فِیْهَاۤ اِلَّاۤ اَنْ یَّشَآءَ اللّٰهُ رَبُّنَاؕ-وَسِعَ رَبُّنَا كُلَّ شَیْءٍ عِلْمًاؕ-عَلَى اللّٰهِ تَوَكَّلْنَاؕ-رَبَّنَا افْتَحْ بَیْنَنَا وَ بَیْنَ قَوْمِنَا بِالْحَقِّ وَ اَنْتَ خَیْرُ الْفٰتِحِیْنَ(89)

ترجمہ: بیشک (پھر تو) ضرور ہم اللہ پر جھوٹ باندھیں گے اگر اس کے بعد بھی ہم تمہارے دین میں آئیں جبکہ اللہ نے ہمیں اس سے بچایا ہے اور ہم مسلمانوں میں کسی کا کام نہیں کہ تمہارے دین میں آئے مگر یہ کہ ہمارا رب اللہ چاہے۔ ہمارے رب کا علم ہر چیز کو محیط ہے، ہم نے اللہ ہی پر بھروسہ کیا۔ اے ہمارے رب! ہم میں اور ہماری قوم میں حق کے ساتھ فیصلہ فرمادے اور تو سب سے بہتر فیصلہ فرمانے والا ہے۔

شیطان انبیاء عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کو گمراہ نہیں کر سکتا:

یاد رہے کہ گمراہ ہونے سے نبی عَلَیْہِ السَّلَام خارج ہیں کیونکہ وہ قطعی معصوم ہوتے ہیں اور شیطان انہیں گمراہ نہیں کر سکتا۔ رب عَزَّوَجَلَّ فرماتا ہے:

''اِنَّ عِبَادِیْ لَیْسَ لَكَ عَلَیْهِمْ سُلْطٰنٌ'' (حجر:۴۲)

ترجمۂ کنزُالعِرفان: بیشک میرے بندوں پر تیرا کچھ قابو نہیں۔

حضرت شعیب عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کا یہ فرمان کہ ''ہمارا رب اللہ عَزَّوَجَلَّ چاہے تو کچھ بھی ہوسکتا ہے۔'' درحقیقت اللہ تعالیٰ کی مَشِیَّت کے آگے سرِ تسلیم خَم کرنا ہے۔

فَتَوَلّٰى عَنْهُمْ وَ قَالَ یٰقَوْمِ لَقَدْ اَبْلَغْتُكُمْ رِسٰلٰتِ رَبِّیْ وَ نَصَحْتُ لَكُمْۚ- فَكَیْفَ اٰسٰى عَلٰى قَوْمٍ كٰفِرِیْنَ(93)

ترجمہ: تو شعیب نے ان سے منہ پھیر لیا اور فرمایا، اے میری قوم! بیشک میں نے تمہیں اپنے رب کے پیغامات پہنچادیئے اور میں نے تمہاری خیر خواہی کی تو کافر قوم پر میں کیسے غم کروں؟

مردے (Deceaseds) سنتے ہیں:

کفار کی ہلاکت کے بعد حضرت شعیب عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے ان سے جو کلام فرمایا اس سے معلوم ہوا کہ مردے سنتے ہیں۔ حضرت قتادہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں ''اللہ عَزَّوَجَلَّ کے نبی حضرت شعیب عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے اپنی قوم کو سنایا، بے

شک اللہ عَزَّوَجَلَّ کے نبی حضرت صالح عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے اپنی قوم کو سنایا اور اللہ عَزَّوَجَلَّ کی قسم! رسولِ اکرم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے اپنی قوم کو سنایا۔

(تفسیر ابن ابی حاتم، الاعراف، تحت الآیۃ: ۹۳، ۱۵۲۴/۵)

مُردوں کے سننے کی قوت سے متعلق بخاری شریف میں ہے ”جب ابوجہل وغیرہ کفار کو بدر کے کنویں میں پھینک دیا گیا تو اس وقت رسولُ اللہ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے ان سے خطاب فرمایا ” فَهَلْ وَجَدْتُّمْ مَّا وَعَدَ رَبُّكُمْ حَقًّا “ تو کیا تم نے اس وعدے کو سچا پایا جو تم سے تمہارے رب نے کیا تھا؟ حضرت عمر فاروق رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے عرض کی: یا رسولَ اللہ! صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم، آپ ایسے جسموں سے کلام فرمارہے ہیں کہ جن کے اندر روحیں نہیں۔ ارشاد فرمایا ”وَالَّذِی نَفْسُ مُحَمَّدٍ بِیَدِہٖ مَا اَنْتُمْ بِاَسْمَعَ لِمَا اَقُوْلُ مِنْهُمْ“ اس ذات کی قسم! جس کے قبضے میں محمد (صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم) کی جان ہے جو کچھ میں کہہ رہا ہوں اسے تم ان سے زیادہ نہیں سنتے۔

(بخاری، کتاب المغازی، باب قتل ابی جہل، ۱۱/۳، الحدیث: ۳۹۷۶)

وَ لَوْ اَنَّ اَهْلَ الْقُرٰۤى اٰمَنُوْا وَ اتَّقَوْا لَفَتَحْنَا عَلَیْهِمْ بَرَكٰتٍ مِّنَ السَّمَآءِ وَ الْاَرْضِ وَ لٰـكِنْ كَذَّبُوْا فَاَخَذْنٰهُمْ بِمَا كَانُوْا یَكْسِبُوْنَ(96)

ترجمہ: اور اگر بستیوں والے ایمان لاتے اور تقویٰ اختیار کرتے تو ضرور ہم ان پر آسمان اور زمین سے برکتیں کھول دیتے مگر انہوں نے تو جھٹلایا تو ہم نے

انہیں ان کے اعمال کی وجہ سے پکڑ لیا۔

مصائب کی دوری کے لئے نیک اعمال کرنے کا شرعی حکم:

اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ دنیاوی مصائب دور کرنے کے لئے نیک اعمال کرنے جائز ہیں یعنی اللہ تعالیٰ کو راضی کرنے کیلئے عمل کیا جائے تاکہ وہ اپنی رحمت فرماتے ہوئے ہماری حاجت پوری کر دے، اسی لئے بارش کیلئے نمازِ اِستسقاء اور گرہن میں نمازِ کسوف پڑھتے ہیں۔ یہاں ہم ظاہری اور باطنی مصائب کی دوری کے لئے احادیث میں مذکور چند اعمال ذکر کرتے ہیں تاکہ مسلمان ان پر عمل کر کے اپنے مصائب دور کرنے کی کوشش کریں۔

(1)...اُمُّ المؤمنین حضرت اُمِّ سلمہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْھا فرماتی ہیں: میں نے سیدُ المرسلین صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ جس مسلمان پر کوئی مصیبت آئے اور وہ اللہ تعالیٰ کے حکم کے مطابق "اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّاۤ اِلَیْهِ رٰجِعُوْنَ" پڑھے (اور یہ دعا کرے) "اَللّٰھُمَّ اْجُرْنِیْ فِیْ مُصِیْبَتِیْ وَاَخْلِفْ لِیْ خَیْرًا مِّنْھَا " اے اللہ! میری اس مصیبت پر مجھے اجر عطا فرما اور مجھے اس کا بہتر بدل عطا فرما" تو اللہ تعالیٰ اس کو اس سے بہتر بدل عطا فرمائے گا۔

(مسلم، کتاب الجنائز، باب مایقال عند المصیبۃ، ص۴۵۷، الحدیث:۳(۹۱۸))

(2)... حضرت عبداللہ بن عمر رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا سے روایت ہے، رسولُ اللہ

صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا ''یہ دل ایسے زنگ آلود ہوتے رہتے ہیں جیسے لوہا پانی لگنے سے زنگ آلود ہوجاتا ہے۔ عرض کی گئی: یارسولَ اللہ! صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم، ان دلوں کی صیقل کیا ہے؟ ارشاد فرمایا ''موت کی زیادہ یاد اور قرآنِ کریم کی تلاوت۔

(شعب الایمان، التاسع عشر من شعب الایمان۔۔۔ الخ، ۲/۳۵۲، الحدیث: ۲۰۱۴)

(3)... حضرت عبداللہ بن مسعود رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا ''جو شخص روزانہ رات کے وقت سورۂ واقعہ پڑھے تو وہ فاقے سے ہمیشہ محفوظ رہے گا۔

(شعب الایمان، التاسع عشر من شعب الایمان۔۔۔ الخ، فصل فی فضائل السور والآیات، ۲/۴۹۲، الحدیث: ۲۵۰۰)

(4)... حضرت عطاء بن ابی رباح رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں ''مجھے خبر ملی ہے کہ حضور پُر نور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا ''جو دن کے شروع میں سورۂ یٰسٓ پڑھ لے تو اس کی تمام ضرورتیں پوری ہوں گی۔

(دارمی، کتاب فضائل القرآن، باب فی فضل یٰسٓ، ۲/۵۴۹، الحدیث: ۳۴۱۸)

قَالُوْۤا اُوْذِیْنَا مِنْ قَبْلِ اَنْ تَاْتِیَنَا وَ مِنْۢ بَعْدِ مَا جِئْتَنَاؕ-قَالَ عَسٰى رَبُّكُمْ اَنْ یُّهْلِكَ عَدُوَّكُمْ وَ یَسْتَخْلِفَكُمْ فِی الْاَرْضِ فَیَنْظُرَ كَیْفَ تَعْمَلُوْنَ(129)

ترجمہ: (قوم نے) کہا: ہمیں آپ کے تشریف لانے سے پہلے بھی اور تشریف آوری کے بعد بھی ستایا گیا ہے۔ (موسیٰ نے) فرمایا: عنقریب تمہارا رب تمہارے دشمنوں کو ہلاک کردے گا اور تمہیں زمین میں جانشین بنادے گا پھر وہ دیکھے گا کہ تم کیسے کام کرتے ہو۔

حضرت موسیٰ عَلَیْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَام کے علمِ غیب کی دلیل:

اس سے معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ عَلَیْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَام کو غیب کا علم دیا تھا کہ آئندہ پیش آنے والے واقعات بلاکم و کاست بیان فرمادیئے اور جیسا آپ عَلَیْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَام نے فرمایا تھا ویسا ہی ہوا کہ فرعون اپنی قوم کے ساتھ ہلاک کردیا گیا اور بنی اسرائیل ملکِ مصر کے مالک ہوئے۔

فَاِذَا جَآءَتْهُمُ الْحَسَنَةُ قَالُوْا لَنَا هٰذِهٖۚ-وَ اِنْ تُصِبْهُمْ سَیِّئَةٌ یَّطَّیَّرُوْا بِمُوْسٰى وَ مَنْ مَّعَهٗؕ-اَلَاۤ اِنَّمَا طٰٓىٕرُهُمْ عِنْدَ اللّٰهِ وَ لٰكِنَّ اَكْثَرَهُمْ لَا یَعْلَمُوْنَ(131)

ترجمہ: تو جب انہیں بھلائی ملتی تو کہتے یہ ہمارے لئے ہے اور جب برائی پہنچتی تو اسے موسیٰ اور ان کے ساتھیوں کی نحوست قرار دیتے۔ سن لو! ان کی نحوست اللہ ہی کے پاس ہے لیکن ان میں اکثر نہیں جانتے۔

بدشگونی (Bad omens) کی مذمت اور اس کا شرعی حکم:

مشرک قوموں میں مختلف چیزوں سے برا شگون لینے کی رسم بہت پرانی ہے اوران کے تَوَہُّم پرست مزاج ہر چیز سے اثر قبول کر لیتے، جیسے کوئی شخص کسی کام کو نکلتا اور راستے میں کوئی جانور سامنے سے گزر گیا یا کسی مخصوص پرندے کی آواز کان میں پڑ جاتی تو فوراً گھر واپس لوٹ آتا، اسی طرح کسی کے آنے کو، بعض دنوں اور مہینوں کو منحوس سمجھنا ان کے ہاں عام تھا۔ اسی طرح کے تَصَوُّرات اور خیالات ہمارے معاشرے میں بھی بہت پھیلے ہوئے ہیں۔ اسلام اس طرح کی توہم پرستی کی ہر گز اجازت نہیں دیتا اور اسلام نے جہاں دیگر مشرکانہ رسموں کی جڑیں ختم کیں وہیں اس نے بدفالی کا بھی خاتمہ کر دیا۔ چنانچہ

حضرت عبداللہ بن مسعود رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، سرکارِ دوجہاں صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ’’شگون شرک ہے، شگون شرک ہے، شگون شرک ہے، ہم میں سے ہر ایک کو ایسا خیال آجاتا ہے لیکن اللہ تعالیٰ اسے ہٹا کر توکل پر قائم فرما دیتا ہے۔ (ابوداؤد، کتاب الطب، باب فی الطیرۃ، ۴/۲۳، الحدیث: ۳۹۱۰)

حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا سے روایت ہے، تاجدارِ رسالت صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ’’جسے کسی چیز کی بدفالی نے اس کے مقصد سے لوٹا دیا اُس نے شرک کیا۔ عرض کی گئی: یارسولَ اللہ! صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم، ایسا شخص کیا کفارہ دے؟ ارشاد فرمایا: ’’یہ کہے ’’اَللّٰھُمَّ لَا طَیْرَ اِلاَّ طَیْرُكَ وَلَا خَیْرَ اِلاَّ خَیْرُكَ وَلَا اِلٰہَ غَیْرُكَ‘‘ اے اللہ

تیری فال کے علاوہ اور کوئی فال نہیں، تیری بھلائی کے سوا اور کوئی بھلائی نہیں اور تیرے سوا کوئی معبود نہیں۔ (یہ الفاظ کہہ کر اپنے کام کو چلا جائے۔)

(مسند امام احمد، مسند عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ تعالی عنہما، ۱/ ۶۸۳، الحدیث: ۷۰۶۶)

احادیث میں بدشگونی کو شرک قرار دینے کا مطلب یہ ہے کہ جب کوئی شخص بدشگونی کے افعال کو مؤثِّرِ حقیقی جانے تو شرک ہے اور یا مشرکوں کا فعل ہونے کی وجہ سے زجر اور سختی سے سمجھانے کے طور پر شرک قرار دیا گیا ہے۔

بد شگونی سے متعلق تفصیلی معلومات حاصل کرنے کے لئے کتاب "بد شگونی" (مطبوعہ مکتبۃ المدینہ) کا مطالعہ فرمائیں۔

وَ لَمَّا وَقَعَ عَلَيْهِمُ الرِّجْزُ قَالُوْا يٰمُوْسَى ادْعُ لَنَا رَبَّكَ بِمَا عَهِدَ عِنْدَكَ ۚ- لَىِٕنْ كَشَفْتَ عَنَّا الرِّجْزَ لَنُؤْمِنَنَّ لَكَ وَ لَنُرْسِلَنَّ مَعَكَ بَنِيْۤ اِسْرَآءِيْلَ (134)

ترجمہ: اور جب ان پر عذاب واقع ہوتا تو کہتے، اے موسیٰ! ہمارے لیے اپنے رب سے دعا کرو اس عہد کے سبب جو اس کا تمہارے پاس ہے۔ بیشک اگر آپ ہم سے عذاب اٹھادو گے تو ہم ضرور آپ پر ایمان لائیں گے اور ضرور ہم بنی اسرائیل کو تمہارے ساتھ کردیں گے۔

اللہ عَزَّوَجَلَّ کے کام اس کے مقبول بندوں کی طرف منسوب کئے جاسکتے ہیں:

اس آیت سے معلوم ہوا کہ اللہ عَزَّوَجَلَّ کے کام اس کے مقبول بندوں کی طرف

منسوب کئے جاسکتے ہیں اور مشکلات میں اللہ عَزَّوَجَلَّ کے مقبول بندوں کی بارگاہ میں حاضر ہوکر ان سے حاجت روائی کا مطالبہ کیا جاسکتا ہے، جیسے عذاب دور کرنا اللہ تعالٰی کا کام ہے جبکہ فرعون اور اس کی قوم نے عذاب دور کرنے کی نسبت حضرت موسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی طرف کرتے ہوئے عرض کی کہ ”لَىٕنْ كَشَفْتَ عَنَّا الرِّجْزَ“ بے شک اگر آپ نے ہم سے یہ عذاب دور کردیا۔ اس نسبت پر نہ تو حضرت موسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے کوئی اعتراض کیا نہ اللہ تعالٰی نے کوئی عتاب فرمایا۔

اسی طرح بیٹا دینا اللہ عَزَّوَجَلَّ کا کام ہے جبکہ حضرت جبرئیل عَلَیْہِ السَّلَام نے اس کی نسبت اپنی طرف کرتے ہوئے حضرت مریم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْھا سے فرمایا:

”اِنَّمَاۤ اَنَا رَسُوْلُ رَبِّكِ ﳓ لِاَهَبَ لَكِ غُلٰمًا زَكِیًّا“ (مریم: ۱۹)

ترجمۂ کنزُالعِرفان: میں تو تیرے رب کا بھیجا ہوا ہوں تاکہ میں تجھے ایک پاکیزہ بیٹا عطا کروں۔

یونہی پرندوں کو پیدا کرنا، مادر زاد اندھوں کو آنکھیں دینا، کوڑھیوں کو شفایاب کرنا، مردوں کو زندہ کرنا اللہ عَزَّوَجَلَّ کا کام ہے۔ جبکہ حضرت عیسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے اسے اپنی طرف منسوب کرتے ہوئے فرمایا:

”اَنِّیْۤ اَخْلُقُ لَكُمْ مِّنَ الطِّیْنِ كَهَیْـٴَـةِ الطَّیْرِ فَاَنْفُخُ فِیْهِ فَیَكُوْنُ طَیْرًۢا بِاِذْنِ اللّٰهِ ۚ وَ اُبْرِئُ الْاَكْمَهَ وَ الْاَبْرَصَ وَ اُحْیِ الْمَوْتٰى بِاِذْنِ اللّٰهِ“ (آل

عمران: ۴۹

ترجمۂ کنزُالعِرفان: میں تمہارے لئے مٹی سے پرندے جیسی ایک شکل بناتا ہوں پھر اس میں پھونک ماروں گا تو وہ اللہ کے حکم سے فوراً پرندہ بن جائے گی اور میں پیدائشی اندھوں کو اور کوڑھ کے مریضوں کو شفا دیتا ہوں اور میں اللہ کے حکم سے مردوں کو زندہ کرتا ہوں۔

سرِ دست قرآنِ مجید سے یہ تین مقامات ذکر کئے ہیں جن میں اللہ تعالیٰ کے کاموں کو اللہ تعالیٰ کے مقبول بندوں کی طرف منسوب کیا گیا، اب صحابۂ کرام رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُم کی سیرت سے چند واقعات ملاحظہ ہوں کہ جب کبھی صحابۂ کرام رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُم کو کوئی مشکل یا مصیبت پیش آتی یا انہیں کوئی ضرورت یا حاجت درپیش ہوتی تو وہ رسولِ کریم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی طرف رجوع کرتے اور آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم سے اپنی مصیبتوں کی خلاصی اور اپنی حاجت روائی کے لئے عرض کرتے اور حضور پر نور صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم ان کی مشکلات دور کر دیتے اور حاجتیں پوری فرما دیتے تھے، چنانچہ جنگِ بدر میں حضرت عکاشہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ کی تلوار ٹوٹ گئی تو وہ تاجدارِ رسالت صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کی بارگاہ میں حاضر ہو گئے، آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے انہیں ایک چھڑی دی جوان کے ہاتھ میں پہنچتے ہی تلوار بن گئی۔

(جامع الاصول فی احادیث الرسول، الرکن الثالث، الفن الثانی، الباب الرابع، حرف العین، الفصل الاول فی

الاسمائ، القسم الاول، الفرع الاول، عکاشہ بن محصن، ۱۳/۳۲۴)

جنگِ احد کے موقع پر حضرت قتادہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ کی آنکھ تیر لگنے سے نکل گئی تو وہ ڈھیلا لے کر سرکارِ دوعالم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کی بارگاہ میں حاضر ہو گئے اور آنکھ مانگی تو آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے انہیں آنکھ عطا کر دی۔

(مصنف ابن ابی شیبہ، کتاب الفضائل، فی فضل الانصار، ۷/۵۴۲، الحدیث:۱۵)

غزوہ خیبر کے موقع پر حضرت سلمہ بن اکوع رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ اپنی ٹوٹی ہوئی پنڈلی لے کر بارگاہِ رسالت صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم میں حاضر ہوئے تو آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے اسی وقت ان کی پنڈلی کو درست کر دیا۔ (بخاری، کتاب المغازی، باب غزوۃ خیبر، ۳/۸۳، الحدیث:۴۲۰۶)

قحط سے نجات پانے کیلئے ایک صحابی رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے دعا کی درخواست کی، حضورِ اقدس صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے دعا فرمائی تو ایسی بارش برسی کہ ہفتہ بھر رکنے کا نام نہ لیا۔

(بخاری، کتاب الاستسقاء، باب الاستسقاء علی المنبر، ۱/۳۴۸، الحدیث:۱۰۱۵)

صحابۂ کرام رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُم ایک مرتبہ سفر میں پیاس سے جاں بلب ہوئے تو بارگاہِ رسالت میں حاضر ہو کر اپنی پیاس کے بارے میں عرض کی، سرکارِ کائنات صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے انگلیوں سے پانی کے چشمے بہا کر انہیں سیراب کر دیا۔

(بخاری، کتاب المناقب، باب علامات النبوۃ فی الاسلام، ۲/۴۹۵، الحدیث:۳۵۷۹)

اور حضرت ربیعہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے جنت مانگی تو انہیں جنت عطا کر دی۔

(مسلم، کتاب الصلاۃ، باب فضل السجود والحث علیہ، ص ۲۵۲، الحدیث: ۲۲۶(۴۸۹)۔)

وَ لَمَّا جَآءَ مُوْسٰى لِمِیْقَاتِنَا وَ كَلَّمَهٗ رَبُّهٗۙ-قَالَ رَبِّ اَرِنِیْۤ اَنْظُرْ اِلَیْكَؕ-قَالَ لَنْ تَرٰىنِیْ وَ لٰكِنِ انْظُرْ اِلَى الْجَبَلِ فَاِنِ اسْتَقَرَّ مَكَانَهٗ فَسَوْفَ تَرٰىنِیْۚ-فَلَمَّا تَجَلّٰى رَبُّهٗ لِلْجَبَلِ جَعَلَهٗ دَكًّا وَّ خَرَّ مُوْسٰى صَعِقًاۚ-فَلَمَّاۤ اَفَاقَ قَالَ سُبْحٰنَكَ تُبْتُ اِلَیْكَ وَ اَنَا اَوَّلُ الْمُؤْمِنِیْنَ(143)

ترجمہ: اور جب موسیٰ ہمارے وعدے کے وقت پر حاضر ہوا اور اس کے رب نے اس سے کلام فرمایا، تواس نے عرض کی: اے میرے رب! مجھے اپنا جلوہ دکھا تاکہ میں تیرا دیدار کرلوں۔ (اللہ نے) فرمایا: تو مجھے ہرگز نہ دیکھ سکے گا، البتہ اس پہاڑ کی طرف دیکھ، یہ اگر اپنی جگہ پر ٹھہرا رہا تو عنقریب تو مجھے دیکھ لے گا پھر جب اس کے رب نے پہاڑ پر اپنا نور چمکایا تو اسے پاش پاش کردیا اور موسیٰ بے ہوش ہوکر گر گئے پھر جب ہوش آیا تو عرض کی: تو پاک ہے، میں تیری طرف رجوع لایا اور میں سب سے پہلا مسلمان ہوں۔

اللہ تعالیٰ کا دیدار ناممکن نہیں:

اس آیت سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ اللہ تعالیٰ کا دیدار ممکن نہیں بلکہ اسی آیت میں اللہ تعالیٰ کا دیدار ممکن ہونے پر کئی دلائل ہیں۔

پہلی دلیل:

اگر دیدارِ الٰہی ناممکن تھا تو اس کی دعا کرنا ناجائز ہوتا اور حضرت موسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام جو کہ نبوت کے علوم و معارف اور اس کے اَسرار کے حامل ہیں وہ ہرگز یوں دعا نہ کرتے ''رَبِّ اَرِنِیْۤ اَنْظُرْ اِلَیْكَ'' اے میرے رب! مجھے اپنا جلوہ دکھا تاکہ میں تیرا دیدار کرلوں۔ اور اگر بالفرض یہ دعا ناجائز ہوتی تو اللہ تعالیٰ حضرت موسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کو ایسی دعا کرنے سے منع فرما دیتا۔

دوسری دلیل:

اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام سے فرمایا: ''لَنْ تَرٰىنِیْ: تو مجھے ہرگز نہ دیکھ سکے گا۔ اس میں اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے دیکھنے کی نفی کی ہے، یہ نہیں فرمایا کہ میرا دیکھنا ممکن نہیں۔

تیسری دلیل:

تیسری دلیل یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ''وَ لٰكِنِ انْظُرْ اِلَى الْجَبَلِ فَاِنِ اسْتَقَرَّ مَكَانَهٗ فَسَوْفَ تَرٰىنِیْ '' البتہ اس پہاڑ کی طرف دیکھ، یہ اگر اپنی جگہ پر ٹھہرا رہا تو عنقریب تو مجھے دیکھ لے گا۔ اس میں اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے دیکھنے کو پہاڑ کے اپنی جگہ برقرار رہنے پر مُعلَّق کیا اور پہاڑ کا اپنی جگہ پر برقرار رہنا فی نفسہ ممکن ہے اور جو ممکن پر موقوف ہوتا ہے وہ بھی ممکن ہوتا ہے، لہٰذا ثابت ہوا کہ حضرت موسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کا اللہ تعالیٰ کو دیکھنا ممکن تھا۔ سرِ دست یہ تین

دلائل عرض کئے ہیں، ان کے علاوہ قرآن پاک کی کئی آیات اور احادیث سے ثابت ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کا دیدار ممکن ہے اور قیامت کے دن ایمان والے اس سعادت سے بہرہ مند ہوں گے۔ صحیح بخاری میں ہے، حضرت عدی بن حاتم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، رسولُ اللہ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: "تم میں سے ہر شخص کے ساتھ اس کا رب عَزَّوَجَلَّ کلام فرمائے گا اس شخص کے اور اس کے رب عَزَّوَجَلَّ کے درمیان کوئی ترجمان ہوگا اور نہ کوئی حجاب ہوگا جو اس کے رب عَزَّوَجَلَّ کو دیکھنے سے مانع ہو۔

(بخاری، کتاب التوحید، باب قول اللہ تعالی: وجوہ یومئذ ناضرۃ۔۔۔ الخ، ۵۵۶/۴، الحدیث: ۷۴۴۳۔)

نوٹ: آخرت میں مومنوں کو اللہ تعالیٰ کا دیدار ہونے سے متعلق تفصیلی دلائل سورہ انعام کی آیت نمبر 103 کی تفسیر میں ملاحظہ فرمائیں۔

قَالَ یٰمُوْسٰۤی اِنِّی اصْطَفَیْتُكَ عَلَى النَّاسِ بِرِسٰلٰتِیْ وَ بِكَلَامِیْ ﳲ فَخُذْ مَاۤ اٰتَیْتُكَ وَ كُنْ مِّنَ الشّٰكِرِیْنَ(144)

ترجمہ: (اللہ نے) فرمایا: اے موسیٰ! میں نے اپنی رسالتوں اور اپنے کلام کے ساتھ تجھے لوگوں پر منتخب کرلیا تو جو میں نے تمہیں عطا فرمایا ہے اسے لے لو اور شکر گزاروں میں سے ہوجاؤ۔

حضرت موسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کا اپنے زمانے کے لوگوں پر انتخاب ہوا:

یاد رہے کہ آیت میں جو بیان ہوا کہ "اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ کو اپنی رسالتوں

اور اپنے کلام کے ساتھ لوگوں پر منتخب کرلیا" اس میں لوگوں سے مراد اُن کے زمانے کے لوگ ہیں اور اس میں کوئی شک نہیں کہ حضرت موسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام اپنے زمانے کے لوگوں میں سب سے زیادہ عزت و مرتبے والے، شرافت ووجاہت والے تھے کیونکہ آپ صاحبِ شریعت تھے اور آپ پر اللہ عَزَّوَجَلَّ کی کتاب تورات بھی نازل ہوئی۔ لہٰذا اس سے حضرت ابراہیم عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام اور تاجدارِ رسالت صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم پر حضرت موسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی فضیلت ثابت نہیں ہوتی۔

(خازن، الاعراف، تحت الآیۃ: ۱۴۴، ۲/۱۳۸، صاوی، الاعراف، تحت الآیۃ: ۱۴۴، ۲/۷۰۸، ملتقطاً)

سَاَصْرِفُ عَنْ اٰیٰتِیَ الَّذِیْنَ یَتَكَبَّرُوْنَ فِی الْاَرْضِ بِغَیْرِ الْحَقِّ ؕ وَ اِنْ یَّرَوْا كُلَّ اٰیَةٍ لَّا یُؤْمِنُوْا بِهَا ۚ وَ اِنْ یَّرَوْا سَبِیْلَ الرُّشْدِ لَا یَتَّخِذُوْهُ سَبِیْلًا ۚ وَ اِنْ یَّرَوْا سَبِیْلَ الْغَیِّ یَتَّخِذُوْهُ سَبِیْلًا ؕ ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ كَذَّبُوْا بِاٰیٰتِنَا وَ كَانُوْا عَنْهَا غٰفِلِیْنَ(146)

ترجمہ: اور میں اپنی آیتوں سے ان لوگوں کو پھیر دوں گا جو زمین میں ناحق اپنی بڑائی چاہتے ہیں اور اگر وہ سب نشانیاں دیکھ لیں تو بھی ان پر ایمان نہیں لاتے اور اگر وہ ہدایت کی راہ دیکھ لیں تو اسے اپنا راستہ نہیں بناتے اور اگر گمراہی کا راستہ دیکھ لیں تو اسے اپنا راستہ بنالیتے ہیں۔ یہ اس لیے کہ انہوں نے ہماری آیتوں کو جھٹلایا اور ان سے غافل رہے۔

تکبر کی تعریف (Definition) اور اس کی اَقسام:

اس آیت میں ناحق تکبر کرنے والوں کے لئے بڑی عبرت ہے۔ تکبر کی تعریف یہ ہے کہ دوسروں کو حقیر جاننا۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، رسولِ اکرم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا ''اَلْکِبْرُ بَطَرُ الْحَقِّ وَغَمْطُ النَّاسِ'' تکبر حق کی مخالفت اور لوگوں کو حقیر جاننے کا نام ہے۔

(مسلم، کتاب الایمان، باب تحریم الکبر وبیانہ، ص۶۰، الحدیث: ۱۴۷(۹۱))

امام محمد غزالی رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ فرماتے ہیں: تکبر کی تین قسمیں ہیں

(1)...وہ تکبر جو اللہ تعالیٰ کے مقابلے میں ہو جیسے ابلیس، نمرود اور فرعون کا تکبر یا ایسے لوگوں کا تکبر جو خدائی کا دعویٰ کرتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کے بندوں سے نفرت کے طور پر منہ پھیرتے ہیں۔

(2)...وہ تکبر جو اللہ تعالیٰ کے رسول کے مقابلے میں ہو، جس طرح کفارِ مکہ نے کیا اور کہا کہ ہم آپ جیسے بشر کی اطاعت نہیں کریں گے، ہماری ہدایت کے لئے اللہ تعالیٰ نے کوئی فرشتہ یا سردار کیوں نہیں بھیجا، آپ تو ایک یتیم شخص ہیں۔

(3)...وہ تکبر جو آدمی عام انسانوں پر کرے، جیسے انہیں حقارت سے دیکھے، حق کو نہ مانے اور خود کو بہتر اور بڑا جانے۔

(کیمیائے سعادت، رکن سوم: مہلکات، اصل نہم، پیدا کردن درجات کبر، ۲/۷۰۸-۷۰۷)

تکبر کی تینوں اقسام کا حکم شرعی:

اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی جناب میں تکبر کرنا کفر ہے جبکہ عام بندوں پر تکبر کرنا کفر نہیں لیکن اس کا گناہ بھی بہت بڑا ہے۔

تکبر کے بارے میں مزید معلومات حاصل کرنے کے لئے کتاب ''تکبر'' (مطبوعہ مکتبۃ المدینہ) کا مطالعہ فرمائیں

وَ سْـَٔلْهُمْ عَنِ الْقَرْیَةِ الَّتِیْ كَانَتْ حَاضِرَةَ الْبَحْرِۘ-اِذْ یَعْدُوْنَ فِی السَّبْتِ اِذْ تَاْتِیْهِمْ حِیْتَانُهُمْ یَوْمَ سَبْتِهِمْ شُرَّعًا وَّ یَوْمَ لَا یَسْبِتُوْنَۙ-لَا تَاْتِیْهِمْۚۛ-كَذٰلِكَۚۛ-نَبْلُوْهُمْ بِمَا كَانُوْا یَفْسُقُوْنَ(163)

ترجمہ: اور ان سے اُس بستی کا حال پوچھو جو دریا کے کنارے پر تھی، جب وہ ہفتے کے بارے میں حد سے بڑھنے لگے، جب ہفتے کے دن تو مچھلیاں پانی پر تیرتی ہوئی ان کے سامنے آتیں اور جس دن ہفتہ نہ ہوتا اس دن مچھلیاں نہ آتیں۔ اسی طرح ہم ان کی نافرمانی کی وجہ سے ان کی آزمائش کرتے تھے۔

شرعی حیلے کا سہارا لینے کا حکم شرعی:

اس واقعے میں ان لوگوں کے لئے بڑی عبرت ہے کہ جو شرعی احکام کو باطل کرنے اور انہیں اپنی خواہش کے مطابق ڈھالنے کیلئے طرح طرح کے غیر شرعی حیلوں

کا سہارا لیتے ہیں، انہیں اس بات سے ڈرنا چاہئے کہ کہیں اس کی پاداش میں ان کی شکلیں بھی نہ بگاڑ دی جائیں۔ حضرت ابوہریرہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، سرکارِ دوعالم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: جیسا یہودیوں نے کیا تم اس طرح نہ کرنا کہ تم اللہ تعالیٰ کی حرام کردہ چیزوں کو طرح طرح کے حیلے کر کے حلال سمجھنے لگو۔

(در منثور، الاعراف، تحت الآیۃ: ۱۶۳، ۳/۵۹۲)

یاد رہے کہ حکمِ شرعی کو باطل کرنے کیلئے حیلہ کرنا حرام ہے جیسا کہ یہاں مذکور ہوا البتہ حکمِ شرعی کو کسی دوسرے شرعی طریقے سے حاصل کرنے کیلئے حیلہ کرنا جائز ہے جیسا کہ قرآنِ پاک میں حضرت ایوب عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کا اس طرح کا عمل سورہ ص آیت 44 میں مذکور ہے۔ عوام الناس کو چاہئے کہ پہلے حیلے سے متعلق شرعی رہنمائی حاصل کریں اس کے بعد حیلہ کریں تاکہ معلومات میں کمی کی وجہ سے گناہ میں پڑنے کا اندیشہ باقی نہ رہے۔

نوٹ: اس واقعے کی بعض تفصیلات سورہ بقرہ آیت 65 میں گزر چکی ہیں۔

وَ اِذْ اَخَذَ رَبُّكَ مِنْۢ بَنِیْۤ اٰدَمَ مِنْ ظُهُوْرِهِمْ ذُرِّیَّتَهُمْ وَ اَشْهَدَهُمْ عَلٰۤى اَنْفُسِهِمْ اَلَسْتُ بِرَبِّكُمْؕ-قَالُوْا بَلٰىۛۚ-شَهِدْنَاۛۚ-اَنْ تَقُوْلُوْا یَوْمَ الْقِیٰمَةِ اِنَّا كُنَّا عَنْ هٰذَا غٰفِلِیْنَ(172) اَوْ تَقُوْلُوْۤا اِنَّمَاۤ اَشْرَكَ اٰبَآؤُنَا مِنْ قَبْلُ وَ كُنَّا ذُرِّیَّةً مِّنْۢ بَعْدِهِمْۚ-اَفَتُهْلِكُنَا بِمَا فَعَلَ الْمُبْطِلُوْنَ(173)

ترجمہ: اور اے محبوب! یاد کرو جب تمہارے رب نے اولادِ آدم کی پشت سے ان کی نسل نکالی اور انہیں خود ان پر گواہ بنایا (اور فرمایا) کیا میں تمہارا رب نہیں ؟ سب نے کہا: کیوں نہیں ، ہم نے گواہی دی۔ (یہ اس لئے ہوا) تاکہ تم قیامت کے دن یہ نہ کہو کہ ہمیں اس کی خبر نہ تھی۔ یا یہ کہنے لگو کہ شرک تو پہلے ہمارے باپ دادا نے کیا اور ہم ان کے بعد (ان کی) اولاد ہوئے تو کیا تو ہمیں اس پر ہلاک فرمائے گا جو اہلِ باطل نے کیا۔

سورہِ اعراف کی آیت نمبر 172 اور 173 سے معلوم ہونے والے احکام:

ان آیات سے 3 احکام معلوم ہوئے

(1)... شرعی احکام میں جہالت معتبر نہیں:

عمومی طور پر شرعی احکام میں بے خبری معتبر نہیں، کوئی یہ عذر پیش کر کے کہ مجھے معلوم نہیں تھا اللہ تعالیٰ کے عذاب سے نہیں چھوٹ سکتا۔ ہر شخص پر فرض ہے کہ ضرورت کے مطابق دینی مسائل سیکھے۔

(2)... عقائد میں باپ دادوں کی تقلید درست نہیں

عقائد میں باپ دادوں کی تقلید درست نہیں، اللہ تعالیٰ نے عقل دی ہے لہٰذا خود تحقیق کر کے درست عقیدے اختیار کرنے چاہئیں۔

(3)... گناہ کی بنیاد ڈالنا اگرچہ سخت تر جرم ہے مگر بعد میں دوسرے لوگ یہ گناہ کرنے

والے بھی مجرم ہوں گے ،وہ یہ عذر نہیں کر سکتے کہ ہم چونکہ اس گناہ کو ایجاد کرنے والے نہیں اس لئے قصور وار بھی نہیں۔

وَ لِلّٰهِ الْاَسْمَآءُ الْحُسْنٰى فَادْعُوْهُ بِهَا۪-وَ ذَرُوا الَّذِیْنَ یُلْحِدُوْنَ فِیْۤ اَسْمَآىٕهٖؕ-سَیُجْزَوْنَ مَا كَانُوْا یَعْمَلُوْنَ(180)

ترجمہ: اور بہت اچھے نام اللہ ہی کے ہیں تو اسے ان ناموں سے پکارو اور ان لوگوں کو چھوڑ دو جو اس کے ناموں میں حق سے دور ہوتے ہیں ، عنقریب انہیں ان کے اعمال کا بدلہ دیا جائے گا۔

اللہ تعالیٰ کے ناموں میں حق وِاستقامت سے دور ہونا کئی طرح سے ہے

ایک تو یہ ہے کہ اس کے ناموں کو کچھ بگاڑ کر غیروں پر اِطلاق کرنا جیسا کہ مشرکین نے اِلٰہ کا ''لات ''اور عزیز کا ''عُزّیٰ '' اور منان کا ''مَنات ''کر کے اپنے بتوں کے نام رکھے تھے، یہ ناموں میں حق سے تجاوُز اور ناجائز ہے۔

اللہ تعالیٰ کو سخی کہنے کیسا؟

دوسرا یہ کہ اللہ تعالیٰ کے لئے ایسا نام مقرر کیا جائے جو قرآن و حدیث میں نہ آیا ہو یہ بھی جائز نہیں جیسے کہ اللہ تعالیٰ کو سخی کہنا کیونکہ اللہ تعالیٰ کے اَسماء تَوقِیفیہ ہیں۔ تیسرا یہ کہ حسنِ ادب کی رعایت نہ کرنا۔ چوتھا یہ کہ اللہ تعالیٰ کے لئے کوئی ایسا نام مقرر کیا جائے جس کے معنی فاسد ہوں یہ بھی بہت سخت ناجائز ہے، جیسے کہ لفظ رام اور پرماتما

وغیرہ۔ پانچواں یہ کہ ایسے اسماء کا اطلاق کرنا جن کے معنی معلوم نہیں ہیں اور یہ نہیں جانا جاسکتا کہ وہ جلالِ الٰہی کے لائق ہیں یا نہیں۔

(خازن، الاعراف، تحت الآیۃ: ۱۸۰، ۲/۱۶۴)

رحمٰن، قدوس، خالق اور قدیر نام رکھنا کیسا؟

اِلْحَاد فی الاسماء کی ایک صورت یہ بھی ہے کہ غیرُاللہ پر اللہ تعالیٰ کے ان ناموں کا اِطلاق کیا جائے جو اللہ عَزَّوَجَلَّ کے ساتھ خاص ہیں۔ جیسے کسی کا نام رحمٰن، قدوس، خالق، قدیر رکھنا یا کہہ کر پکارنا، ہمارے زمانے میں یہ بلا بہت عام ہے کہ عبدالرحمٰن کو رحمٰن، عبدالخالق کو خالق اور عبدالقدیر کو قدیر وغیرہ کہہ کر پکارتے ہیں یہ حرام ہے، اس سے بچنا لازم ہے۔

وَ مِمَّنْ خَلَقْنَاۤ اُمَّةٌ یَّهْدُوْنَ بِالْحَقِّ وَ بِهٖ یَعْدِلُوْنَ﴿181﴾

ترجمہ: اور ہماری مخلوق میں سے ایک ایسا گروہ ہے جو حق کی ہدایت دیتا ہے اور اسی کے مطابق عدل کرتے ہیں۔

اہلِ حق کا اِجماع حجت ہے:

اس آیت سے یہ مسئلہ ثابت ہوا کہ ہر زمانہ کے اہلِ حق کا اِجماع حجت ہے اور یہ بھی ثابت ہوا کہ کوئی زمانہ حق پرستوں اور دین کے ہادیوں سے خالی نہ ہوگا جیسا کہ حدیث شریف میں ہے، حضرت ثوبان رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، تاجدارِ

رسالت صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا ’’میری اُمت کا ایک گروہ تا قیامت دینِ حق پر قائم رہے گا اس کو کسی کی عداوت و مخالفت ضَرر نہ پہنچا سکے گی۔

(مسلم، کتاب الامارۃ، باب قولہ صلی اللہ علیہ وسلم: لاتزال طائفۃ من امتی۔۔۔ الخ، ص۱۰۶۱، الحدیث: ۱۷۰(۱۹۲۰))

اِنَّ الَّذِیْنَ تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ عِبَادٌ اَمْثَالُكُمْ فَادْعُوْهُمْ فَلْیَسْتَجِیْبُوْا لَكُمْ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِیْنَ(194)

ترجمہ: بیشک وہ جنہیں تم اللہ کے سوا پوجتے ہو وہ تمہاری طرح بندے ہیں تو تم انہیں پکارو پھر اگر تم سچے ہو تو انہیں چاہیے کہ وہ تمہیں جواب دیں۔

مخلوق میں سے کسی کو معبود مان کر پکارنا شرک ہے:

یہاں ایک اہم بات یاد رہے کہ اللہ تعالیٰ کے علاوہ اور کسی کی بھی عبادت کرنا شرک ہے، اسی طرح مخلوق میں سے کسی کو معبود مان کر اسے پکارنا یا اس سے حاجتیں اور مدد طلب کرنا بھی شرک ہے البتہ اگر کوئی اللہ تعالیٰ کے علاوہ کسی اور کو معبود نہ مانتا ہو اور وہ اللہ تعالیٰ کے نیک بندوں کو اس کی عطا سے مشکلات دور کرنے والا، حاجتیں پوری کرنے والا اور مدد کے وقت مدد کرنے والا مانتا ہو اور اسی عقیدے کی بنیاد پر وہ بارگاہِ الٰہی کے مقبول بندوں سے مشکلات کی دوری کے لئے فریاد کرتا ہو، اپنی حاجتیں پوری ہونے کے لئے دعائیں مانگتا ہو یا مصیبت کے وقت انہیں مدد کے لئے پکارتا ہو تو

اس کا یہ فریاد کرنا، مانگنا اور پکارنا ہرگز شرک نہیں ہو سکتا۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ جن لوگوں نے قرآنِ پاک میں غور و تفکر کیا ہے وہ اچھی طرح جانتے ہیں کہ کفار و مشرکین کا اپنے بتوں سے متعلق عقیدہ یہ تھا کہ وہ بتوں کو معبود مانتے اور ان کی عبادت کرتے تھے، جیسا کہ قرآنِ پاک میں ہے:

''اِنَّهُمْ كَانُوْۤا اِذَا قِیْلَ لَهُمْ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُۙ-یَسْتَكْبِرُوْنَۙ(۳۵) وَ یَقُوْلُوْنَ اَىٕنَّا لَتَارِكُوْۤا اٰلِهَتِنَا لِشَاعِرٍ مَّجْنُوْنٍ'' (الصافات: ۳۵، ۳۶)

ترجمۂ کنزُالعِرفان: بیشک جب ان سے کہا جاتا تھا کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں تو وہ تکبر کرتے تھے۔ اور کہتے تھے کیا ہم ایک دیوانے شاعر کی وجہ سے اپنے معبودوں کو چھوڑ دیں۔

اور اسی عقیدے کی بنیاد پر کفار بتوں سے اپنی حاجتیں طلب کرتے تھے، اور آج بھی کسی انسان یا غیر انسان، زندہ یا مردہ کو معبود مان کر اس کی عبادت کرنا، اسے دور یا نزدیک سے پکارنا شرک ہے لیکن اگر کوئی یہ عقیدہ نہ رکھتے ہوئے یعنی معبود نہ مان کر کسی کو پکارے یا ندا کرے تو اس کے عمل کو مشرکوں جیسا عمل قرار دیتے ہوئے اسے بھی مشرک قرار دے دینا سراسر جہالت نہیں تو اور کیا ہے۔ جو پکارنا یا ندا کرنا شرک ہے وہ ہر حال میں شرک ہے چاہے انسان سے ہو یا غیر انسان سے، زندہ سے ہو یا فوت شدہ سے، دور سے ہو یا نزدیک سے اور جو ندا شرک نہیں وہ کسی بھی حال میں شرک نہیں۔

ندا یا سوال کے شرک ہونے کا دارومدار پکارنے والے کے عقیدے پر ہے اگر وہ معبود اور خدا مان کر پکارتا ہے تو یہ شرک ہے اب چاہے دور سے پکارے یا نزدیک سے ، زندہ کو پکارے یا فوت شدہ کو اور اگر اس کا یہ عقیدہ نہیں تو شرک ہرگز نہیں لہٰذا رسولُ اللہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کو پکارنا ہرگز شرک نہیں کیونکہ کوئی بھی کلمہ گو مسلمان آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کو معبود نہیں سمجھتا اور نہ ان کی عبادت کرتا ہے بلکہ ہر نماز میں وہ کئی بار یہ اعلان کرتا ہے کہ ” اَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ ‘‘ میں گواہی دیتا ہوں کہ محمد مصطفٰی صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم اللہ عَزَّوَجَلَّ کے بندے اور رسول ہیں۔ یونہی اللہ تعالیٰ کے نیک بندوں کو پکارنے والا، ان سے سوال کرنے والا، انہیں معبود سمجھ کر ہرگز نہیں پکارتا بلکہ اللہ عَزَّوَجَلَّ کا بندہ سمجھ کر اور اللہ عَزَّوَجَلَّ کی عطا سے پکار سننے والا جان کر پکارتا ہے لہٰذا اس کا یہ عمل بھی ہرگز شرک نہیں۔

وَ اِذَا قُرِئَ الْقُرْاٰنُ فَاسْتَمِعُوْا لَهٗ وَ اَنْصِتُوْا لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُوْنَ(204)

ترجمہ: اور جب قرآن پڑھا جائے تو اسے غور سے سنو اور خاموش رہو تاکہ تم پر رحم کیا جائے۔

قرآنِ کریم پڑھا جانے کے وقت خاموش رہنے کا شرعی حکم:

علامہ عبداللہ بن احمد نسفی رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ فرماتے ہیں ” اس آیت سے ثابت ہوا کہ جس وقت قرآنِ کریم پڑھا جائے خواہ نماز میں یا خارجِ نماز اُس وقت سننا اور

خاموش رہنا واجب ہے۔ (مدارک، الاعراف، تحت الآیۃ: ۲۰۴، ص ۴۰۱)

امام کے پیچھے قرآن پڑھنے کی ممانعت:

یاد رہے کہ اس آیتِ مبارکہ کے بارے میں مفسرین کے مختلف اقوال ہیں، ایک قول یہ ہے کہ اس آیت میں خطبہ کو بغور سننے اور خاموش رہنے کا حکم ہے۔ اور ایک قول یہ ہے کہ اس آیت سے نماز و خطبہ دونوں میں بغور سننے اور خاموش رہنے کا وجوب ثابت ہوتا ہے۔ جبکہ جمہور صحابۂ کرام رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُم اس طرف ہیں کہ یہ آیت مقتدی کے سننے اور خاموش رہنے کے باب میں ہے۔

(خازن، الاعراف، تحت الآیۃ: ۲۰۴، ۲/۱۷۲، مدارک، الاعراف، تحت الآیۃ: ۲۰۴، ص ۴۰۱، ملتقطاً)

خلاصہ یہ ہے کہ اس آیت سے امام کے پیچھے قرآنِ پاک پڑھنے کی ممانعت ثابت ہوتی ہے اور کثیر احادیث میں بھی یہی حکم فرمایا گیا ہے کہ امام کے پیچھے قراءت نہ کی جائے۔ چنانچہ

(1)... حضرت بشیر بن جابر رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں "حضرت عبداللہ بن مسعود رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے نماز پڑھائی تو آپ نے کچھ لوگوں کو سنا کہ وہ نماز میں امام کے ساتھ قراءت کر رہے ہیں۔ جب نماز سے فارغ ہوئے تو فرمایا "کیا ابھی تمہارے لئے وہ وقت نہیں آیا کہ تم اس آیت کے معنی سمجھو۔

(تفسیر ابن جریر، الاعراف، تحت الآیۃ: ۲۰۴، ۶/۱۶۱)

(2)... حضرت ابو موسیٰ اشعری رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے مروی ہے کہ نبی اکرم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ”جب تم نماز پڑھنے لگو تو اپنی صفوں کو درست کر لو، پھر تم میں سے کوئی ایک امامت کروائے، پس جب وہ تکبیر کہے تو تم تکبیر کہو۔ ایک روایت میں اتنا زائد ہے کہ اور جب وہ قراءت کرے تو تم خاموش رہو۔

(مسلم، کتاب الصلاۃ، باب التشہد فی الصلاۃ، ص۲۱۵-۲۱۴، الحدیث: ۶۳-۶۲(۴۰۴))

(3)... حضرت ابو ہریرہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ روایت کرتے ہیں، نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ”امام اسی لئے ہوتا ہے کہ اس کی اِقتداء کی جائے پس جب وہ تکبیر کہے تو تم تکبیر کہو اور جب وہ قراءت کرے تو خاموش رہو۔

(ابن ماجہ، کتاب اقامۃ الصلاۃ والسنّۃ فیہا، باب اذا قرأ الامام فانصتوا، ۱/۴۶۱، الحدیث: ۸۴۶)

(4)... حضرت جابر بن عبداللہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں ”جس نے ایک رکعت بھی بغیر سورہ فاتحہ کے پڑھی اس کی نماز نہ ہوئی مگر یہ کہ امام کے پیچھے ہو۔

(ترمذی، ابواب الصلاۃ، باب ماجاء فی ترک القراءۃ خلف الامام۔۔۔ الخ، ۱/۳۳۸، الحدیث: ۳۱۳)

ختم شریف، قل، تیجہ، دسواں چالیسواں میں مل کر اونچی تلاوت کرنے کا شرعی حکم

نوٹ: یہاں ایک اور مسئلہ بھی یاد رکھیں کہ بعض لوگ ختم شریف میں مل کر زور سے تلاوت کرتے ہیں یہ بھی ممنوع ہے

وَ اذْكُرْ رَّبَّكَ فِیْ نَفْسِكَ تَضَرُّعًا وَّ خِیْفَةً وَّ دُوْنَ الْجَهْرِ مِنَ الْقَوْلِ بِالْغُدُوِّ وَ

الْاٰصَالِ وَ لَا تَكُنْ مِّنَ الْغٰفِلِیْنَ(205)

ترجمہ: اور اپنے رب کو اپنے دل میں یاد کرو گڑگڑاتے ہوئے اور ڈرتے ہوئے اور بلندی سے کچھ کم آواز میں، صبح و شام، اور غافلوں میں سے نہ ہونا۔

نمازِ عصر کے بعد غروب تک نفل نماز پڑھنے کا شرعی حکم:

طلوعِ فجر کے بعد طلوعِ آفتاب تک اور اسی طرح نمازِ عصر کے بعد غروب تک نفل نماز ممنوع ہے، اس لئے ان وقتوں میں ذکر کرنا مستحب ہے تاکہ بندے کے تمام اوقات قربت وطاعت میں مشغول رہیں۔ (صاوی، الاعراف، تحت الآیۃ: ۲۰۵، ۲/۷۴۰)

اِنَّ الَّذِیْنَ عِنْدَ رَبِّكَ لَا یَسْتَكْبِرُوْنَ عَنْ عِبَادَتِهٖ وَ یُسَبِّحُوْنَهٗ وَ لَهٗ یَسْجُدُوْنَ(206)

ترجمہ: بیشک وہ جو تیرے رب کے پاس ہیں وہ اس کی عبادت سے تکبر نہیں کرتے اور اس کی پاکی بیان کرتے ہیں اور اسی کو سجدہ کرتے ہیں۔

سجدۂ تلاوت کے چند شرعی احکام:

یہ آیت آیاتِ سجدہ میں سب سے پہلی آیت ہے، اس مناسبت سے ہم یہاں سجدۂ تلاوت کے چند احکام بیان کرتے ہیں:

(1)…آیتِ سجدہ پڑھنے یا سننے سے سجدہ واجب ہو جاتا ہے پڑھنے میں یہ شرط ہے کہ اتنی آواز سے ہو کہ اگر کوئی عذر نہ ہو تو خود سن سکے، سننے والے کے لیے یہ ضروری نہیں

کہ بالقصد سنی ہو بلکہ بلا قصد سننے سے بھی سجدہ واجب ہو جاتا ہے۔

(ہدایہ، کتاب الصلاۃ، باب سجود التلاوۃ، ۱/۷۸، در مختار مع رد المحتار، کتاب الصلاۃ، باب سجود التلاوۃ، ۲/۶۹۵-۶۹۶)

(2)...کیا سجدہ تلاوت واجب ہونے کے لیے Complete آیت پڑھنا ضروری ہے:

سجدہ واجب ہونے کے لیے ایک قول کے مطابق پوری آیت پڑھنا ضروری ہے اور ایک قول کے مطابق پوری آیت پڑھنا ضروری نہیں بلکہ وہ لفظ جس میں سجدہ کا مادہ پایا جاتا ہے اور اس کے ساتھ پہلے یا بعد کا کوئی لفظ ملا کر پڑھنا کافی ہے۔

(رد المحتار علی الدر المختار، کتاب الصلاۃ، باب سجود التلاوۃ، ۲/۶۹۴، تحت قول الدر: ای اکثرہا۔۔۔ الخ)

(3)...اگر اتنی آواز سے آیت پڑھی کہ سن سکتا تھا مگر شور و غل یا بہرے ہونے کی وجہ سے نہ سنی تو سجدہ واجب ہو گیا اور اگر محض ہونٹ ہلے آواز پیدا نہ ہوئی تو واجب نہ ہوا۔ (عالمگیری، کتاب الصلاۃ، الباب الثالث عشر فی سجود التلاوۃ، ۱/۱۳۲، ۱۳۳)

(4)... کیا فقط آیتِ سجدہ کا ترجمہ (Translation) پڑھنے سے سجدہ تلاوت واجب ہو جاتا ہے؟

فارسی یا کسی اور زبان میں آیت کا ترجمہ پڑھا تو پڑھنے والے اور سننے والے پر سجدہ واجب ہو گیا۔

سجدہ تلاوت کا طریقہ:

سجدۂ تلاوت کا مَسنون طریقہ یہ ہے کہ کھڑا ہوکر اَللّٰہُ اَکْبَرْ کہتا ہوا سجدہ میں جائے اور کم سے کم تین بار سُبْحٰنَ رَبِّیَ الْاَعْلٰی کہے، پھر اَللّٰہُ اَکْبَرْ کہتا ہوا کھڑا ہو جائے، پہلے پیچھے دونوں بار اَللّٰہُ اَکْبَرْ کہنا سنت ہے اور کھڑے ہوکر سجدہ میں جانا اور سجدہ کے بعد کھڑا ہونا یہ دونوں قیام مستحب۔

(عالمگیری، کتاب الصلاۃ، الباب الثالث عشر فی سجود التلاوۃ، ۱/۱۳۵، در مختار مع رد المحتار، کتاب الصلاۃ، باب سجود التلاوۃ، ۲/۷۰۰-۶۹۹)

یاد رہے کہ سجدہ تلاوت کے لیے اَللّٰہُ اَکْبَر کہتے وقت نہ ہاتھ اٹھانا ہے اور نہ اس میں تشہد ہے نہ سلام۔ (تنویر الابصار، کتاب الصلاۃ، باب سجود التلاوۃ، ۲/۷۰۰)

نوٹ: سجدہ تلاوت کے مزید مسائل جاننے کے لئے بہار شریعت حصہ 4 سے ”سجدہ تلاوت کا بیان“ کا مطالعہ کیجئے۔

سورۃ الْاَنْفَال

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْۤا اِذَا لَقِيْتُمُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا زَحْفًا فَلَا تُوَلُّوْهُمُ الْاَدْبَارَ(15)

ترجمہ: اے ایمان والو! جب کافروں کے لشکر سے تمہارا مقابلہ ہو توان سے پیٹھ نہ پھیرو۔

میدانِ جنگ (Battle field) میں مسلمان کا پیٹھ پھیر کر بھاگنے کا شرعی حکم

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے یہ حکم دیا ہے کہ میدانِ جنگ میں مسلمان کافروں کو پیٹھ نہ دکھائیں اور یہ حکم اس وقت ہے کہ جب کفار مسلمانوں سے تعداد میں ڈبل ہوں اِس سے زیادہ نہ ہوں اور اگر کفار کی تعداد مسلمانوں کے مقابلے میں ڈبل (double) سے زیادہ ہو تو پھر مسلمانوں کا پیٹھ پھیر کر بھاگنا ناجائز و حرام نہیں ہے۔ جمہور کے نزدیک ایک سو مسلمانوں کا دو سو کفار کے مقابلے سے بھاگنا کسی حال میں جائز نہیں ہے اور اگر کافروں کی تعداد دو سو سے زیادہ ہو توان کے مقابلے سے بھاگنا اگرچہ جائز ہے لیکن صبر واِستقامت سے ان کے مقابلے میں ڈٹے رہنا بہتر اور افضل ہے۔

(تفسیر قرطبی، الانفال، تحت الآیۃ: ۱۶، ۴/۲۷۲، الجزء السابع)

مَنْ يُّوَلِّهِمْ يَوْمَىٕذٍ دُبُرَهٗۤ اِلَّا مُتَحَرِّفًا لِّقِتَالٍ اَوْ مُتَحَيِّزًا اِلٰى فِئَةٍ فَقَدْ بَآءَ بِغَضَبٍ مِّنَ اللّٰهِ وَ مَاْوٰىهُ جَهَنَّمُؕ-وَ بِئْسَ الْمَصِيْرُ(16)

ترجمہ: اور جو اس دن لڑائی میں ہنر مندی کا مظاہرہ کرنے یا اپنے لشکر سے ملنے کے علاوہ کسی اور صورت میں انہیں پیٹھ دکھائے گا تو وہ اللہ کے غضب کا مستحق ہوگا اور اس کا ٹھکانا جہنم ہے اور بہت بری لوٹنے کی جگہ ہے۔

جنگِ اُحد اور جنگِ حُنین میں پسپائی اختیار کرنے والے صحابۂ کرام رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُم کا حکم

جنگِ احد اور جنگِ حنین میں جن صحابۂ کرام رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُم کے قدم اکھڑ گئے تھے وہ اس آیت کی وعید میں داخل نہیں ہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ نے قرآنِ پاک میں جنگِ احد میں پسپائی اختیار کرنے والے صحابۂ کرام رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُم کی عام معافی کا اعلان فرمادیا:

''اِنَّ الَّذِیْنَ تَوَلَّوْا مِنْكُمْ یَوْمَ الْتَقَى الْجَمْعٰنِۙ-اِنَّمَا اسْتَزَلَّهُمُ الشَّیْطٰنُ بِبَعْضِ مَا كَسَبُوْاۚ-وَ لَقَدْ عَفَا اللّٰهُ عَنْهُمْ'' (آل عمران: ۱۵۵)

ترجمۂ کنزُالعِرفان: بیشک تم میں سے وہ لوگ جو اس دن بھاگ گئے جس دن دونوں فوجوں کا مقابلہ ہوا، انہیں شیطان ہی نے ان کے بعض اعمال کی وجہ سے لغزش میں مبتلا کیا اور بیشک اللہ نے انہیں معاف فرمادیا ہے۔

یونہی جنگِ حنین میں جن صحابۂ کرام رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُم نے ابتداءً پسپائی اختیار کی

ان کے مومن رہنے کی گواہی خود قرآن میں موجود ہے، اللہ تعالیٰ نے ان کے قدم جمائے اور ان پر اپنا سکینہ اتارا، ارشاد باری تعالیٰ ہے:

’’ثُمَّ اَنْزَلَ اللّٰهُ سَكِیْنَتَهٗ عَلٰى رَسُوْلِهٖ وَ عَلَى الْمُؤْمِنِیْنَ وَ اَنْزَلَ جُنُوْدًا لَّمْ تَرَوْهَا‘‘ (التوبہ: ۲۶)

ترجمۂ کنزُالعِرفان: پھر اللہ نے اپنے رسول پر اور اہلِ ایمان پر اپنی تسکین نازل فرمائی اور اس نے (فرشتوں کے) ایسے لشکر اتارے جو تمہیں دکھائی نہیں دیتے تھے۔

جو اس طرح کے واقعات کو لے کر صحابۂ کرام رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُم کی شان میں گستاخی کرے اور ان پر زبانِ طعن دراز کرے وہ بڑا بد بخت ہے کہ ان کی معافی کا اعلان ربُّ العالمین عَزَّوَجَلَّ خود فرما چکا ہے۔

فَلَمْ تَقْتُلُوْهُمْ وَ لٰكِنَّ اللّٰهَ قَتَلَهُمْ۪-وَ مَا رَمَیْتَ اِذْ رَمَیْتَ وَ لٰكِنَّ اللّٰهَ رَمٰىۚ-وَ لِیُبْلِیَ الْمُؤْمِنِیْنَ مِنْهُ بَلَآءً حَسَنًاؕ-اِنَّ اللّٰهَ سَمِیْعٌ عَلِیْمٌ(17)

ترجمہ: تو تم نے انہیں قتل نہیں کیا بلکہ اللہ نے انہیں قتل کیا اور اے حبیب! جب آپ نے خاک پھینکی تو آپ نے نہ پھینکی تھی بلکہ اللہ نے پھینکی تھی اور اس لئے تاکہ مسلمانوں کو اپنی طرف سے اچھا انعام عطا فرمائے۔ بیشک اللہ سننے

والا جاننے والا ہے۔

ہر اچھے کام کی نسبت اللہ تعالیٰ کی طرف کی جائے:

اس آیت سے معلوم ہوا کہ اچھے اور نیک کام کی نسبت اللہ تعالیٰ کی طرف کرنی چاہئے اور جب انسان کوئی اچھا اور نیک کام کرے تو اس پر فخر نہیں کرنا چاہئے کیونکہ نیک کام بندہ خود نہیں کرتا بلکہ جو بھی نیک کام کرتا ہے اس میں اللہ تعالیٰ کی توفیق شاملِ حال ہو تو ہی کرتا ہے۔

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اسْتَجِیْبُوْا لِلّٰهِ وَ لِلرَّسُوْلِ اِذَا دَعَاكُمْ لِمَا یُحْیِیْكُمْۚ-وَ اعْلَمُوْۤا اَنَّ اللّٰهَ یَحُوْلُ بَیْنَ الْمَرْءِ وَ قَلْبِهٖ وَ اَنَّهٗۤ اِلَیْهِ تُحْشَرُوْنَ(24)

ترجمہ: اے ایمان والو! اللہ اور اس کے رسول کی بارگاہ میں حاضر ہو جاؤ جب وہ تمہیں اس چیز کے لئے بلائیں جو تمہیں زندگی دیتی ہے اور جان لو کہ اللہ کا حکم آدمی اور اس کے دل کے درمیان حائل ہو جاتا ہے اور یہ کہ اسی کی طرف تمہیں اٹھایا جائے گا۔

رسولِ کریم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم جب بھی بلائیں تو ان کی بارگاہ میں حاضر ہونا ضروری ہے:

اس آیت سے ثابت ہوا کہ تاجدارِ رسالت صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم جب بھی کسی کو بلائیں تو اس پر لازم ہے کہ وہ آپ کی بارگاہ میں حاضر ہو جائے چاہے وہ کسی بھی کام میں مصروف ہو۔ بخاری شریف میں ہے، حضرت ابو سعید بن معلی رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں کہ میں

مسجدِ نبوی میں نماز پڑھ رہا تھا کہ مجھے رسولِ اکرم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے بلایا، لیکن میں آپ کے بلانے پر حاضر نہ ہوا۔ (نماز سے فارغ ہونے کے بعد) میں نے حاضرِ خدمت ہو کر عرض کی: یارسولَ اللہ! صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم، میں نماز پڑھ رہا تھا۔ سرکارِ دو عالم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: کیا اللہ تعالیٰ نے یہ نہیں فرمایا ہے کہ

''اِسْتَجِیْبُوْا لِلّٰهِ وَ لِلرَّسُوْلِ اِذَا دَعَاكُمْ''

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اللہ اور رسول کے بلانے پر حاضر ہو جایا کرو جب وہ تمہیں بلائیں۔

(بخاری، باب ماجاء فی فاتحۃ الکتاب، ۳/۱۶۳، الحدیث: ۴۴۷۴)

ایسا ہی واقعہ ایک اور حدیث میں ہے، حضرت ابو ہریرہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں کہ نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم حضرت اُبَی بن کعب رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ کی طرف تشریف لائے اور انہیں آواز دی ''اے اُبَی! حضرت اُبَی رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ نماز پڑھ رہے تھے، انہوں نے آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کی طرف دیکھا لیکن کوئی جواب نہ دیا، پھر مختصر نماز پڑھ کر نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کی بارگاہ میں حاضر ہوئے اور عرض کی ''اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ يَا رَسُوْلَ الله'' رسولِ اکرم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے فرمایا: ''وَعَلَيْكَ السَّلَامُ'' اے اُبَی! جب میں نے تمہیں پکارا تو جواب دینے میں کونسی چیز رکاوٹ بنی۔ عرض کی: یارسولَ اللہ! میں نماز پڑھ رہا تھا، حضورِ اقدس صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ''کیا تم نے قرآنِ پاک میں یہ نہیں پایا کہ

’’اِسْتَجِيْبُوْا لِلّٰهِ وَلِلرَّسُوْلِ اِذَا دَعَاكُمْ لِمَا يُحْيِيْكُمْ‘‘

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اللہ اور اس کے رسول کی بارگاہ میں حاضر ہوجاؤ جب وہ تمہیں اس چیز کے لئے بلائیں جو تمہیں زندگی دیتی ہے۔

عرض کی: ہاں یارسولَ اللہ! اِنْ شَآءَاللہ عَزَّوَجَلَّ آئندہ ایسا نہ ہوگا۔

(ترمذی، کتاب فضائل القرآن، باب ماجاء فی فضل فاتحۃ الکتاب، ۴/۴۰۰، الحدیث: ۲۸۸۴)

قُلْ لِّلَّذِیْنَ كَفَرُوْۤا اِنْ یَّنْتَهُوْا یُغْفَرْ لَهُمْ مَّا قَدْ سَلَفَۚ-وَ اِنْ یَّعُوْدُوْا فَقَدْ مَضَتْ سُنَّتُ الْاَوَّلِیْنَ(38)

ترجمہ: تم کافروں سے فرماؤ کہ اگر وہ باز آگئے تو جو پہلے گزر چکا وہ انہیں معاف کردیا جائے گا اور اگر وہ دوبارہ (لڑائی) کریں گے تو پہلے لوگوں کا دستور گزر چکا۔

کافر توبہ کرے تو کیا اس کے سابقہ گناہ معاف ہوجاتے ہیں؟

اس آیت سے معلوم ہوا کہ کافر جب کفر سے باز آئے اور اسلام قبول کرلے تو اس کا پہلا کفر اور حالتِ کفر میں کئے گئے گناہ سب معاف ہوجاتے ہیں۔ صحیح مسلم میں ہے کہ جب عمرو بن عاص اسلام قبول کرنے کے لئے بارگاہِ رسالت صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ میں حاضر ہوئے اور آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کا دستِ اقدس تھام کر عرض کی کہ میں اس شرط پر اسلام قبول کرتا ہوں کہ میری مغفرت کردی جائے، تو رسول کریم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا ’’کیا

تمہیں معلوم نہیں کہ اسلام قبول کرنا سابقہ گناہوں کو ختم کر دیتا ہے۔

(مسلم، کتاب الایمان، باب کون الاسلام یہدم ماقبلہ۔۔۔ الخ، ص ۷۴، الحدیث: ۱۹۲(۱۲۱))

وَ اعْلَمُوْۤا اَنَّمَا غَنِمْتُمْ مِّنْ شَیْءٍ فَاَنَّ لِلّٰهِ خُمُسَهٗ وَ لِلرَّسُوْلِ وَ لِذِی الْقُرْبٰى وَ الْیَتٰمٰى وَ الْمَسٰكِیْنِ وَ ابْنِ السَّبِیْلِۙ-اِنْ كُنْتُمْ اٰمَنْتُمْ بِاللّٰهِ وَ مَاۤ اَنْزَلْنَا عَلٰى عَبْدِنَا یَوْمَ الْفُرْقَانِ یَوْمَ الْتَقَى الْجَمْعٰنِؕ-وَ اللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ(41)

ترجمہ: اور جان لو کہ تم جو مالِ غنیمت حاصل کرو تو اس کا پانچواں حصہ خاص اللہ کے لئے اور رسول کے لئے اور (رسول کے) رشتے داروں کیلئے اور یتیموں اور مسکینوں اور مسافروں کے لئے ہے، اگر تم اللہ پر اور اس پر ایمان رکھتے ہو جو ہم نے اپنے خاص بندے پر فیصلہ کے دن اتارا جس دن دونوں فوجیں آمنے سامنے ہوئی تھیں اور اللہ ہر شے پر قادر ہے۔

غنیمت کی تعریف:

وہ مال جسے مسلمان کفار سے جنگ میں قہر و غلبہ کے طور پر حاصل کریں اسے غنیمت کہتے ہیں اور جنگ کے بغیر جو مال کفار سے حاصل کیا جائے جیسے خَراج اور جِزیہ اس کو فَیْئے کہتے ہیں۔ (در مختار ورد المحتار، کتاب الجہاد، باب المغنم وقسمتہ، ۶/۲۱۸)

مالِ غنیمت کا شرعی حکم:

یاد رہے کہ مالِ غنیمت کا حلال ہونا رسولُ اللہ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کی امت کی خصوصیات میں سے ہے، سابقہ امتوں میں سے کسی کے لئے غنیمت کا مال حلال نہیں تھا، جیسا کہ حضرت ابوہریرہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے کہ رسولُ اللہ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ''ہم سے پہلے کسی کے لیے غنیمت حلال نہیں ہوئی، اللہ تعالیٰ نے ہمارا ضُعف و عِجز دیکھ کر اسے ہمارے لیے حلال کر دیا۔

(بخاری، کتاب فرض الخمس، باب قول النبی صلی اللہ علیہ وسلم: احلّت لکم الغنائم، ۲/۳۴۹، الحدیث: ۳۱۲۴، مسلم، کتاب الجہاد والسیر، باب تحلیل الغنائم لہذہ الامۃ خاصۃ، ص۹۵۹، الحدیث: ۳۲(۱۷۴۷))

اور حضرت ابوامامہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، حضورِ اقدس صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے فرمایا: ''اللہ عَزَّوَجَلَّ نے مجھے تمام انبیاء عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام سے افضل فرمایا'' یا ارشاد فرمایا ''میری امت کو تمام امتوں سے افضل کیا اور ہمارے لیے غنیمت حلال کی۔

(ترمذی، کتاب السیر، باب ماجاء فی الغنیمۃ، ۳/۱۹۶، الحدیث: ۱۵۵۸)

مالِ غنیمت کی تقسیم کا طریقہ:

مالِ غنیمت کے حکم اور اس کی تقسیم سے متعلق چند مسائل درج ذیل ہیں۔

(1)...مالِ غنیمت میں سے خُمُس یعنی پانچواں خاص اللہ عَزَّوَجَلَّ اور اس کے رسول صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کیلئے ہے، پانچواں حصہ نکال کر باقی چار حصے مجاہدین پر تقسیم کر دیئے جائیں گے اور مالِ فَیئے مکمل طور پر بیتُ المال میں رکھا جائے گا۔

(در مختار مع ردّ المحتار، کتاب الجہاد، باب المغنم وقسمتہ، ۶/۲۱۹-۲۱۸ ملتقطاً)

(2)...رسولِ کریم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے بعد اب حضورِ اقدس صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم اور آپ کے اہلِ قرابت کے حصے ساقط ہوگئے۔ اب مالِ غنیمت کا جو پانچواں حصہ نکالا جائے تو اس کے تین حصے کئے جائیں گے۔ ایک حصہ یتیموں کے لئے، ایک مسکینوں اور ایک مسافروں کے لئے اور اگر یہ تینوں حصے ایک ہی قسم مثلاً یتیموں یا مسکینوں پر خرچ کر دیئے جب بھی جائز ہے اور مجاہدین کو حاجت ہو تو ان پر خرچ کرنا بھی جائز ہے۔

(مدارک، الانفال، تحت الآیۃ: ۴۱، ص ۴۱۳، درّ مختار مع ردّ المحتار، کتاب الجہاد، باب المغنم وقسمتہ، فصل فی کیفیۃ القسمۃ، ۶/۲۳۷)

(3)...بنی ہاشم و بنی مُطَّلِب کے یتیم اور مساکین اور مسافر اگر فقیر ہوں تو یہ لوگ دوسروں کی بہ نسبت خمس کے زیادہ حقدار ہیں کیونکہ اور فُقَرا تو زکوٰۃ بھی لے سکتے ہیں لیکن یہ نہیں لے سکتے اور یہ لوگ غنی ہوں تو خمس میں ان کا کچھ حق نہیں۔

(درّ مختار مع ردّ المحتار، کتاب الجہاد، باب المغنم وقسمتہ، فصل فی کیفیۃ القسمۃ، ۶/۲۳۸-۲۳۷)

(4)... خُمُس کے علاوہ باقی چار حصے مجاہدین پر اس طرح تقسیم کئے جائیں گے کہ سوار کو پیدل کے مقابلے میں دگنا ملے گا یعنی ایک اس کا حصہ اور ایک گھوڑے کا اور گھوڑا عربی ہو یا کسی اور قسم کا سب کا ایک حکم ہے۔ لشکر کا سردار اور سپاہی دونوں برابر ہیں یعنی جتنا سپاہی کو ملے گا اتنا ہی سردار کو بھی ملے گا۔ اونٹ اور گدھے اور خچر کسی کے

پاس ہوں تو ان کی وجہ سے کچھ زیادہ نہ ملے گا یعنی اسے بھی پیدل والے کے برابر ملے گا اور اگر کسی کے پاس چند گھوڑے ہوں جب بھی اتنا ہی ملے گا جتنا ایک گھوڑے کے لیے ملتا تھا۔

(عالمگیری، کتاب السیر، الباب الرابع فی الغنائم وقسمتہا، الفصل الثانی فی کیفیۃ القسمۃ، ۲/۲۱۲)

نوٹ: غنیمت کے مزید مسائل جاننے کے لئے بہار شریعت حصہ 9 سے ”غنیمت کا بیان“ مطالعہ کیجئے۔

كَدَاْبِ اٰلِ فِرْعَوْنَ ۙ وَ الَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ ؕ كَذَّبُوْا بِاٰیٰتِ رَبِّهِمْ فَاَهْلَكْنٰهُمْ بِذُنُوْبِهِمْ وَ اَغْرَقْنَاۤ اٰلَ فِرْعَوْنَ ۚ وَ كُلٌّ كَانُوْا ظٰلِمِیْنَ(54)

ترجمہ: جیسا فرعونیوں اور ان سے پہلوں کا طریقہ، انہوں نے اپنے رب کی آیتوں کو جھٹلایا تو ہم نے انہیں ان کے گناہوں کے سبب ہلاک کردیا اور ہم نے فرعونیوں کو غرق کردیا اور وہ سب ظالم تھے۔

مردودوں (Rejected) اور مقبولوں (Accepted) کے واقعات پڑھنے کی ترغیب:

اس آیت سے معلوم ہوا کہ عبرت کیلئے مردودوں کے تاریخی حالات پڑھنا ضروری ہے اسی طرح عبادت کا شوق پیدا کرنے کے لئے اولیاءِ کرام اور صالحین و متقین رَحْمَةُ اللهِ تَعَالٰی عَلَیْهِمْ کے واقعات کا مطالعہ کرنا بہت اچھا ہے۔

فَاِمَّا تَثْقَفَنَّهُمْ فِی الْحَرْبِ فَشَرِّدْ بِهِمْ مَّنْ خَلْفَهُمْ لَعَلَّهُمْ یَذَّكَّرُوْنَ(57)

ترجمہ: تو اگر تم انہیں لڑائی میں پاؤ تو انہیں ایسی مار مارو جس سے ان کے پیچھے والے (بھی) بھاگ جائیں، اس امید پر (مارو) کہ شاید انہیں عبرت ہو۔

سزاؤں (Punishments) کی حکمت:

اس سے معلوم ہوا کہ جنگ میں ہر وہ جائز طریقہ استعمال کرنا درست ہے جو کفار کی ہمت توڑ دے۔ سزاؤں کے پیچھے اکثر و بیشتر یہی عوامل کار فرما ہوتے ہیں کہ دوسروں کو عبرت ہو اور وہ ایسی حرکتیں نہ کریں۔

وَ اَعِدُّوْا لَهُمْ مَّا اسْتَطَعْتُمْ مِّنْ قُوَّةٍ وَّ مِنْ رِّبَاطِ الْخَیْلِ تُرْهِبُوْنَ بِهٖ عَدُوَّ اللّٰهِ وَ عَدُوَّكُمْ وَ اٰخَرِیْنَ مِنْ دُوْنِهِمْ ۚ لَا تَعْلَمُوْنَهُمْ ۚ اَللّٰهُ یَعْلَمُهُمْ ؕ وَ مَا تُنْفِقُوْا مِنْ شَیْءٍ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ یُوَفَّ اِلَیْكُمْ وَ اَنْتُمْ لَا تُظْلَمُوْنَ(60)

ترجمہ: اور ان کے لیے جتنی قوت ہو سکے تیار رکھو اور جتنے گھوڑے باندھ سکو تاکہ اس تیاری کے ذریعے تم اللہ کے دشمنوں اور اپنے دشمنوں کو اور جو اُن کے علاوہ ہیں انہیں ڈراؤ، تم انہیں نہیں جانتے اور اللہ انہیں جانتا ہے اور تم جو کچھ اللہ کی راہ میں خرچ کرو گے تمہیں اس کا پورا بدلہ دیا جائے گا اور تم پر کوئی زیادتی نہیں کی جائے گی۔

آیت ”وَ اَعِدُّوْا لَهُمْ مَّا اسْتَطَعْتُمْ مِّنْ قُوَّةٍ“ سے حاصل ہونے والی معلومات:

اس آیت سے تین باتیں معلوم ہوئیں:

(1)...جہاد کی تیاری بھی عبادت ہے اور جہاد کی طرح حسبِ موقع یہ تیاری بھی فرض ہے جیسے نماز کے لئے وضو ضروری ہے۔

(2)...عبادت کے اَسباب جمع کرنا بھی عبادت ہے

عبادت کے اَسباب جمع کرنا عبادت ہے اور گناہ کے اسباب جمع کرنا گناہ ہے جیسے حجِ فرض کیلئے سفر کرنا فرض ہے اور چوری کے لئے سفر کرنا حرام ہے۔

(3)...سفید داڑھی کو سیاہ خضاب لگانے کا شرعی حکم:

کفار کو ڈرانا دھمکانا اپنی قوت دکھانا بہادری کی باتیں کرنا جائز ہیں حتّٰی کہ کافروں کے دل میں رُعب ڈالنے کیلئے غازی اپنی سفید داڑھی کو سیاہ کر سکتا ہے ورنہ ویسے سیاہ خضاب ناجائز و گناہ ہے۔

وَ اِنْ جَنَحُوْا لِلسَّلْمِ فَاجْنَحْ لَهَا وَ تَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِؕ-اِنَّهٗ هُوَ السَّمِیْعُ الْعَلِیْمُ(61)

ترجمہ: اور اگر وہ صلح کی طرف مائل ہوں تو تم بھی مائل ہو جاؤ اور اللہ پر بھروسہ رکھو بیشک وہی سننے والا جاننے والا ہے۔

کفار سے صلح سے متعلق 3 مسائل:

اس آیت میں کفار سے صلح کا ذکر ہوا اس مناسبت سے یہاں ہم صلح سے متعلق تین مسائل ذکر کرتے ہیں:

(1)...اگر صلح مسلمانوں کے حق میں بہتر ہو تو صلح کرنا جائز ہے اگرچہ کچھ مال لے کر یا دے کر صلح کی جائے اور صلح کے بعد اگر مصلحت صلح توڑنے میں ہو تو توڑ دیں مگر یہ ضروری ہے کہ پہلے انھیں اس کی اطلاع کر دیں اور اطلاع کے بعد فوراً جنگ شروع نہ کریں بلکہ اتنی مہلت دیں کہ کافر بادشاہ اپنے تمام ممالک میں اس خبر کو پہنچا سکے۔ یہ اس صورت میں ہے کہ صلح میں کوئی مدت مُعیَّن نہ کی گئی ہو اور اگر مدت معین کی گئی ہو تو مدت پوری ہونے پر اطلاع دینے کی کچھ حاجت نہیں۔

(در مختار ورد المحتار، کتاب الجہاد، مطلب فی بیان نسخ المثلۃ، ۶/۲۱۲)

(2)...جس مشرک سے معاہدہ کیا جائے وہ مشرکینِ عرب میں سے نہ ہو کیونکہ عرب کے مشرکین سے صرف اسلام قبول کیا جائے گا یا جنگ۔

(بدائع الصنائع، کتاب السیر، رکن العقد فی الامان المؤبد وشرائطہ، ۶/۷۸)

(3)... مرتد ہونے والوں سے صرف اسلام قبول کیا جائے یا ان سے جنگ کی جائے گی، ان سے نہ صلح جائز ہے اور نہ جِزیہ لینا جائز ہے۔

يٰۤاَيُّهَا النَّبِيُّ حَرِّضِ الْمُؤْمِنِيْنَ عَلَى الْقِتَالِؕ-اِنْ يَّكُنْ مِّنْكُمْ عِشْرُوْنَ صٰبِرُوْنَ يَغْلِبُوْا مِائَتَيْنِۚ-وَ اِنْ يَّكُنْ مِّنْكُمْ مِّائَةٌ يَّغْلِبُوْۤا اَلْفًا مِّنَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا بِاَنَّهُمْ قَوْمٌ لَّا يَفْقَهُوْنَ(65) اَلْــٴٰـنَ خَفَّفَ اللّٰهُ عَنْكُمْ وَ عَلِمَ اَنَّ فِيْكُمْ ضَعْفًاؕ-فَاِنْ يَّكُنْ مِّنْكُمْ مِّائَةٌ صَابِرَةٌ يَّغْلِبُوْا مِائَتَيْنِۚ-وَ اِنْ

يَّكُنْ مِّنْكُمْ اَلْفٌ يَّغْلِبُوْۤا اَلْفَيْنِ بِاِذْنِ اللّٰهِؕ-وَ اللّٰهُ مَعَ الصّٰبِرِيْنَ(66)

ترجمہ: اے نبی! مسلمانوں کو جہاد کی ترغیب دو، اگر تم میں سے بیس صبر کرنے والے ہوں گے تو دو سو پر غالب آئیں گے اور اگر تم میں سے سو ہوں گے تو ہزار کافروں پر غالب آئیں گے کیونکہ کافر سمجھ نہیں رکھتے۔ اب اللہ نے تم پر سے تخفیف فرمادی اور اسے علم ہے کہ تم کمزور ہو تو اگر تم میں سو صبر کرنے والے ہوں تو دو سو پر غالب آئیں گے اور اگر تم میں سے ہزار ہوں تو اللہ کے حکم سے دو ہزار پر غالب ہوں گے اور اللہ صبر کرنے والوں کے ساتھ ہے۔

یعنی دس گنا سے مقابلہ کی فرضیت منسوخ ہوئی اور دو گنا کے مقابلہ سے بھاگنا ممنوع رکھا گیا۔

جہاد کی ہر جائز طریقہ سے رغبت دینا جائز ہے:

اس آیت میں مسلمانوں کو جہاد کی ترغیب دینے کے حکم سے معلوم ہوا کہ جہاد بہت اعلیٰ عبادت ہے جس کی رغبت دلانے کا حضور پُر نور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کو حکم دیا گیا اور یہ بھی معلوم ہوا کہ جہاد کی ہر جائز طریقہ سے رغبت دینا جائز ہے۔ غازی کی تنخواہ مقرر کرنا، اس کے بیوی بچوں کی پرورش کرنا، بہادروں کی قدر دانی کرنا سب اس میں داخل ہیں۔

یاد رہے کہ پہلے تو سو کے مقابلہ میں دس مسلمانوں کو ڈٹ جانا فرض تھا اب سو کافروں کے مقابلے میں پچاس کو ڈٹ جانا فرض رہ گیا۔

اِنَّ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَ هَاجَرُوْا وَ جٰهَدُوْا بِاَمْوَالِهِمْ وَ اَنْفُسِهِمْ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ وَ الَّذِیْنَ اٰوَوْا وَّ نَصَرُوْۤا اُولٰٓىٕكَ بَعْضُهُمْ اَوْلِیَآءُ بَعْضٍؕ-وَ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَ لَمْ یُهَاجِرُوْا مَا لَكُمْ مِّنْ وَّلَایَتِهِمْ مِّنْ شَیْءٍ حَتّٰى یُهَاجِرُوْاۚ-وَ اِنِ اسْتَنْصَرُوْكُمْ فِی الدِّیْنِ فَعَلَیْكُمُ النَّصْرُ اِلَّا عَلٰى قَوْمٍۭ بَیْنَكُمْ وَ بَیْنَهُمْ مِّیْثَاقٌؕ-وَ اللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِیْرٌ(72)

ترجمہ: بیشک وہ لوگ جو ایمان لائے اور ہجرت کی اور اللہ کی راہ میں اپنے مالوں اور جانوں سے جہاد کیا اور وہ جنہوں نے پناہ دی اور مدد کی وہ سب ایک دوسرے کے وارث ہیں اور وہ جو ایمان لائے اور ہجرت نہ کی تمہارا ان سے میراث کا کوئی تعلق نہیں جب تک وہ ہجرت نہ کریں اور اگر وہ دین میں تم سے مدد مانگیں تو تم پر مدد کرنا واجب ہے مگر یہ کہ ایسی قوم کے خلاف (مدد مانگیں) کہ تمہارے اور ان کے درمیان معاہدہ ہو اور اللہ تمہارے اعمال دیکھ رہا ہے۔

کیا مہاجر انصار کے اور انصار مہاجر کے وارث ہیں؟

اس آیت کا خلاصہ یہ ہے کہ اس میں پہلے دو گروہوں کا بیان فرمایا گیا:

(1) مہاجرینِ اَوَّلین۔ یہ وہ لوگ ہیں جو ایمان لائے اور اللہ عَزَّوَجَلَّ کیلئے اور اسی کے رسول صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کی محبت میں انہوں نے اپنے گھربار چھوڑے اور اللہ عَزَّوَجَلَّ کی راہ میں

اپنے مالوں اور جانوں سے جہاد کیا۔

(2) اَنصار۔ یہ وہ لوگ ہیں جنہوں نے مسلمانوں کی مدد کی اور انہیں اپنے مکانوں میں ٹھہرایا۔ پھر ان مہاجرین اور انصار دونوں کے لئے ارشاد فرمایا کہ مہاجر انصار کے اور انصار مہاجر کے وارث ہیں۔ یہ وراثت آیت ''وَ اُولُوا الْاَرْحَامِ بَعْضُهُمْ اَوْلٰى بِبَعْضٍ '' سے منسوخ ہوگئی۔ (مدارک، الانفال، تحت الآیۃ: ۷۲، ص ۴۲۲)

مسلمان پر اپنے مسلم بھائی کی دینی جنگ میں مدد کرنا لازم ہے:

جن مسلمانوں نے دارُ الحرب سے ہجرت نہیں کی وہ اگر دارُ الحرب سے رہائی حاصل کرنے کیلئے تم سے فوجی قوت یا مال سے مدد طلب کریں تو تم پر فرض ہے کہ انہیں نامراد نہ کرو، ہاں اگر وہ کسی ایسی کافر قوم کے خلاف تم سے مدد طلب کریں جن کے ساتھ تمہارا معاہدہ ہو تو ان کے خلاف مسلمانوں کی مدد نہ کرو اور مدت پوری ہونے سے پہلے اس معاہدے کو نہ توڑو۔ خلاصہ یہ ہے کہ اس آیت میں تین مسئلے بیان ہوئے ہیں:

ایک یہ کہ غیر مہاجر مومن اگر کسی کافر قوم سے دینی وجہ سے جنگ کریں اور وہ تم سے مدد مانگیں تو مدد دو۔ لہٰذا ہر مسلمان پر لازم ہے کہ اپنے مسلم بھائی کی دینی جنگ میں مدد کرے۔

دوسرا یہ کہ مدد دینا جہاد میں ضروری ہے نہ کہ محض دنیاوی جھگڑوں میں۔

تیسرا یہ کہ اگر دارالحرب کے مسلمانوں کی جنگ کسی ایسی کافر قوم سے ہے جن کا ہمارے ساتھ معاہدہ ہو چکا ہے تو ہم اب ان کے خلاف مدد نہیں دے سکتے کیونکہ اس میں بد عہدی ہے بلکہ اب یہ کوشش کی جائے کہ ان کفار اور ان مسلمانوں میں صلح ہو جائے، اگر صلح ناممکن ہے تو ہم غیر جانبدار رہیں۔

(تفسیر قرطبی، الانفال، تحت الآیۃ: ۷۲، ۴/۳۳۰، الجزء السابع، روح البیان، الانفال، تحت الآیۃ: ۷۲، ۳/۳۷۸، ملتقطاً)

وَ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا مِنْۢ بَعْدُ وَ هَاجَرُوْا وَ جٰهَدُوْا مَعَكُمْ فَاُولٰٓىٕكَ مِنْكُمْؕ-وَ اُولُوا الْاَرْحَامِ بَعْضُهُمْ اَوْلٰى بِبَعْضٍ فِیْ كِتٰبِ اللّٰهِؕ-اِنَّ اللّٰهَ بِكُلِّ شَیْءٍ عَلِیْمٌ(75)

ترجمہ: اور جو اس کے بعد ایمان لائے اور ہجرت کی اور تمہارے ساتھ مل کر جہاد کیا وہ بھی تمہیں میں سے ہیں اور رشتے دار اللہ کی کتاب میں (وراثت میں) ایک دوسرے کے زیادہ حقدار ہیں۔ بیشک اللہ سب کچھ جانتا ہے۔

آیت ’’وَ اُولُوا الْاَرْحَامِ‘‘ سے معلوم ہونے والے مسائل:

اس آیت سے 3 مسئلے معلوم ہوئے:

(1)...ہجرت اور اخوت کی وجہ سے وراثت منسوخ ہو چکی ہے۔

(2)...اب وراثت کا دارومدار نسبی قرابت داری پر ہے جیسا کہ آیت ’’وَ اُولُوا الْاَرْحَامِ

"سے واضح ہے۔ رضاعی رشتے کی وجہ سے کوئی ایک دوسرے کا وارث نہیں اور سسرالی رشتے میں بھی صرف شوہر اور بیوی ایک دوسرے کے وارث ہیں۔

(3)... ذوی الارحام جیسے ماموں خالہ وغیرہ بھی وارث ہیں جیسا کہ اَحناف کا مذہب ہے۔

سورۃ التوبۃ

وَ اَذَانٌ مِّنَ اللّٰهِ وَ رَسُوْلِهٖۤ اِلَى النَّاسِ یَوْمَ الْحَجِّ الْاَكْبَرِ اَنَّ اللّٰهَ بَرِیْٓءٌ مِّنَ الْمُشْرِكِیْنَ ﳔ وَ رَسُوْلُهٗؕ-فَاِنْ تُبْتُمْ فَهُوَ خَیْرٌ لَّكُمْۚ-وَ اِنْ تَوَلَّیْتُمْ فَاعْلَمُوْۤا اَنَّكُمْ غَیْرُ مُعْجِزِی اللّٰهِؕ-وَ بَشِّرِ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا بِعَذَابٍ اَلِیْمٍ(3)

ترجمہ: اور (یہ) اللہ اور اس کے رسول کی طرف سے تمام لوگوں کی طرف بڑے حج کے دن اعلان ہے کہ اللہ مشرکوں سے بری ہے اور اس کا رسول بھی تو اگر تم توبہ کرو تو تمہارے لئے بہتر ہے اور اگر تم منہ پھیرو تو جان لو کہ تم اللہ کو تھکا نہیں سکتے اور کافروں کو دردناک عذاب کی خوشخبری سناؤ۔

حجِ اکبر کسے کہتے ہیں؟

اَحادیث اور آثارِ صحابہ میں مختلف دنوں کو حجِ اکبر کہا گیا ہے جبکہ عوام میں یہ مشہور ہے کہ جب یومِ عرفہ جمعہ کے دن ہو تو وہ حجِ اکبر ہوتا ہے، اس کے ثبوت میں اگرچہ کوئی صریح حدیث موجود نہیں تاہم یہ کہنا غلط بھی نہیں کیونکہ بکثرت روایات سے اس دن کا حجِ اکبر ہونا ثابت ہے بلکہ ملا علی قاری رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ نے اس دن کے حجِ اکبر ہونے کے ثبوت میں ”اَلْحَظُّ الْاَوْفَرُ فِی الْحَجِّ الْاَکْبَرْ“ کے نام سے ایک مستقل رسالہ بھی لکھا ہے۔ تفسیر کی کتابوں میں حجِ اکبر سے متعلق امام ابنِ سیرین رَحْمَۃُ اللّٰہِ

تَعَالٰی عَلَیْہِ سے ایک قول یہ بھی منقول ہے کہ ”حجِ اکبر وہ حج ہے کہ جو اس دن کے مُوافق ہو جس دن رسولُ اللہ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم اور تمام اَعراب نے حج کیا تھا۔

(تفسیر طبری، التوبۃ، تحت الآیۃ: ۳، ۶/۳۱۳)

اس کے علاوہ امام ابن سیرین رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ کا یہ قول تفسیر بغوی، جلد 2، صفحہ 226، تفسیر قرطبی، جلد 4، صفحہ 9، جزء 8، البحر المحیط، جلد 5، صفحہ 10 اور در منثور، جلد 4، صفحہ 128 پر بھی مذکور ہے۔ تفسیر خازن میں ہے ”جو حج تاجدارِ رسالت صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے حج کے موافق ہوا سے حجِ اکبر کہا گیا ہے اور یہ دن جمعہ کا دن تھا۔

(خازن، التوبۃ، تحت الآیۃ: ۳، ۲/۲۱۷)

فَاِذَا انْسَلَخَ الْاَشْهُرُ الْحُرُمُ فَاقْتُلُوا الْمُشْرِكِیْنَ حَیْثُ وَجَدْتُّمُوْهُمْ وَ خُذُوْهُمْ وَ احْصُرُوْهُمْ وَ اقْعُدُوْا لَهُمْ كُلَّ مَرْصَدٍۚ-فَاِنْ تَابُوْا وَ اَقَامُوا الصَّلٰوةَ وَ اٰتَوُا الزَّكٰوةَ فَخَلُّوْا سَبِیْلَهُمْؕ-اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ(5)

ترجمہ: پھر جب حرمت والے مہینے گزر جائیں تو مشرکوں کو مارو جہاں تم انہیں پاؤ اور انہیں پکڑلو اور قید کرلو اور ہر جگہ ان کی تاک میں بیٹھو پھر اگر وہ توبہ کریں اور نماز قائم رکھیں اور زکوٰۃ دیں تو ان کا راستہ چھوڑ دو، بیشک اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔

حرمت والے مہینے میں جہاد کا حکم شرعی

یہاں حرمت والے مہینوں سے مراد ان کفار کی امان کے مہینے ہیں جو مسلسل چار تھے لہٰذا یہ آیت منسوخ نہیں اور جن مہینوں میں جنگ ابتدائے اسلام میں حرام تھی وہ رجب، ذیقعد، ذی الحجہ اور محرم ہیں اب ان میں جہاد جائز ہے چونکہ یہاں مذکور معاہدے کی تکمیل والے چار مہینوں میں اُن کفار سے جنگ حرام تھی اس لئے انہیں اَشْہُرِ حرام فرمایا گیا۔ (روح البیان، التوبۃ، تحت الآیۃ:۵، ۳/۳۸۷)

وَ اِنْ اَحَدٌ مِّنَ الْمُشْرِكِیْنَ اسْتَجَارَكَ فَاَجِرْهُ حَتّٰى یَسْمَعَ كَلٰمَ اللّٰهِ ثُمَّ اَبْلِغْهُ مَاْمَنَهٗؕ-ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ قَوْمٌ لَّا یَعْلَمُوْنَ(6)

ترجمہ: اور اگر کوئی مشرک تم سے پناہ مانگے تو اسے پناہ دو حتّٰی کہ وہ اللہ کا کلام سنے پھر اسے اس کی امن کی جگہ پہنچادو یہ اس لیے کہ وہ نادان لوگ ہیں۔

آیت ”وَ اِنْ اَحَدٌ مِّنَ الْمُشْرِكِیْنَ“ سے معلوم ہونے والے مسائل:

اس آیت سے 5 مسئلے معلوم ہوئے

(1)...جس کافر کو امان دی گئی وہ ذمی کافر کی طرح دارُ الاسلام میں محفوظ ہے کہ نہ اسے قتل کیا جائے گا اور نہ اس کا مال چھینا جائے گا۔

(2)...جس کافر کو امان دی گئی اسے ہمیشہ دارُ الاسلام میں رہنے کی اجازت نہیں۔

(3)...اگر وہ مومن یا ذمی نہ بنے تو امن کی مدت گزر جانے کے بعد اسے سلامتی کے ساتھ دارُ الاسلام سے نکال دیا جائے۔

(4)...جس کافر کو امان دی گئی اسے اسلام کی تبلیغ کی جائے شاید وہ ایمان لے آئے۔

(5)...سوشل میڈیا(Social media)کو باعث ثواب بنانے کا ایک طریقہ:

اِسی آیت سے ایک بات یہ بھی سمجھ آتی ہے کہ کفار کیلئے تبلیغِ دین کے زیادہ سے زیادہ مواقع مہیا کرنا چاہئیں کہ وہ اسلام کو سنیں، دیکھیں اور سمجھیں۔ بہت سے کفار اس لئے مسلمان نہیں ہوتے کہ انہوں نے اِسلام کی حقیقی تعلیمات کو سنا ہی نہیں ہوتا اور جب کبھی ان کو کہیں کچھ سننے کا موقع ملتا ہے تو وہ فوراً اسلام قبول کر لیتے ہیں۔ لہٰذا کتابوں، کیسٹوں، سی ڈیز(CDs)، نیٹ(net) اور میڈیا(media) کے ذریعے اسلامی تعلیمات سیکھنے کے مَواقع زیادہ سے زیادہ فراہم کرنے چاہئیں۔

كَيْفَ يَكُوْنُ لِلْمُشْرِكِيْنَ عَهْدٌ عِنْدَ اللّٰهِ وَ عِنْدَ رَسُوْلِهٖۤ اِلَّا الَّذِيْنَ عٰهَدْتُّمْ عِنْدَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِۚ-فَمَا اسْتَقَامُوْا لَكُمْ فَاسْتَقِيْمُوْا لَهُمْؕ-اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُتَّقِيْنَ(7)

ترجمہ: اللہ اور اس کے رسول کے پاس مشرکوں کے لئے کوئی عہد کیسے ہوگا؟ سوائے ان لوگوں کے جن سے تم نے مسجد حرام کے نزدیک معاہدہ کیا تو جب تک وہ تمہارے لیے عہد پر قائم رہیں تو تم ان کے لیے قائم رہو۔ بیشک اللہ پرہیزگاروں سے محبت فرماتا ہے۔

عہد شکنی(Breaking promise) حرام ہے:

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو کفار سے کئے ہوئے معاہدے بھی پورے کرنے کا حکم دیا ہے تو اس پر افسوس ہے جو مومن کے ساتھ دھوکہ بازی اور بد عہدی سے باز نہ آئے۔ عہد شکنی حرام ہے چنانچہ حدیث مبارک ہے ”جس شخص میں یہ چار باتیں پائی جائیں وہ خالص منافق ہے (1) جب بات کرے تو جھوٹ بولے۔ (2) جب وعدہ کرے تو خلاف ورزی کرے۔ (3) جب معاہدہ کرے تو اسے توڑ دے۔ (4) جب جھگڑا کرے تو گالیاں دے۔ اگر کسی کے اندر ان میں سے ایک عادت پائی جائے تو اس میں نفاق کا ایک حصہ موجود ہے یہاں تک کہ وہ اسے چھوڑ دے۔ (بخاری، کتاب الجزیۃ والموادعۃ، باب اثم من عاہد ثمّ غدر، ۲/۳۷۰، الحدیث:۳۱۷۸)

وَ اِنْ نَّكَثُوْۤا اَیْمَانَهُمْ مِّنْۢ بَعْدِ عَهْدِهِمْ وَ طَعَنُوْا فِیْ دِیْنِكُمْ فَقَاتِلُوْۤا اَىٕمَّةَ الْكُفْرِۙ-اِنَّهُمْ لَاۤ اَیْمَانَ لَهُمْ لَعَلَّهُمْ یَنْتَهُوْنَ(12)

ترجمہ: اور اگر معاہدہ کرنے کے بعد اپنی قسمیں توڑیں اور تمہارے دین میں طعنہ زنی کریں تو کفر کے پیشواؤں سے لڑو، بیشک ان کی قسموں کا کوئی اعتبار نہیں (ان سے لڑو) تاکہ یہ باز آئیں۔

دین میں طعنہ زنی سے کیا مراد ہے؟

دین میں طعنہ زنی سے مراد یہ ہے کہ دینِ اسلام کی طرف کوئی ایسی بات منسوب کرنا جو دینِ اسلام کے شایانِ شان نہیں یا ضروریاتِ دین میں سے کسی چیز کو ہلکا جان کر

اس پر اعتراض کرنا۔ اسی طرح نماز اور حج پر طعنہ زنی کرنا، قرآن اور ذکرِ رسول پر طعنہ زنی کرنا یارسول اکرم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کی شانِ پاک میں گستاخی کرنا سب اس میں داخل ہے۔

(تفسیر قرطبی، براءۃ، تحت الآیۃ: ۱۲، ۴/۱۷، الجزء الثامن، روح المعانی، التوبۃ، تحت الآیۃ: ۱۲، ۵/۳۵۳، ملتقطاً)

آیت ’’وَاِنْ نَّكَثُوْۤا اَیْمَانَهُمْ‘‘ سے حاصل ہونے والی معلومات:

اس آیت سے دو باتیں معلوم ہوئیں:

(1)... مشرکین سے کیا گیا معاہدہ (Agreement) کب تک Valid رہے گا؟

جن مشرکین سے معاہدہ کیا گیا ہو تو اس معاہدے کے قائم رہنے کی ایک صورت یہ ہے کہ وہ ہمارے دین پر اعلانیہ طعنہ زنی نہ کریں اور اگر وہ اللہ عَزَّوَجَلَّ اور اس کے رسول صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کی شان میں یا قرآن سے متعلق کسی گستاخی کے مُرتَکِب ہوں تو ان کا معاہدہ ختم اور ان کے خلاف جنگ کی جائے گی۔

(احکام القرآن للجصاص، سورۃ التوبۃ، ۳/۱۱۰، ملخصاً)

(2)... کفار کے ساتھ جنگ کرنے سے مسلمانوں کی غرض ان کے ذاتی مفادات نہیں بلکہ انہیں کفر و بداعمالی سے روکنا ہے اور یہی اسلامی جہاد کا سب سے اہم مقصد ہے۔

قَاتِلُوْهُمْ یُعَذِّبْهُمُ اللّٰهُ بِاَیْدِیْكُمْ وَ یُخْزِهِمْ وَ یَنْصُرْكُمْ عَلَیْهِمْ وَ یَشْفِ

صُدُوْرَ قَوْمٍ مُّؤْمِنِيْنَ(14)

ترجمہ: تم ان سے لڑو، اللہ تمہارے ہاتھوں سے انہیں عذاب دے گا اور انہیں ذلیل ورسوا کرے گا اور ان کے خلاف تمہاری مدد فرمائے گا اور ایمان والوں کے دلوں کو ٹھنڈا کر دے گا۔

کفار سے بدلہ لینے کا شرعی حکم:

اس آیت سے معلوم ہوا کہ کفار سے اپنا بدلہ لینا جس سے مسلمانوں کے دلوں کا رنج نکلے جائز ہے بلکہ بعض اوقات بدلہ لینا ضروری ہے مگر ظلم و زیادتی نہ ہو۔

اَمْ حَسِبْتُمْ اَنْ تُتْرَكُوْا وَ لَمَّا يَعْلَمِ اللّٰهُ الَّذِيْنَ جٰهَدُوْا مِنْكُمْ وَ لَمْ يَتَّخِذُوْا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَ لَا رَسُوْلِهٖ وَ لَا الْمُؤْمِنِيْنَ وَلِيْجَةً ؕ وَ اللّٰهُ خَبِيْرٌۢ بِمَا تَعْمَلُوْنَ(16)

ترجمہ: کیا تم نے یہ گمان کر لیا کہ تمہیں ایسے ہی چھوڑ دیا جائے گا حالانکہ ابھی اللہ نے ان لوگوں کی پہچان نہیں کروائی جو تم میں سے جہاد کرنے والے ہیں اور وہ جنہوں نے اللہ اور اس کے رسول اور ایمان والوں کے علاوہ کسی کو اپنا رازدار نہیں بنایا اور اللہ تمہارے کاموں سے خبردار ہے۔

مشرکوں سے دلی دوستی اور مسلمانوں کے راز (Secrets) پہنچانے کا شرعی حکم:

اس آیت سے معلوم ہوا کہ مخلص اور غیر مخلص میں امتیاز کر دیا جائے گا نیز اس

آیت میں مسلمانوں کو مشرکوں سے دلی دوستی کرنے سے منع کیا گیا ہے اور ان کے پاس مسلمانوں کے راز پہنچانے سے ممانعت کی گئی ہے۔ ایک اور مقام پر اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

”لَا یَتَّخِذِ الْمُؤْمِنُوْنَ الْكٰفِرِیْنَ اَوْلِیَآءَ مِنْ دُوْنِ الْمُؤْمِنِیْنَۚ-وَ مَنْ یَّفْعَلْ ذٰلِكَ فَلَیْسَ مِنَ اللّٰهِ فِیْ شَیْءٍ اِلَّاۤ اَنْ تَتَّقُوْا مِنْهُمْ تُقٰىةًؕ-وَ یُحَذِّرُكُمُ اللّٰهُ نَفْسَهٗؕ-وَ اِلَى اللّٰهِ الْمَصِیْرُ“ (ال عمران: ۲۸)

ترجمۂ کنزُالعِرفان: مسلمان مسلمانوں کو چھوڑ کر کافروں کو اپنا دوست نہ بنائیں اور جو کوئی ایسا کرے گا تو اس کا اللہ سے کوئی تعلق نہیں مگر یہ کہ تمہیں ان سے کوئی ڈر ہو اور اللہ تمہیں اپنے غضب سے ڈراتا ہے اور اللہ ہی کی طرف لوٹنا ہے۔

اور ارشاد فرماتا ہے:

”بَشِّرِ الْمُنٰفِقِیْنَ بِاَنَّ لَهُمْ عَذَابًا اَلِیْمَاۙ (۱۳۸) الَّذِیْنَ یَتَّخِذُوْنَ الْكٰفِرِیْنَ اَوْلِیَآءَ مِنْ دُوْنِ الْمُؤْمِنِیْنَؕ-اَیَبْتَغُوْنَ عِنْدَهُمُ الْعِزَّةَ فَاِنَّ الْعِزَّةَ لِلّٰهِ جَمِیْعًا“ (النساء: ۱۳۸، ۱۳۹)

ترجمۂ کنزُالعِرفان: منافقوں کو خوشخبری دو کہ ان کے لئے دردناک عذاب ہے۔ وہ جو مسلمانوں کو چھوڑ کر کافروں کو دوست بناتے ہیں کیا یہ ان کے

پاس عزت ڈھونڈتے ہیں؟ تو تمام عزتوں کا مالک اللہ ہے۔

نیز ارشاد فرماتا ہے:

”یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّخِذُوْا بِطَانَةً مِّنْ دُوْنِكُمْ لَا یَاْلُوْنَكُمْ خَبَالًاؕ-وَدُّوْا مَا عَنِتُّمْۚ-قَدْ بَدَتِ الْبَغْضَآءُ مِنْ اَفْوَاهِهِمْ ۚۖ وَ مَا تُخْفِیْ صُدُوْرُهُمْ اَكْبَرُؕ-قَدْ بَیَّنَّا لَكُمُ الْاٰیٰتِ اِنْ كُنْتُمْ تَعْقِلُوْنَ“ (ال عمران:118)

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اے ایمان والو! غیروں کو راز دار نہ بناؤ، وہ تمہاری برائی میں کمی نہیں کریں گے۔ وہ تو چاہتے ہیں کہ تم مشقت میں پڑ جاؤ۔ بیشک (ان کا) بغض تو ان کے منہ سے ظاہر ہو چکا ہے اور جو ان کے دلوں میں چھپا ہوا ہے وہ اس سے بھی بڑھ کر ہے۔ بیشک ہم نے تمہارے لئے کھول کر آیتیں بیان کر دیں اگر تم عقل رکھتے ہو۔

نیت درست رکھنا ضروری ہے:

اس آیت کے آخر میں بیان ہوا کہ اللہ تعالیٰ لوگوں کی نیتوں اور ان کے مَقاصِد سے خبر دار ہے اور ان میں سے کوئی چیز بھی اللہ تعالیٰ سے پوشیدہ نہیں، لہٰذا ہر مسلمان پر لازم ہے کہ وہ اپنی نیت درست رکھنے پر خوب توجہ دے۔ حضرت عبداللہ بن عباس رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا فرماتے ہیں ”اللہ تعالیٰ اس بات کو پسند نہیں فرماتا کہ باطن

ظاہر کے خلاف ہو۔(تفسیر کبیر، التوبۃ، تحت الآیۃ:۱۶، ۸/۶)

مَا كَانَ لِلْمُشْرِكِيْنَ اَنْ يَّعْمُرُوْا مَسٰجِدَ اللّٰهِ شٰهِدِيْنَ عَلٰۤى اَنْفُسِهِمْ بِالْكُفْرِؕ-اُولٰٓىٕكَ حَبِطَتْ اَعْمَالُهُمْ ۚۖ-وَفِي النَّارِ هُمْ خٰلِدُوْنَ(17)

ترجمہ: مشرکوں کو کوئی حق نہیں کہ وہ اللہ کی مسجدوں کو آباد کریں جبکہ یہ خود اپنے کفر کے گواہ ہیں، ان کے تمام اعمال برباد ہیں اور یہ ہمیشہ آگ ہی میں رہیں گے۔

مسجدیں آباد کرنے کے معنی:

اس میں بھی کئی قول ہیں: ایک تو یہ کہ آباد کرنے سے مسجد کا تعمیر کرنا، بلند کرنا، مرمت کرنا مراد ہے۔ اس سے کافر کو منع کیا جائے گا۔ دوسرا قول یہ ہے کہ مسجد آباد کرنے سے اس میں داخل ہونا اور بیٹھنا مراد ہے۔

(خازن، التوبۃ، تحت الآیۃ:۱۷، ۲۲۲/۲)

مسجد کی تعمیر کے لیے کافر(Non Muslim) سے مدد لینا منع ہے:

تنبیہ: کفار سے مسجدوں کی تعمیر کے معاملے میں مدد نہیں لینی چاہیے اگرچہ بعض صورتوں میں اس کی اجازت ہوتی ہے۔

کفار کے اچھے اعمال پر کوئی ثواب نہیں:

اس سے معلوم ہوا کہ کفار کی نیکیاں جیسے مساجد کی خدمت، مسافر خانہ، کنوئیں

وغیرہ بنانا سب برباد ہیں کسی پر کوئی ثواب نہیں۔

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّخِذُوْۤا اٰبَآءَكُمْ وَ اِخْوَانَكُمْ اَوْلِیَآءَ اِنِ اسْتَحَبُّوا الْكُفْرَ عَلَى الْاِیْمَانِؕ-وَ مَنْ یَّتَوَلَّهُمْ مِّنْكُمْ فَاُولٰٓىٕكَ هُمُ الظّٰلِمُوْنَ(23)

ترجمہ: اے ایمان والو! اپنے باپ اور اپنے بھائیوں کو دوست نہ سمجھو اگر وہ ایمان کے مقابلے میں کفر کو پسند کریں اور تم میں جو کوئی ان سے دوستی کرے گا تو وہی ظالم ہیں۔

کافروں اور بدمذہبوں سے دور رہنے کا حکم:

اللہ تعالیٰ کے نافرمانوں یعنی کافروں، بے دینوں اور گمراہوں کے ساتھ میل جول ،رسم وراہ، مَوَدَّت و محبت اُن کی ہاں میں ہاں ملانا اُن کی خوشامد میں رہنا سب ممنوع ہے۔ارشاد باری تعالیٰ ہے:

’’ وَ لَا تَرْكَنُوْۤا اِلَى الَّذِیْنَ ظَلَمُوْا فَتَمَسَّكُمُ النَّارُ ‘‘ (هود:۱۱۳)

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور ظالموں کی طرف نہ جھکو ورنہ تمہیں آگ چھوئے گی۔

ایک اور مقام پر ارشاد فرماتا ہے

’’ وَ اِمَّا یُنْسِیَنَّكَ الشَّیْطٰنُ فَلَا تَقْعُدْ بَعْدَ الذِّكْرٰى مَعَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِیْنَ ‘‘(انعام:۶۸)

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور اگر شیطان تمہیں بھلادے تو یاد آنے کے بعد ظالموں

کے پاس نہ بیٹھ۔

حضرت ابو ہریرہ رَضِیَ اللهُ تَعَالٰی عَنْهُ سے روایت ہے، نبی اکرم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا "اِیَّاکُمْ وَاِیَّاهُمْ لَا یُضِلُّوْنَکُمْ وَلَا یَفْتِنُوْنَکُمْ" ان سے الگ رہو، انہیں اپنے سے دور رکھو، کہیں وہ تمہیں بہکا نہ دیں، وہ تمہیں فتنے میں نہ ڈال دیں۔

(مسلم، باب النہی عن الروایۃ عن الضعفاء والاحتیاط فی تحمّلہا، ص۹، الحدیث:۷(۷))

حضرت عبداللہ بن عمر رَضِیَ اللهُ تَعَالٰی عَنْهُمَا سے روایت ہے، حضورِ اقدس صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا "اِنْ مَرِضُوْا فَلَا تَعُوْدُوْهُمْ وَاِنْ مَاتُوْا فَلَا تَشْهَدُوْهُمْ" اگر یہ بیمار پڑیں تو ان کی عیادت نہ کرنا اور اگر مرجائیں تو ان کے جنازے میں شامل نہ ہونا۔

(ابوداؤد، کتاب السنّۃ، ۴/۲۹۴، الحدیث:۴۶۹۱)

یہی حدیث حضرت جابر بن عبداللہ رَضِیَ اللهُ تَعَالٰی عَنْهُ سے بھی مروی ہے، اس میں مزید یہ الفاظ بھی ہیں '' وَاِنْ لَقِیْتُمُوْهُمْ فَلَا تُسَلِّمُوْا عَلَیْهِمْ '' اور اگر تم ان سے ملو تو انہیں سلام نہ کرو!۔ (ابن ماجہ، کتاب السنّۃ، باب فی القدر، ۱/۷۰، الحدیث:۹۲)

حضرت عبداللہ بن مسعود رَضِیَ اللهُ تَعَالٰی عَنْهُ سے روایت ہے، تاجدارِ رسالت صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: اللہ تعالیٰ نے میرے لئے میرے صحابہ کو منتخب فرمایا ہے، انہیں میرا ساتھی اور قریبی عزیز بنایا ہے۔ عنقریب کچھ لوگ ایسے آئیں گے جو صحابۂ کرام رَضِیَ اللهُ تَعَالٰی عَنْهُمْ کی شان میں گستاخی کریں گے اور انہیں برا بھلا کہیں گے، اگر تم

انہیں پاؤ تو ان کے ساتھ نکاح کرنا، نہ ان کے ساتھ کھانا پینا، ان کے ساتھ نماز پڑھنا اور نہ ان پر نماز پڑھنا۔

(کنز العمال، کتاب الفضائل، ذکر الصحابۃ وفضلہم رضی اللہ عنہم اجمعین، ۶/۲۴۶، الحدیث: ۳۲۵۲۵، الجزء الحادی عشر)

ان آیات و اَحادیث کو سامنے رکھتے ہوئے ہمیں چاہئے کہ بدمذہبوں کے سائے سے بھی کوسوں دور بھاگیں چہ جائیکہ ان کے ساتھ اٹھیں بیٹھیں، ان کی دعوتوں میں اور ان کی شادی غمی میں شریک ہوں۔ اللہ تعالیٰ ہمیں ان کے شر سے محفوظ رکھے۔ آمین۔

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْۤا اِنَّمَا الْمُشْرِكُوْنَ نَجَسٌ فَلَا یَقْرَبُوا الْمَسْجِدَ الْحَرَامَ بَعْدَ عَامِهِمْ هٰذَاۚ-وَ اِنْ خِفْتُمْ عَیْلَةً فَسَوْفَ یُغْنِیْكُمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖۤ اِنْ شَآءَؕ-اِنَّ اللّٰهَ عَلِیْمٌ حَكِیْمٌ(28)

ترجمہ: اے ایمان والو! مشرک بالکل ناپاک ہیں تو اس سال کے بعد وہ مسجد حرام کے قریب نہ آنے پائیں اور اگر تمہیں محتاجی کا ڈر ہے تو عنقریب اللہ اپنے فضل سے اگر چاہے گا تو تمہیں دولت مند کردے گا بیشک اللہ علم والا حکمت والا ہے۔

دنیا بھر کی مَساجِد میں مشرکوں کا داخلہ ممنوع ہے:

یہاں مشرکین کو منع کرنے کے معنی یہ ہیں کہ مسلمان مسجدِ حرام شریف میں آنے سے روکیں۔ یہاں اصلِ حکم مسجدِ حرام شریف میں آنے سے روکنے کا ہے اور بقیہ دنیا بھر کی مساجد میں آنے کے متعلق بھی حکم یہ ہے کہ کفار مسجدوں میں نہیں آسکتے۔ خصوصاً کفار کو عزت واحترام اور استقبال کے ساتھ مسجد میں لانا شدید حرام ہے۔ اعلیٰ حضرت رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ فرماتے ہیں کہ ”یہ کہنا کہ مسجدُ الحرام شریف سے کفار کا منع ایک خاص وقت کے واسطے تھا، اگر یہ مراد کہ اب نہ رہا تو اللہ عَزَّوَجَلَّ پر صَریح اِفتراء ہے، اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا

”اِنَّمَا الْمُشْرِكُوْنَ نَجَسٌ فَلَا یَقْرَبُوا الْمَسْجِدَ الْحَرَامَ بَعْدَ عَامِهِمْ هٰذَا“

(ترجمۂ کنزُالعِرفان: مشرک بالکل ناپاک ہیں تو اس سال کے بعد وہ مسجد حرام کے قریب نہ آنے پائیں۔)

یونہی یہ کہنا کہ کفار کے وُفود مسجدِ نبوی صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم میں اپنے طریقے پر عبادت کرتے تھے محض جھوٹ ہے۔ حضورِ اقدس صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے لئے مسجدِ کریمہ کے سوا کوئی نشست گاہ نہ تھی جو حاضر ہوتا یہیں حاضر ہوتا کسی کافر کی حاضری مَعَاذَ اللہ بطورِ اِستیلا واِستِعلاء (یعنی غلبے کے طور پر) نہ تھی بلکہ ذلیل وخوار ہو کر یا اسلام لانے کے لئے یا تبلیغِ اسلام سننے کے واسطے تھی۔ (فتاویٰ رضویہ، کتاب السیر، ۱۴/۳۹۰-۳۹۱)

قَاتِلُوا الَّذِیْنَ لَا یُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَ لَا بِالْیَوْمِ الْاٰخِرِ وَ لَا یُحَرِّمُوْنَ مَا حَرَّمَ اللّٰهُ وَ رَسُوْلُهٗ وَ لَا یَدِیْنُوْنَ دِیْنَ الْحَقِّ مِنَ الَّذِیْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ حَتّٰى یُعْطُوا الْجِزْیَةَ عَنْ یَّدٍ وَّ هُمْ صٰغِرُوْنَ(29)

ترجمہ: وہ لوگ جنہیں کتاب دی گئی ان میں سے جو اللہ پر ایمان نہیں لاتے اور نہ ہی آخرت کے دن پر اور نہ وہ ان چیزوں کو حرام قرار دیتے ہیں جنہیں اللہ اور اس کے رسول نے حرام کیا ہے اور نہ وہ سچے دین پر چلتے ہیں ان سے جہاد کرتے رہو حتّٰی کہ وہ ذلیل ہو کر اپنے ہاتھوں سے جزیہ دیں۔

احکامِ شریعت نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے سپرد ہیں:

اعلیٰ حضرت امام اہلسنت شاہ امام احمد رضا خان رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ فرماتے ہیں کہ ائمۂ محققین تصریح فرماتے ہیں کہ احکامِ شریعت حضور سید عالم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کو سپرد ہیں جو بات چاہیں واجب کر دیں جو چاہیں ناجائز فرما دیں، جس چیز یا جس شخص کو جس حکم سے چاہیں مُستثنیٰ فرما دیں۔ (فتاویٰ رضویہ، ۵۱۸/۳۰)

اس مضمون پر چند اَحادیث کا خلاصہ ملاحظہ فرمائیں۔

(1)...حضرت عباس رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ کے عرض کرنے پر حرم میں اِذخِر گھاس کاٹ لینا جائز فرما دیا۔

(بخاری، کتاب الجنائز، باب الاذخروا لحشیش فی القبر، ۴۵۳/۱، الحدیث: ۱۳۴۹)

(2)... حضرت ابوبردہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ کے لئے چھ مہینے کی بکری کی قربانی جائز فرمادی۔

(بخاری، کتاب الاضاحی، باب قول النبی صلی اللہ علیہ وسلم لابی بردۃ۔۔۔ الخ، ۳/۵۷۵، الحدیث:۵۵۵۷)

(3)... اکیلے حضرت خزیمہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ کی گواہی کو دو گواہوں کے برابر قرار دے دیا۔

(ابوداؤد، کتاب الاقضیۃ، باب اذا علم الحاکم صدق الشاہد الواحد۔۔۔ الخ، ۳/۴۳۱، الحدیث:۳۶۰۷)

(4)... ایک صحابی رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ کو اس کے روزے کا کفارہ اپنے پاس سے عطا فرما کر اسے اپنی ہی ذات اور اہلِ خانہ پر خرچ کرنے کی اجازت عطا فرمادی۔

(بخاری، کتاب الصوم، باب اذا جامع فی رمضان۔۔۔ الخ، ۱/۶۳۸، الحدیث:۱۹۳۶)

(5)... حضرت علی کَرَّمَ اللہُ تَعَالٰی وَجْہَہُ الْکَرِیْم کے لئے حالتِ جنابت میں مسجد میں داخل ہونا حلال فرمادیا۔

(ترمذی، کتاب المناقب، ۲۰-باب، ۵/۴۰۸، الحدیث:۳۷۴۸)

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْۤا اِنَّ كَثِیْرًا مِّنَ الْاَحْبَارِ وَ الرُّهْبَانِ لَیَاْكُلُوْنَ اَمْوَالَ النَّاسِ بِالْبَاطِلِ وَ یَصُدُّوْنَ عَنْ سَبِیْلِ اللّٰهِؕ-وَ الَّذِیْنَ یَكْنِزُوْنَ الذَّهَبَ وَ الْفِضَّةَ وَ لَا یُنْفِقُوْنَهَا فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِۙ-فَبَشِّرْهُمْ بِعَذَابٍ اَلِیْمٍ(34)

ترجمہ: اے ایمان والو! بیشک بہت سے پادری اور روحانی درویش باطل طریقے سے لوگوں کا مال کھا جاتے ہیں اور اللہ کی راہ سے روکتے ہیں اور وہ

لوگ جو سونا اور چاندی جمع کر رکھتے ہیں اور اسے اللہ کی راہ میں خرچ نہیں کرتے انہیں دردناک عذاب کی خوشخبری سناؤ۔

مال جمع کرنے کا شرعی حکم اور مالدار صحابۂ کرام رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُم کے واقعات:

یاد رہے کہ مال کا جمع کرنا مباح ہے مذموم نہیں جبکہ اس کے حقوق ادا کئے جائیں۔ حضرت عبدالرحمٰن بن عوف اور حضرت طلحہ وغیرہ اصحاب رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُم مالدار تھے۔ اسی مناسبت سے صحابۂ کرام رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُم کی مالداری کے چند واقعات ملاحظہ ہوں۔ حضرت عثمان غنی رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ کی مالداری تو ویسے ہی بہت مشہور ہے، ان کے علاوہ چند مالدار صحابۂ کرام رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُم یہ ہیں

(1)... **حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ:** تاجدارِ رسالت صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کی دعا کی برکت سے اللہ تعالیٰ نے حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ کو کثیر مال عطا فرمایا اور اپنی مالداری کے باوجود بکثرت صدقہ و خیرات بھی کیا کرتے تھے۔ نبی اکرم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے مقدس زمانے میں آپ نے اپنے مال میں سے پہلے چار ہزار درہم صدقہ کئے، پھر چالیس ہزار درہم اللہ تعالیٰ کی راہ میں خیرات کئے، اس کے بعد چالیس ہزار دینار صدقہ کئے، پھر پانچ سو گھوڑے اور اس کے بعد پانچ سو اونٹ راہِ خدا میں صدقہ کئے۔ (اسد الغابہ، باب العین والباء، عبدالرحمٰن بن عوف، ۳/۴۹۸)

ایک مرتبہ مدینہ منورہ میں حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ کا

تجارتی قافلہ آیا، اس قافلے میں گندم، آٹے اور کھانے سے لدے ہوئے سات سو اونٹ تھے، حضرت عائشہ صدیقہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہا نے شور سنا تو اس بارے دریافت فرمایا تو انہیں بتایا گیا کہ حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ کا تجارتی قافلہ واپس آیا ہے جس میں گندم، آٹے اور طعام سے لدے ہوئے سات سو اونٹ ہیں۔ حضرت عائشہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہا نے فرمایا: میں نے نبی اکرم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کو ارشاد فرماتے ہوئے سنا ہے کہ عبدالرحمٰن بن عوف رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ جنت میں گھسٹتے ہوئے داخل ہوں گے۔ جب یہ بات حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ کو معلوم ہوئی آپ نے کہا: اے میری ماں! میں آپ کو گواہ بناتا ہوں کہ میں نے یہ تمام اونٹ اپنے سازوسامان کے ساتھ اللہ عَزَّوَجَلَّ کی راہ میں صدقہ کر دیئے۔

(اسد الغابہ، باب العین والباء، عبدالرحمٰن بن عوف، ۳/۴۹۸)

جب حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ کا انتقال ہوا تو آپ کے ترکہ میں حاصل ہونے والے سونے کو کلہاڑوں سے کاٹا گیا یہاں تک کہ لوگوں کے ہاتھوں میں آبلے پڑ گئے، اس کے علاوہ آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ کے ترکے میں ایک ہزار اونٹ، تین ہزار بکریاں اور ایک سو گھوڑے شامل تھے جو بقیع کی چراگاہ میں چرتے تھے۔

(اسد الغابہ، باب العین والباء، عبدالرحمٰن بن عوف، ۳/۵۰۰)

(2)... حضرت طلحہ بن عبید اللہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ: حضرت طلحہ بن عبید اللہ رَضِیَ اللہُ

تَعَالٰی عَنْہُ کی عراقی زمینوں سے ہونے والی آمدنی چار سے پانچ لاکھ درہم تک تھی اور سُرَّاۃ کی زمینوں سے ہونے والی آمدنی دس ہزار دینار کے لگ بھگ تھی یونہی اعراض سے بھی آمدنی ہوتی تھی۔ آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ بنو تمیم کے ہر ضرورت مند کی ضرورت کو پورا کرتے، ان کی مدد کرتے، ان کی بیواؤں اور غیر شادی شدہ افراد کی شادیاں کراتے اور ان کے قرض اتارا کرتے تھے نیز ہر سال زمین کی پیداوار کی آمدنی سے دس ہزار درہم حضرت عائشہ صدیقہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہا کو بھجوایا کرتے تھے۔

(الطبقات الکبری، طبقات البدریین من المہاجرین، الطبقۃ الاولی، طلحۃ بن عبید اللہ، ۱۶۶/۳)

(3)... **حضرت زبیر بن العوام** رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ: حضرت ہشام بن عروہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت زبیر رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ کے ترکے کی قیمت پانچ کروڑ دس لاکھ یا پانچ کروڑ بیس لاکھ درہم تھی، مصر، اسکندریہ اور کوفہ میں آپ کی رہائشگاہیں تھیں، بصرہ میں آپ کی حویلیاں تھیں، مدینہ منورہ کی زمینوں سے آپ کے پاس غلے کی پیداوار سے آمدنی آتی تھی۔ حضرت زبیر رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے چار بیویاں چھوڑیں جن میں سے ہر ایک کو گیارہ گیارہ لاکھ ملے۔

(الطبقات الکبری، طبقات البدریین من المہاجرین، الطبقۃ الاولی، ومن بنی اسد بن عبد العزی بن قصی، الزبیر بن العوام، ۸۱/۳)

ان کے علاوہ حضرت عمرو بن العاص، حضرت عبداللہ بن مسعود، حضرت زید

بن ثابت، حضرت سعد بن ابی وقاص اور حضرت انس بن مالک رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُم بھی مالدار صحابہ میں شمار ہوتے تھے۔ خیال رہے کہ مالدار صحابۂ کرام رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُم در حقیقت مالدار کی تربیت کیلئے مشعلِ راہ تھے، وہ اپنا مال شرعی مَصارِف میں خرچ کرتے تھے اور اسی لئے مال جمع رکھتے تھے، ان کے اَموال اظہارِ فخر کے لئے نہ تھے اور نہ ہی دنیائے فانی کے مال کی محبت میں اسے جمع کرتے تھے۔

اللہ تعالیٰ مالدار مسلمانوں کو صحابۂ کرام رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُم کی سیرت پر عمل پیرا ہونے کی توفیق عطا فرمائے، اٰمین۔

اِنْفِرُوْا خِفَافًا وَّ ثِقَالًا وَّ جَاهِدُوْا بِاَمْوَالِكُمْ وَ اَنْفُسِكُمْ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِؕ-ذٰلِكُمْ خَیْرٌ لَّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ(41)

ترجمہ: تم مشقت اور آسانی ہر حال میں کوچ کرو اور اپنے مالوں اور اپنی جانوں کے ساتھ اللہ کے راستے میں جہاد کرو۔ اگر تم جانو تو یہ تمہارے لئے بہتر ہے۔

{اِنْفِرُوْا خِفَافًا وَّ ثِقَالًا: تم مشقت اور آسانی ہر حال میں کوچ کرو۔} یعنی چاہے تم اس حالت میں ہو کہ جہاد کرنا تم پر آسان ہے یا اس حالت میں ہو کہ جہاد کرنا تم پر بھاری ہے بہر حال کوچ کرو۔ مفسرین نے ''خِفَافًا'' اور ''ثِقَالًا'' کے بہت سے معنی بیان فرمائے ہیں۔ (1) تمہارے لئے نکلنے میں آسانی ہو یا مشقت۔ (2) اہل و عیال کم

ہوں یا زیادہ۔ (3) اسلحہ کم ہو یا زیادہ۔ (4) سوار ہو کر نکلو یا پیدل۔ (5) جوان ہو یا بوڑھے۔ (6) طاقتور ہو یا کمزور۔ (7) بہادر ہو یا بزدل۔ (8) صحت مند ہو یا مریض۔ (9) خوشی سے نکلو یا ناخوشی سے۔ (10) مالدار ہو یا فقیر۔ (11) فارغ ہو یا کسی کام میں مصروف، خلاصہ یہ ہے کہ تاجدارِ رسالت صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم جب اور جن مسلمانوں کو جہاد کے لئے بلائیں تو انہیں جہاد میں جانا ضروری ہے چاہے وہ کسی بھی حال میں ہوں۔

(تفسیر کبیر، التوبۃ، تحت الآیۃ: ۴۱، ۶/۵۵، خازن، التوبۃ، تحت الآیۃ: ۴۱، ۲/۲۴۴، ملتقطاً)

جہاد کی تین صورتیں

جہاد کی تین صورتیں ہیں۔

(1)...جان اور مال دونوں کے ساتھ جہاد:

یہ حکم اس کیلئے ہے کہ جو مال بھی رکھتا اور جہاد کے قابل تندرست و توانا جسم بھی رکھتا ہو۔

(2)...صرف جان کے ساتھ جہاد:

یہ حکم اس کے لئے ہے جس کے پاس مال نہ ہو لیکن جسمانی طور پر جہاد کے قابل ہو۔

(3)...صرف مال کے ساتھ:

یہ حکم اس کیلئے ہے کہ جو جسمانی کمزوری، معذوری یا بیماری وغیرہ کے باعث جہاد

میں شریک نہ ہو سکتا ہو لیکن مجاہدین کی مالی مدد کرنے پر قدرت رکھتا ہو۔

(روح البیان، التوبۃ، تحت الآیۃ:۴۱، ۳/۴۳۸، ملخصًا)

قُلْ لَّنْ یُّصِیْبَنَاۤ اِلَّا مَا كَتَبَ اللّٰهُ لَنَاۚ-هُوَ مَوْلٰىنَاۚ-وَ عَلَى اللّٰهِ فَلْیَتَوَكَّلِ الْمُؤْمِنُوْنَ(51)

ترجمہ: تم فرماؤ: ہمیں وہی پہنچے گا جو اللہ نے ہمارے لیے لکھ دیا، وہ ہمارا مددگار ہے اور مسلمانوں کو اللہ ہی پر بھروسہ کرنا چاہیے۔

تقدیر کے بارے میں بحث کرنے سے بچیں:

یاد رہے کہ تقدیر کا مسئلہ انتہائی نازک ہے اور اس مسئلے میں الجھا کر شیطان لوگوں کا ایمان برباد کرنے کی کوشش کرتا ہے لہٰذا ہر مسلمان کو چاہئے کہ وہ تقدیر کے بارے میں بحث اور غور و فکر کرنے سے بچے۔ صدر الشریعہ مفتی امجد علی اعظمی رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ فرماتے ہیں ''قضا و قدر کے مسائل عام عقلوں میں نہیں آسکتے اور ان میں زیادہ غور و فکر کرنا ہلاکت کا سبب ہے، صدیق و فاروق رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا اس مسئلہ میں بحث کرنے سے منع فرمائے گئے تو ہم اور آپ کس گنتی میں۔۔۔! اتنا سمجھ لیں کہ اللہ تعالیٰ نے آدمی کو پتھر اور دیگر جمادات کی طرح بے حس و حرکت پیدا نہیں کیا بلکہ اسے ایک طرح کا اختیار دیا ہے کہ ایک کام چاہے کرے چاہے نہ کرے اور اس کے ساتھ عقل بھی دی ہے کہ بھلے، برے، نفع، نقصان کو پہچان سکے اور ہر قسم کے سامان اور اَسباب

مہیا کر دیئے ہیں کہ بندہ جب کوئی کام کرنا چاہتا ہے تو اسے اسی قسم کے سامان مہیا ہو جاتے ہیں اور اسی بنا پر اس پر مُواخذہ ہے۔ اپنے آپ کو بالکل مجبور یا بالکل مختار سمجھنا دونوں گمراہی ہے۔

(بہار شریعت، حصہ اول، عقائد متعلقۂ ذات وصفات، ۱/۱۸-۱۹، ملخصًا)

وَ مِنْهُمْ مَّنْ یَّلْمِزُكَ فِی الصَّدَقٰتِۚ-فَاِنْ اُعْطُوْا مِنْهَا رَضُوْا وَ اِنْ لَّمْ یُعْطَوْا مِنْهَاۤ اِذَا هُمْ یَسْخَطُوْنَ(58)

ترجمہ: اور ان میں سے کوئی وہ ہے جو صدقات تقسیم کرنے میں تم پر اعتراض کرتا ہے تو اگر اِنہیں اُن (صدقات) میں سے کچھ دیدیا جائے تو راضی ہوجاتے ہیں اور اگر اِنہیں اُن میں سے کچھ نہ دیا جائے تو اس وقت ناراض ہوجاتے ہیں۔

رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے کسی فعل شریف پر اعتراض کرنے کا شرعی حکم:

اس سے معلوم ہوا کہ حضور اکرم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے کسی فعل شریف پر اعتراض کرنا کفر ہے۔

وَ لَوْ اَنَّهُمْ رَضُوْا مَاۤ اٰتٰىهُمُ اللّٰهُ وَ رَسُوْلُهٗۙ-وَ قَالُوْا حَسْبُنَا اللّٰهُ سَیُؤْتِیْنَا اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ وَ رَسُوْلُهٗۤۙ-اِنَّاۤ اِلَى اللّٰهِ رٰغِبُوْنَ(59)

ترجمہ: اور (کیا اچھا ہوتا) اگر وہ اس پر راضی ہوجاتے جو اللہ اور اس کے

رسول نے انہیں عطا فرمایا اور کہتے کہ ہمیں اللہ کافی ہے۔ عنقریب اللہ اور اس کا رسول ہمیں اپنے فضل سے اور زیادہ عطا فرمائیں گے۔ بیشک ہم اللہ ہی کی طرف رغبت رکھنے والے ہیں۔

ہمیں اللہ اور اس کا رسول کافی ہے:

آیت ''مَاۤ اٰتٰىهُمُ اللّٰهُ وَ رَسُوْلُهٗ'' سے حاصل ہونے والی معلومات:

اس سے معلوم ہوا کہ یہ کہنا جائز ہے کہ اللہ رسول عَزَّوَجَلَّ وصَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے ہمیں ایمان دیا، دوزخ سے بچایا وغیرہ وغیرہ۔ یہ بھی معلوم ہوا کہ اللہ رسول عَزَّوَجَلَّ وصَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم دیتے ہیں اور آئندہ بھی دیں گے بلکہ اللہ تعالیٰ جو دیتا ہے وہ حضور پُر نور صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم ہی کے ذریعے سے دیتا ہے۔

نفع ونقصان پہنچانے کی نسبت نیک بندوں کی طرف کرنا جائز ہے:

یاد رہے کہ کسی کو نفع پہنچانے یا کسی سے نقصان دور کر دینے کی نسبت اللہ تعالیٰ کے نیک بندوں کی طرف کرنا جائز ہے، اس طرح کی نسبتیں قرآنِ پاک میں بکثرت مقامات پر مذکور ہیں

(1)...اللہ تعالیٰ نے نعمت عطا کرنے کی نسبت تاجدارِ رسالت صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کی طرف فرمائی، ارشاد باری تعالیٰ ہے:

''اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَیْهِ وَ اَنْعَمْتَ عَلَیْهِ'' (احزاب: ۳۷)

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اللہ نے اسے نعمت بخشی اور اے نبی تو نے اسے نعمت بخشی۔

(2)...اللہ عَزَّوَجَلَّ نے اپنے حبیب صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کی طرف غنی کرنے کی نسبت فرمائی، ارشاد فرمایا:

''وَ مَا نَقَمُوْۤا اِلَّاۤ اَنْ اَغْنٰىهُمُ اللّٰهُ وَ رَسُوْلُهٗ مِنْ فَضْلِهٖ'' (توبہ:۷۴)

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور انہیں یہی برا لگا کہ اللہ اور اس کے رسول نے انہیں اپنے فضل سے غنی کردیا۔

(3،4)...اللہ عَزَّوَجَلَّ نے فرشتوں کو ہمارا محافظ اور نگہبان فرمایا، ارشاد باری تعالیٰ ہے

''لَهٗ مُعَقِّبٰتٌ مِّنْۢ بَیْنِ یَدَیْهِ وَ مِنْ خَلْفِهٖ یَحْفَظُوْنَهٗ مِنْ اَمْرِ اللّٰهِ'' (الرعد:۱۱)

ترجمۂ کنزُالعِرفان: آدمی کے لیے اس کے آگے اور اس کے پیچھے بدل بدل کر باری باری آنے والے فرشتے ہیں جو اللہ کے حکم سے اس کی حفاظت کرتے ہیں۔

اور ارشاد فرمایا:

''وَ یُرْسِلُ عَلَیْكُمْ حَفَظَةً'' (انعام:۶۱)

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور وہ تم پر نگہبان بھیجتا ہے۔

(5)...اللہ تعالیٰ نے اپنے نام کے ساتھ صحابۂ کرام رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنۡہُم کو ملا کر کفایت کرنے والا فرمایا

''یٰۤاَیُّهَا النَّبِیُّ حَسْبُكَ اللّٰهُ وَ مَنِ اتَّبَعَكَ مِنَ الْمُؤْمِنِیْنَ'' (انفال:۶۴)

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اے نبی! اللہ تمہیں کافی ہے اور جو مسلمان تمہارے پیروکار ہیں۔

مشورہ: اس بارے میں مزید تفصیل کے لئے فتاویٰ رضویہ کی 30ویں جلد میں موجود رسالہ ''اَلْاَمْنُ وَالْعُلٰی لِنَاعِتِی الْمُصْطَفٰی بِدَافِعِ الْبَلَاءِ'' (مصطفی کریم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کو دافع البلاء یعنی بلائیں دور کرنے والا کہنے والوں کیلئے انعامات) کا مطالعہ کیجئے۔

اِنَّمَا الصَّدَقٰتُ لِلْفُقَرَآءِ وَ الْمَسٰكِیْنِ وَ الْعٰمِلِیْنَ عَلَیْهَا وَ الْمُؤَلَّفَةِ قُلُوْبُهُمْ وَ فِی الرِّقَابِ وَ الْغٰرِمِیْنَ وَ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ وَ ابْنِ السَّبِیْلِؕ-فَرِیْضَةً مِّنَ اللّٰهِؕ-وَ اللّٰهُ عَلِیْمٌ حَكِیْمٌ(60)

ترجمہ: زکوٰۃ صرف فقیروں اور بالکل محتاجوں اور زکوٰۃ کی وصولی پر مقرر کئے ہوئے لوگوں اور ان کیلئے ہے جن کے دلوں میں اسلام کی الفت ڈالی جائے اور غلام آزاد کرانے میں اور قرضداروں کیلئے اور اللہ کے راستے میں (جانے والوں کیلئے) اور مسافر کے لئے ہے۔ یہ اللہ کا مقرر کیا ہوا حکم ہے اور اللہ علم

والا، حکمت والا ہے۔

مَصارِفِ زکوٰۃ کی تفصیل اور ان سے متعلق شرعی مسائل:

اس آیت میں زکوٰۃ کے مصارف بیان کئے گئے ہیں، ان سے متعلق چند شرعی مسائل درج ذیل ہیں

(1)...مُؤَلَّفَۃُ الْقُلُوْب اب مصرف زکوٰۃ نہیں:

زکوٰۃ کے مستحق آٹھ قسم کے لوگ قرار دیئے گئے ہیں ان میں سے مُؤَلَّفَۃُ الْقُلُوْب صحابۂ کرام رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُم کے اِجماع کی وجہ سے ساقط ہوگئے کیونکہ جب اللّٰہ تَبَارَکَ وَتَعَالٰی نے اسلام کو غلبہ دیا تو اب اس کی حاجت نہ رہی اور یہ اجماع حضرت ابوبکر صدیق رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ کے زمانے میں منعقد ہوا تھا۔ یہاں ایک اہم بات یاد رہے کہ مُؤَلَّفَۃُ الْقُلُوْب کے حصے کو ساقط کرنے میں ایسا نہیں ہے کہ صحابۂ کرام رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُم نے قرآنِ کریم کو ہی بدل دیا کیونکہ قرآنِ مجید ایسی کتاب ہے ہی نہیں کہ مخلوق میں سے کوئی اسے تبدیل کرسکے کہ یہ اللّٰہ تعالیٰ کا کلام ہے اور اس کی حفاظت بھی اللّٰہ تعالیٰ کے ذمۂ کرم پر ہے، بلکہ صحابۂ کرام کا مُؤَلَّفَۃُ الْقُلُوْب کے حصے کو ساقِط کرنے میں اِجماع یقیناً کسی دلیل کی بنا پر تھا، جیساکہ علامہ کمال الدین محمد بن عبد الواحد رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ فرماتے ہیں ”یقیناً ان کے پاس کوئی ایسی دلیل ہوگی جس سے انہیں علم ہوگا کہ نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے اپنی وفات سے پہلے اس حکم کو منسوخ کردیا تھا۔ یا،

اس حکم کے آپ کی (ظاہری) حیاتِ مبارکہ تک ہونے کی قید تھی۔ یا، یہ حکم کسی علت کی وجہ سے تھا اور اب وہ علت باقی نہ رہی تھی۔

(فتح القدیر، کتاب الزکاۃ، باب من یجوز دفع الصدقۃ الیہ ومن لایجوز، ۲/۲۰۱)

(2)... فقیر کون ہے:

فقیر وہ ہے جس کے پاس شرعی نصاب سے کم ہو اور جب تک اس کے پاس ایک وقت کے لئے کچھ ہو اس کو سوال حلال نہیں۔ ہاں بن مانگے اگر کوئی اسے زکوٰۃ دے تو وہ لے سکتا ہے اور مسکین وہ ہے جس کے پاس کچھ نہ ہو اور ایسا شخص سوال بھی کر سکتا ہے۔

(3)... عاملین وہ لوگ ہیں جن کو حاکمِ اسلام نے صدقے وصول کرنے پر مقرر کیا ہو۔

(4)... اگر عامل غنی ہو تو بھی اس کو لینا جائز ہے۔

(5)... عامل سید یا ہاشمی ہو تو وہ زکوٰۃ میں سے نہ لے۔

(6)... گردنیں چھڑانے سے مراد یہ ہے کہ جن غلاموں کو ان کے مالکوں نے مُکَاتَب کر دیا ہو اور ایک مقدار مال کی مقرر کر دی ہو کہ اس قدر وہ ادا کر دیں تو آزاد ہیں، وہ بھی مستحق ہیں، ان کو آزاد کرانے کے لئے مالِ زکوٰۃ دیا جائے۔

(7)... قرضدار جو بغیر کسی گناہ کے مبتلائے قرض ہوئے ہوں اور اتنا مال نہ رکھتے ہوں جس سے قرض ادا کریں انہیں ادائے قرض میں مالِ زکوٰۃ سے مدد دی جائے۔

(8)... اللہ عَزَّوَجَلَّ کی راہ میں خرچ کرنے سے بے سامان مجاہدین اور نادار حاجیوں پر

صَرف کرنا مراد ہے۔

(9)…اِبنِ سبیل سے وہ مسافر مراد ہے جس کے پاس اُس وقت مال نہ ہو۔

(10)…زکوٰۃ دینے والے کو یہ بھی جائز ہے کہ وہ ان تمام اَقسام کے لوگوں کو زکوٰۃ دے اور یہ بھی جائز ہے کہ ان میں سے کسی ایک ہی قسم کو دے۔

(11)… زکوٰۃ انہیں لوگوں کے ساتھ خاص کی گئی لہٰذا ان کے علاوہ اور دوسرے مَصرف میں خرچ نہ کی جائے گی، نہ مسجد کی تعمیر میں، نہ مردے کے کفن میں، نہ اس کے قرض کی ادائیگی میں۔

(12)…زکوٰۃ بنی ہاشم اور غنی اور ان کے غلاموں کو نہ دی جائے اور نہ آدمی اپنی بیوی اور اولاد اور غلاموں کو دے۔

(تفسیرات احمدیہ، براءۃ، تحت الآیۃ:۶۰، ص۴۶۸-۴۶۶، مدارک، التوبۃ، تحت الآیۃ:۶۰، ص۴۴۱، ملتقطاً)۔

زکوٰۃ کے مصارف اور زکوٰۃ سے متعلق مزید مسائل جاننے کے لئے کتاب ’’فتاویٰ اہلسنت (زکوٰۃ کے احکام)‘‘ اور ’’فیضانِ زکوٰۃ‘‘ (مطبوعہ مکتبۃ المدینہ) کا مطالعہ فرمائیں۔

وَ مِنْهُمُ الَّذِیْنَ یُؤْذُوْنَ النَّبِیَّ وَ یَقُوْلُوْنَ هُوَ اُذُنٌؕ-قُلْ اُذُنُ خَیْرٍ لَّكُمْ یُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَ یُؤْمِنُ لِلْمُؤْمِنِیْنَ وَ رَحْمَةٌ لِّلَّذِیْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْؕ-وَ الَّذِیْنَ یُؤْذُوْنَ رَسُوْلَ اللّٰهِ لَهُمْ عَذَابٌ اَلِیْمٌ(61)

ترجمہ: اور ان میں کچھ وہ ہیں جو نبی کو ایذا دیتے ہیں اور کہتے ہیں وہ تو کان ہیں۔ تم فرماؤ: تمہاری بہتری کے لئے کان ہیں، وہ اللہ پر ایمان رکھتے ہیں اور مسلمانوں کی بات پر یقین کرتے ہیں اور تم میں جو مسلمان ہیں ان کیلئے رحمت ہیں اور جو رسول اللہ کو ایذا دیتے ہیں ان کے لیے دردناک عذاب ہے۔

آیت "وَ مِنْهُمُ الَّذِیْنَ یُؤْذُوْنَ النَّبِیَّ" سے معلوم ہونے والے مسائل:

رسول اللہ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کو ایذا دینا کے شرعی حکم:

اس آیت سے معلوم ہوا کہ سرکارِ دو عالم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کو ایذا دینا کفر ہے کیونکہ دردناک عذاب کی وعید عموماً کفار کو ہی ہوتی ہے۔ اور یہ بھی معلوم ہوا کہ حضور پُر نور صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم پر کئے جانے والے اِعتراضات کا جواب دینا اور آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کی شان بیان کرنا اللہ تعالیٰ کی سنت ہے۔

یَحْلِفُوْنَ بِاللّٰهِ لَكُمْ لِیُرْضُوْكُمْۚ-وَ اللّٰهُ وَ رَسُوْلُهٗۤ اَحَقُّ اَنْ یُّرْضُوْهُ اِنْ كَانُوْا مُؤْمِنِیْنَ(62) اَلَمْ یَعْلَمُوْۤا اَنَّهٗ مَنْ یُّحَادِدِ اللّٰهَ وَ رَسُوْلَهٗ فَاَنَّ لَهٗ نَارَ جَهَنَّمَ خَالِدًا فِیْهَاؕ-ذٰلِكَ الْخِزْیُ الْعَظِیْمُ(63)

ترجمہ: (اے مسلمانو!) تمہارے سامنے اللہ کی قسم کھاتے ہیں تاکہ تمہیں راضی کرلیں حالانکہ اللہ اور اس کا رسول اس بات کے زیادہ حقدار ہیں کہ

لوگ اسے راضی کریں، اگر وہ ایمان والے ہیں۔ کیا انہیں معلوم نہیں کہ جو اللہ اور اس کے رسول کی مخالفت کرے تو اس کے لیے جہنم کی آگ ہے جس میں وہ ہمیشہ رہے گا۔ یہی بڑی رسوائی ہے۔

اللہ تعالیٰ کے ساتھ نبی اکرم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کو راضی کرنے کی نیت شرک نہیں:

اس آیت سے معلوم ہوا کہ عبادت میں اللہ عَزَّوَجَلَّ کے ساتھ حضورِ اقدس صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کو راضی کرنے کی نیت کرنی شرک نہیں بلکہ ایمان کا کمال ہے۔ نیز قرآنِ پاک میں بہت سی ایسی آیات ہیں جن میں اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کو اکٹھا ذکر کیا ہے، سر دست ان میں سے 9 آیات درج ذیل ہیں:

(1) ''وَ مَنْ یُّطِعِ اللّٰهَ وَ رَسُوْلَهٗ'' (النساء:۱۳)

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور جو اللہ اور اللہ کے رسول کی اطاعت کرے۔

(2) ''وَ مَنْ یَّعْصِ اللّٰهَ وَ رَسُوْلَهٗ'' (النساء:۱۴)

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور جو اللہ اور اس کے رسول کی نافرمانی کرے۔

(3) ''اَلَّذِیْنَ یُحَارِبُوْنَ اللّٰهَ وَ رَسُوْلَهٗ'' (المائدہ:۳۳)

ترجمۂ کنزُالعِرفان: جو لوگ اللہ اور اس کے رسول سے لڑتے ہیں۔

(4) ''اِنَّمَا وَلِیُّكُمُ اللّٰهُ وَ رَسُوْلُهٗ وَ الَّذِیْنَ اٰمَنُوا'' (المائدہ:۵۵)

ترجمۂ کنزُالعِرفان: تمہارے دوست صرف اللہ اور اس کا رسول اور ایمان

والے ہیں۔

(5) ”اِنَّ الَّذِیْنَ یُؤْذُوْنَ اللّٰهَ وَ رَسُوْلَهٗ لَعَنَهُمُ اللّٰهُ فِی الدُّنْیَا وَ الْاٰخِرَةِ“ (احزاب:۵۷)

ترجمۂ کنزُالعِرفان: بیشک جو اللہ اور اس کے رسول کو ایذا دیتے ہیں ان پر دنیا اور آخرت میں اللہ نے لعنت فرمادی ہے۔

(6) ”یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تُقَدِّمُوْا بَیْنَ یَدَیِ اللّٰهِ وَ رَسُوْلِهٖ“ (حجرات:۱)

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اے ایمان والو! اللہ اور اس کے رسول سے آگے نہ بڑھو۔

(7) ”ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ شَآقُّوا اللّٰهَ وَ رَسُوْلَهٗ“ (حشر:۴)

ترجمۂ کنزُالعِرفان: یہ اس لیے ہے کہ انہوں نے اللہ اور اس کے رسول کی مخالفت کی۔

(8) ”وَ یَنْصُرُوْنَ اللّٰهَ وَ رَسُوْلَهٗؕ-اُولٰٓىٕكَ هُمُ الصّٰدِقُوْنَ“ (حشر:۸)

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور اللہ اور اس کے رسول کی مدد کرتے ہیں، وہی سچے ہیں۔

(9) ”وَ لِلّٰهِ الْعِزَّةُ وَ لِرَسُوْلِهٖ“ (منافقون:۸)

ترجمۂ کنزُالعِرفان: عزت تو اللہ اور اس کے رسول کے لئے ہے۔

وَ لَىٕنْ سَاَلْتَهُمْ لَیَقُوْلُنَّ اِنَّمَا كُنَّا نَخُوْضُ وَ نَلْعَبُؕ-قُلْ اَبِاللّٰهِ وَ اٰیٰتِهٖ وَ رَسُوْلِهٖ كُنْتُمْ تَسْتَهْزِءُوْنَ(65)

ترجمہ: اور اے محبوب! اگر آپ ان سے پوچھیں تو کہیں گے کہ ہم تو صرف ہنسی کھیل کر رہے تھے ۔تم فرماؤ: کیا تم اللہ اور اس کی آیتوں اور اس کے رسول سے ہنسی مذاق کرتے ہو۔

آیت ''وَ لَىٕنْ سَاَلْتَهُمْ'' سے معلوم ہونے والے مسائل:

اس آیت سے 3 مسئلے معلوم ہوئے:

(1)...رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کا علم غیب:

حضورِ اقدس صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کو اللہ تعالیٰ نے غیب کا علم دیا کہ جو تنہائی میں باتیں کی جائیں نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کو ان کی خبر ہے۔

(2)...رضا بِالْکُفر بھی کفر ہے

کفر کی باتیں سن کر رضا کے طور پر خاموش رہنا یا ہنسنا بھی کفر ہے۔ کیونکہ رضا بِالْکُفر کفر ہے۔

(3)... حضور پُر نور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کی توہین اللہ تعالیٰ کی توہین ہے کیونکہ ان منافقوں نے حضور اکرم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کی توہین کی تھی مگر فرمایا ''اَبِاللّٰهِ وَ اٰیٰتِهٖ وَ رَسُوْلِهٖ'' یعنی حضور انور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کا مذاق اڑانا اللہ تعالیٰ اور اس کی تمام آیتوں کا مذاق اڑانا ہے۔ لٰہذا

تاجدارِ رسالت صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کی تعظیم اللہ تعالیٰ کی تعظیم ہے۔

لَا تَعْتَذِرُوْا قَدْ كَفَرْتُمْ بَعْدَ اِیْمَانِكُمْ اِنْ نَّعْفُ عَنْ طَآىٕفَةٍ مِّنْكُمْ نُعَذِّبْ طَآىٕفَةًۢ بِاَنَّهُمْ كَانُوْا مُجْرِمِیْنَ(66)

ترجمہ: بہانے نہ بناؤ تم ایمان ظاہر کرنے کے بعد کافر ہوچکے۔ اگر ہم تم میں سے کسی کو معاف کردیں تو دوسروں کو عذاب دیں گے کیونکہ وہ مجرم ہیں۔

آیت ”لَا تَعْتَذِرُوْا قَدْ كَفَرْتُمْ بَعْدَ اِیْمَانِكُمْ“ سے حاصل ہونے والی معلومات:

کیا مسلمان ہونے کے بعد بھی کوئی کافر ہوسکتا ہے:

اس آیت سے معلوم ہوا کہ ایمان ایسی چیز نہیں کہ جو دنیا میں کبھی کسی سے ختم ہی نہیں ہو سکتی کیونکہ یہاں اللہ تعالیٰ نے پہلے ان کے ایمان کا ذکر فرمایا پھر ان کا ایمان ختم ہوجانے کا ذکر فرمایا جس سے معلوم ہوا کہ دنیا میں مسلمان ہونے کے بعد کوئی کافر ہوسکتا ہے۔

کوئی دوسرا کسی کو کافر نہیں کہہ سکتا۔ کیا یہ درست ہے؟

یہ بھی معلوم ہوا کہ یہ کہنا درست نہیں ہے کہ کسی کو کافر قرار دینے کا اختیار اللہ تعالیٰ کے ساتھ خاص ہے لہٰذا کوئی دوسرا کسی کو کافر نہیں کہہ سکتا، یہ اس لئے نہیں کہا جاسکتا کہ شرعی اصولوں کے مطابق جس کا کفر ثابت ہوجائے اسے کافر قرار دینے کا حکم خود شریعت کا حکم ہے اور حقیقی علماء اسی حکمِ شریعت پر عمل کرتے ہوئے ہی کسی کو کافر

کہتے ہیں۔ اگر یہ پابندی عائد کر دی جائے کہ کوئی اللہ تعالیٰ کے بارے میں ، اس کے حبیب رسول صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے بارے میں ، اس کی مقدس کتاب قرآنِ مجید کے بارے میں ، اس کے پسندیدہ دین اسلام کے بارے کیسے ہی توہین آمیز کلمات کہے یا کتنے ہی برے افعال کے ذریعے ان کی توہین کرے یا دیگر ضروریاتِ دین کا انکار کرے تو اسے کافر نہ کہا جائے کیونکہ اسے کافر قرار دینے کا اختیار صرف اللہ تعالیٰ کے پاس ہے تو پھر حضرت عمر فاروق رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے فیصلے سے راضی نہ ہونے والے جس منافق کا سر اڑا دیا تھا اور اس کے بعد حضورِ اقدس صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے فرما دیا کہ حضرت عمر رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ کسی مومن کو قتل نہیں کر سکتے اور ان کی تائید میں اللہ تعالیٰ نے بھی قرآنِ کریم میں آیت نازل فرما دی تو کیا یہاں اللہ تعالیٰ کا حق چھینا پایا جا رہا ہے ؟ اسی طرح صحابۂ کرام رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُم کے زمانے میں زکوٰۃ کا انکار کرنے والوں کو مرتد قرار دے کر ان کے خلاف جو جہاد ہوا اور مسلمان ہونے کے بعد نبوت کا دعویٰ کرنے والوں کے خلاف صحابۂ کرام رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُم نے جو جہاد کیا وہ کیا تھا؟ کیا صحابۂ کرام رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُم کو معلوم نہیں تھا کہ انہیں کافر قرار دینے کا اختیار صرف اللہ تعالیٰ کے پاس ہے اور وہ انہیں کافر قرار دے کر ان کے خلاف جہاد نہیں کر سکتے۔ افسوس! فی زمانہ مسلمان ہونے کا دعویٰ کرنے کے باوجود دین سے بیزار طبقے کی ایسی مت ماری جا چکی ہے کہ وہ ایسا نظریہ پیش کر رہے ہیں جسے اگر درست مان لیا جائے تو

پھر قرآنِ مجید اور احادیثِ مبارکہ میں مرتد ہونے والوں کے بارے جو احکام بیان کئے گئے اور ان کی جو تفصیلات فقہاءِ کرام زمانے سے اپنی کتابوں میں لکھتے چلے آرہے ہیں یہ سب کالعدم ہو کر رہ جائیں گے۔ اللہ تعالیٰ انہیں عقلِ سلیم عطا فرمائے۔ ہاں یہاں اس بات کا خیال رکھنا بہت ہی ضروری ہے کہ کسی فردِ معین کو کافر قرار دینا بہت ہی سنگین معاملہ ہے، جب تک کسی شخص سے صادر ہونے والے قول و فعل کی بنا پر اسے کافر قرار دینے کے تمام تر تقاضے پورے نہ ہو جائیں تب تک کافر قرار دینے کی ہرگز ہرگز اجازت نہیں یہاں تک کہ علماء نے فرمایا ہے کہ کسی شخص کے کلام میں ایک سو پہلو ہوں اور ان میں سے ننانوے پہلو کفر کے ہوں اور صرف ایک پہلو اسلام کا ہو تب بھی اس ایک پہلو کی رعایت کرتے ہوئے اس شخص کو کافر قرار نہیں دیا جائے گا جب تک وہ اپنی مراد خود متعیّن نہ کر دے۔

توہین رسالت کا ایک اہم مسئلہ:

سورۂ توبہ کی آیت نمبر 66 سے معلوم ہونے والا ایک اہم مسئلہ:

اس آیت سے معلوم ہوا کہ جس شخص نے حضورِ اقدس صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کی شان میں اِکراہِ شرعی کے بغیر ایسے کلمات کہے جو عرف میں توہین اور گستاخی کے لئے متعیّن ہوں تو وہ نیت اور عدمِ نیت کے فرق کے بغیر قضاءً اور دیانۃً دونوں طرح کافر ہے۔

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ فرماتے ہیں ”اس (مذکورہ

بالا) آیت کے تین فائدے حاصل ہوئے:

اول: یہ کہ جو رسول کی شان میں گستاخی کرے وہ کافر ہو جاتا ہے اگرچہ کیسا ہی کلمہ پڑھتا اور ایمان کا دعویٰ رکھتا ہو، کلمہ گوئی اسے ہرگز کفر سے نہ بچائے گی۔

دوم: یہ جو بعض جاہل کہنے لگتے ہیں کہ کفر کا تو دل سے تعلق ہے نہ کہ زبان سے، جب وہ کلمہ پڑھتا ہے اور اس کے دل میں کفر ہونا معلوم نہیں تو ہم کسی بات کے سبب اسے کیونکر کافر کہیں، محض خبط اور نری جھوٹی بات ہے، جس طرح کفر دل سے متعلق ہے یونہی ایمان (کا) بھی (دل سے تعلق ہے تو) زبان سے کلمہ پڑھنے پر (اسے) مسلمان کیسے کہا؟ (تو جس طرح زبان سے کلمہ پڑھنے پر اسے مسلمان کہا) یونہی زبان سے گستاخی کرنے پر کافر کہا جائے گا، اور جب (اس کا گستاخی کرنا) بغیر اکراہِ شرعی کے ہے تو اللہ کے نزدیک بھی کافر ہو جائے گا اگرچہ دل میں اس گستاخی کا معتقد نہ ہو کہ بے اعتقاد (گستاخانہ کلمہ) کہنا ہزل و سُخْرِیَہ ہے، اور اسی پر ربُّ العزت فرما چکا کہ تم کافر ہو گئے اپنے ایمان کے بعد۔

سوم: کھلے ہوئے لفظوں میں عذر تاویل مسموع نہیں، آیت فرما چکی کہ حیلہ نہ گھڑو تم کافر ہو گئے۔ (فتاوی رضویہ، ۱۵/۱۷۲)

ایک اور مقام پر فرماتے ہیں "جو بلا اکراہ کلمۂ کفر بکے بلا فرقِ نیت مطلقاً قطعاً یقیناً اجماعاً کافر ہے۔ پھر اس پر فقہائے کرام کے جزئیات بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

فتاویٰ امام قاضی خاں وفتاویٰ عالمگیری میں ہے ”رجل کفر بلسانہ طائعا وقلبہ مطمئن بالایمان یکون کافرا ولایکون عند اللہ تعالٰی مؤمنا“ ایک شخص نے زبان سے حالتِ خوشی میں کفر کا اظہار کیا حالانکہ اس کا دل ایمان پر مطمئن تھا تو وہ کافر ہے اور وہ اللہ تعالٰی کے ہاں مومن نہیں ہے۔

(فتاوی عالمگیری، کتاب السیر، الباب التاسع فی احکام المرتدین، ۲/۲۸۳۔ فتاوی عالمگیری، کتاب السیر، الباب التاسع فی احکام المرتدین، ۲/۲۸۳)

حاوی میں ہے ”من کفر باللسان و قلبہ مطمئن بالایمان فھو کافر و لیس بمؤمن عند اللہ تعالٰی“ جس نے زبان سے کفر کیا حالانکہ اس کا دل ایمان پر مطمئن تھا تو وہ کافر ہے اور وہ اللہ تعالٰی کے ہاں بھی مومن نہیں۔

جواہر الاخلاطی اور مجمع الانہر میں ہے ”من کفر بلسانہ طائعا و قلبہ مطمئن بالایمان کان کافرا عندنا و عند اللہ تعالٰی“ جس نے زبان سے حالتِ خوشی میں کفر کا اظہار کیا حالانکہ اس کا دل ایمان پر مطمئن تھا تو وہ ہمارے نزدیک کافر ہے اور وہ اللہ تعالٰی کے ہاں بھی مومن نہیں۔

(مجمع الانہر، کتاب السیر والجہاد، باب المرتد، ۲/۵۰۲، جواہر الاخلاطی، کتاب السیر، ص۶۸، مثلہ)

شرح فقہ اکبر میں ہے

” اللسان ترجمان الجنان فیکون دلیل التصدیق وجودا و عدما

فاذا بدلہ بغیرہ فی وقت یکون متمکنا من اظھارہ کان کافرا واما اذا زال تمکنہ من الاظھار بالاکراہ لم یصر کافرا ‘‘

زبان دل کی ترجمان ہے تو یہ دل کی تصدیق یا عدمِ تصدیق پر دلیل ہوگی تو جب وہ اظہارِ ایمان پر قدرت کے باوجود عدمِ تصدیق کا اظہار کرتا ہے تو وہ کافر ہوگیا البتہ جب کسی جبر کی وجہ سے اظہار پر قدرت نہ ہو تو اب کافر نہ ہوگا۔

(منح الروض الازہر شرح فقہ الاکبر، الایمان ہو التصدیق والاقرار، ص ۸۶)

طریقہ محمدیہ وحدیقہ ندیہ میں ہے

’’(حکمہ) ای التکلم بکلمۃ الکفر (ان کان طوعا) ای لم یکرھہ احد (من غیر سبق لسان) الیہ (احباط العمل وانفساخ النکاح) ‘

اگر کلمۂ کفر کا تکلم خوشی سے ہے یعنی کسی چیز کا اکراہ وجبر نہیں جبکہ سبقتِ لسانی نہ ہو، تو اس کا حکم یہ ہے کہ عمل ضائع اور نکاح ختم ہوجائے گا

(الحدیقۃ الندیہ، القسم الثانی، المبحث الاول، النوع الاول من الستین کلمۃ الکفر العیاذ باللہ، ۲/۱۹۸-۱۹۷)۔(فتاوی رضویہ، کتاب السیر، ۱۴/۶۰۱-۶۰۰)

صدرُ الافاضل مفتی نعیم الدین مراد آبادی رَحمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ فرماتے ہیں ’’اس آیت سے ثابت ہوا کہ رسول کریم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَ سَلَّمَ کی شان میں گستاخی کفر

ہے جس طرح بھی ہو اس میں عذر قبول نہیں۔

(خزائن العرفان، التوبۃ، تحت الآیۃ:٦٦، ص ٣٧٠)

یاد رہے کہ اس آیت میں واضح طور پر یہ بتا دیا گیا ہے کہ نبی اکرم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کی گستاخی اگرچہ مذاق میں ہو اور گستاخی کی نیت نہ ہو تب بھی کفر ہے اور یہی حکم دوسرے تمام کفریات کا ہے کہ ہنسی مذاق میں کفر کرنے سے بھی آدمی کافر ہو جاتا ہے، مذاق کا عذر مردود ہے۔ اس سے فلموں، ڈراموں، خصوصاً کامیڈی ڈراموں میں بولے جانے والے کفریات کا حکم سمجھا جا سکتا ہے۔

یٰۤاَیُّهَا النَّبِیُّ جَاهِدِ الْكُفَّارَ وَ الْمُنٰفِقِیْنَ وَ اغْلُظْ عَلَیْهِمْؕ-وَ مَاْوٰىهُمْ جَهَنَّمُؕ-وَ بِئْسَ الْمَصِیْرُ(73)

ترجمہ: اے غیب کی خبریں دینے والے نبی! کافروں اور منافقوں سے جہاد کرو اور ان پر سختی کرو اور ان کا ٹھکانا جہنم ہے اور کتنی بری پلٹنے کی جگہ ہے۔

دین کیلئے کی جانے والی ہر کوشش جہاد ہے:

اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ جہاد صرف لڑائی کی شکل میں نہیں ہوتا بلکہ دین کیلئے کی جانے والی ہر کوشش جہاد ہے خواہ وہ زبان یا قلم سے ہو۔ یہ بھی واضح ہوا کہ جو علماء، دینِ حق اور عقیدۂ صحیحہ کے تحفظ و بقا کیلئے تقریر و تحریر کے ذریعے کوشش کرتے ہیں وہ سب مجاہدین ہیں اور اِس آیتِ مبارکہ پر عمل کرنے والے ہیں۔ اس میں مصنفین اور

صحیح مقررین کیلئے بڑی بشارت و فضیلت ہے۔

دین کے دشمنوں پر سختی کرنے کا حکم:

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کو کافروں اور منافقوں پر سختی کرنے کا حکم دیا، اس سے معلوم ہوا کہ دین و ایمان کے دشمنوں پر سختی کرنا اَخلاقیات اور اسلامی تعلیمات کے منافی نہیں اور نہ ہی یہ شدت پسندی ہے بلکہ یہ عین اسلام کی تعلیمات اور اللہ تعالیٰ کا حکم ہے البتہ بے جا کی سختی یا اسلامی تعلیمات کے منافی قتل و غارت گری ضرور حرام ہے جیسے آج کل مسلک کے نام پر ایک دوسرے کو قتل کرنے کی مہم جاری ہے۔

وَ لَا تُصَلِّ عَلٰۤى اَحَدٍ مِّنْهُمْ مَّاتَ اَبَدًا وَّ لَا تَقُمْ عَلٰى قَبْرِهٖؕ-اِنَّهُمْ كَفَرُوْا بِاللّٰهِ وَ رَسُوْلِهٖ وَ مَاتُوْا وَ هُمْ فٰسِقُوْنَ(84)

ترجمہ: اور ان میں سے کسی کی میت پر کبھی نماز جنازہ نہ پڑھنا اور نہ اس کی قبر پر کھڑے ہونا۔ بیشک انہوں نے اللہ اور اس کے رسول کے ساتھ کفر کیا اور نافرمانی کی حالت میں مر گئے۔

کافر، فاسق اور مسلمان کے جنازے سے متعلق چند شرعی مسائل:

اس آیت سے معلوم ہوا کہ اگر کوئی کافر مر جائے تو مسلمان پر لازم ہے کہ وہ اس کے مرنے پر نہ اس کے لئے دعا کرے اور نہ ہی اس کی قبر پر کھڑا ہو۔ افسوس! فی زمانہ

حال یہ ہے کہ اگر مسلمانوں کے ملک میں کوئی بڑا کافر مر جاتا ہے تو مسلمانوں کی سربراہی کے دعوے دار اس کے مرنے پر اس طرح اظہارِ افسوس کرتے ہیں جیسے اِن کا کوئی اپنا بڑا فوت ہو گیا ہو اور اگر اس کی قبر بنی ہو تو اس پر کھڑے ہو کر دعائیں مانگتے ہیں۔ یہ دعا بالکل حرام ہے۔

آیت کی مناسبت سے ہم یہاں کافر، فاسق اور مسلمان کے جنازے سے متعلق چند شرعی مسائل ذکر کرتے ہیں

(1)... کافر کے جنازے (Funeral) میں شرکت (Participate) کا شرعی حکم

اس آیت سے ثابت ہوا کہ کافر کے جنازے کی نماز کسی حال میں جائز نہیں اور کافر کی قبر پر دفن و زیارت کے لئے کھڑے ہونا بھی ممنوع ہے اور یہ جو فرمایا ''اور فسق ہی میں مر گئے'' یہاں فسق سے کفر مراد ہے قرآنِ کریم میں اور جگہ بھی فسق بمعنی کفر وارد ہوا ہے جیسے کہ آیت ''اَفَمَنْ كَانَ مُؤْمِنًا كَمَنْ كَانَ فَاسِقًا'' (السجدۃ: ۳۲) (تو کیا جو ایمان والا ہے وہ اس جیسا ہو جائے گا جو نافرمان ہے) میں۔

(2)... فاسق کی نماز جنازہ کا شرعی حکم

فاسق کے جنازے کی نماز جائز بلکہ فرضِ کِفایہ ہے، اس پر صحابہ اور تابعین رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُم کا اجماع ہے اور اس پر علماء و صالحین کا عمل اور یہی اہلِ سنت و جماعت کا مذہب ہے۔

(3)... جب کوئی کافر مرجائے اور اس کا ولی مسلمان ہو تو اس کو چاہیے کہ بطریق مَسنون غسل نہ دے بلکہ اس پر پانی بہادے اور نہ کفن مسنون دے بلکہ اتنے کپڑے میں لپیٹ دے جس سے اس کا ستر چھپ جائے اور نہ سنت طریقہ پر دفن کرے اور نہ بطریقِ سنت قبر بنائے، صرف گڑھا کھود کر اندر رکھ دے۔

لَیْسَ عَلَى الضُّعَفَآءِ وَ لَا عَلَى الْمَرْضٰى وَ لَا عَلَى الَّذِیْنَ لَا یَجِدُوْنَ مَا یُنْفِقُوْنَ حَرَجٌ اِذَا نَصَحُوْا لِلّٰهِ وَ رَسُوْلِهٖؕ-مَا عَلَى الْمُحْسِنِیْنَ مِنْ سَبِیْلٍؕ-وَ اللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ(91)

ترجمہ: کمزوروں پر اور بیماروں پر اور خرچ کرنے کی طاقت نہ رکھنے والوں پر کوئی حرج نہیں جبکہ وہ اللہ اور اس کے رسول کے خیر خواہ رہیں۔ نیکی کرنے والوں پر کوئی راہ نہیں اور اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔

کن لوگوں پر جہاد فرض نہیں ہے

باطل عذر والوں کا ذکر فرمانے کے بعد سچے عذر والوں کے متعلق فرمایا کہ ان پر سے جہاد کی فرضیت ساقط ہے۔ یہ کون لوگ ہیں؟ ان کے چند طبقے بیان فرمائے

پہلا طبقہ ضعیف جیسے کہ بوڑھے، بچے، عورتیں اور وہ شخص بھی انہیں میں داخل ہے جو پیدائشی کمزور ضعیف و نحیف ہو۔

دوسرا طبقہ بیمار، اس میں اندھے، لنگڑے، اپاہج بھی داخل ہیں۔

تیسرا طبقہ وہ لوگ جنہیں خرچ کرنے کی قدرت نہ ہو اور سامانِ جہاد نہ کر سکیں یہ لوگ رہ جائیں تو ان پر کوئی گناہ نہیں۔ (تفسیر کبیر، التوبۃ، تحت الآیۃ: ۹۱، ۶/۱۲۱)

يَعْتَذِرُوْنَ اِلَيْكُمْ اِذَا رَجَعْتُمْ اِلَيْهِمْ ؕ قُلْ لَّا تَعْتَذِرُوْا لَنْ نُّؤْمِنَ لَكُمْ قَدْ نَبَّاَنَا اللّٰهُ مِنْ اَخْبَارِكُمْ ؕ وَ سَيَرَى اللّٰهُ عَمَلَكُمْ وَ رَسُوْلُهٗ ثُمَّ تُرَدُّوْنَ اِلٰى عٰلِمِ الْغَيْبِ وَ الشَّهَادَةِ فَيُنَبِّئُكُمْ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ(94)

ترجمہ: جب تم ان کے پاس لوٹ کر جاؤ گے تو یہ تم سے بہانے بنائیں گے۔ تم فرماؤ: بہانے نہ بناؤ ہم ہرگز تمہاری بات پر یقین نہیں کریں گے اللہ نے ہمیں تمہاری خبریں دیدی ہیں اور اب اللہ اور اس کا رسول تمہارے کام دیکھیں گے پھر تمہیں اس کی طرف لوٹایا جائے گا جو غیب اور ظاہر کو جاننے والا ہے تو وہ تمہیں تمہارے اعمال بتادے گا۔

عالم الغیب اللہ تعالیٰ کا وصفِ خاص ہے:

یہاں آیت میں اللہ تعالیٰ کی ایک صفت عالم الغیب بیان فرمائی گئی ہے۔ یہ اللہ تعالیٰ کا وصفِ خاص ہے یعنی اللہ نے جن مقربینِ بارگاہ کو غیب کا علم عطا فرمایا ہے ان کے بارے میں یہ تو کہہ سکتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کی عطا سے وہ غیب جانتے ہیں یا غیب پر مطلع ہیں یا غیب پر خبردار ہیں لیکن انہیں عالم الغیب نہیں کہا جاسکتا کہ اس لفظ کا استعمال اللہ تعالیٰ کے ساتھ خاص ہے جیسے لفظِ رحمٰن ہے۔ اس مسئلہ پر عقیدۂ اہلسنّت

جاننے کیلئے اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ کی یہ تحریر ملاحظہ فرمائیں ”ہماری تحقیق میں لفظ ”عالم الغیب“ کا اطلاق حضرت عزت عَزَّجَلَالُہٗ کے ساتھ خاص ہے کہ اُس سے عرفاً علم بالذات متبادر ہے اور اس سے انکار معنی لازم نہیں آتا۔

محمد عَزَّوَجَلَّ کہنا جائز نہیں:

حضور پر صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم قطعًا بے شمار غیوب و ماکان مایکون کے عالم ہیں مگر ”عالم الغیب“ صرف اللہ عَزَّوَجَلَّ کو کہا جائے گا۔ جس طرح حضور اقدس صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم قطعًا عزت جلالت والے ہیں، تمام عالم میں ان کے برابر کوئی عزیز و جلیل ہے نہ ہو سکتا ہے، مگر محمد عَزَّوَجَلَّ کہنا جائز نہیں بلکہ اللہ عَزَّوَجَلَّ و محمد صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم (کہا جائے گا)۔ (فتاوی رضویہ، ۲۹/۴۰۵)

مخلوق کو ”عالم الغیب“ کہنے کا شرعی حکم:

ایک اور مقام پر فرماتے ہیں ”علم غیب بالذات اللہ عَزَّوَجَلَّ کے لئے خاص ہے کفار اپنے معبودانِ باطل وغیرہم کیلئے مانتے تھے لہٰذا مخلوق کو ”عالم الغیب“ کہنا مکروہ، اور یوں (کہنے میں) کوئی حرج نہیں کہ اللہ تعالیٰ کے بتائے سے امورِ غیب پر انہیں اطلاع ہے۔ (فتاوی رضویہ، ۳۰/۵۷۵)

اور فرماتے ہیں ”اس پر اجماع ہے کہ اللہ عَزَّوَجَلَّ کے دیئے سے انبیاءِ کرام عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کو کثیر و وافر غیبوں کا علم ہے، یہ بھی ضروریاتِ دین سے ہے، جو اس کا

منکر ہو کافر ہے کہ سرے سے نبوت ہی کا منکر ہے۔ اس پر بھی اجماع ہے کہ اس فضلِ جلیل میں محمد رسولُ اللہ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کا حصہ تمام انبیاء و تمام جہان سے اتم و اعظم ہے، اللہ عَزَّوَجَلَّ کی عطا سے حبیب اکرم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کو اتنے غیبوں کا علم ہے جن کا شمار اللہ عَزَّوَجَلَّ ہی جانتا ہے۔ (فتاوی رضویہ، رسالہ: خالص الاعتقاد، ۲۹/۴۵۱)

يَحْلِفُوْنَ لَكُمْ لِتَرْضَوْا عَنْهُمْ ۚ فَاِنْ تَرْضَوْا عَنْهُمْ فَاِنَّ اللّٰهَ لَا يَرْضٰى عَنِ الْقَوْمِ الْفٰسِقِيْنَ(96)

ترجمہ: تمہارے سامنے قسمیں کھاتے ہیں تاکہ تم ان سے راضی ہوجاؤ تو اگر تم ان سے راضی ہو (بھی) جاؤ تو بیشک اللہ تو نافرمان لوگوں سے راضی نہیں ہوگا۔

جھوٹی قسمیں کھانے والے کا شرعی حکم

اس سے معلوم ہوا کہ جھوٹی قسمیں کھانا منافقین کا کام ہے نیز یہ بھی معلوم ہوا کہ جھوٹی قسمیں کھانے والے فاسق ہیں۔

وَ مِنَ الْاَعْرَابِ مَنْ يُّؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَ الْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَ يَتَّخِذُ مَا يُنْفِقُ قُرُبٰتٍ عِنْدَ اللّٰهِ وَ صَلَوٰتِ الرَّسُوْلِ ؕ اَلَاۤ اِنَّهَا قُرْبَةٌ لَّهُمْ ؕ سَيُدْخِلُهُمُ اللّٰهُ فِيْ رَحْمَتِهٖ ؕ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ(99)

ترجمہ: اور کچھ گاؤں والے وہ ہیں جو اللہ اور قیامت پر ایمان رکھتے ہیں اور جو

خرچ کرتے ہیں اسے اللہ کے ہاں نزدیکیوں اور رسول کی دعاؤں کا ذریعہ سمجھتے ہیں۔ سن لو! بیشک وہ ان کے لیے (اللہ کے) قرب کا ذریعہ ہیں۔ عنقریب اللہ انہیں اپنی رحمت میں داخل فرمائے گا، بیشک اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔

اللہ تعالیٰ کی رضا کے ساتھ رضائے مصطفے صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کی نیت کرنا شرک نہیں:

معلوم ہوا کہ نیک اعمال میں اللہ تعالیٰ کی رضا کے ساتھ حضورِ اقدس صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کی خوشنودی کی نیت کرنا شرک نہیں بلکہ قبولیت کی دلیل ہے۔ یہ بھی معلوم ہوا کہ حضورِ اقدس صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کی دعائے مبارک ساری کائنات سے مُنفرِد اور جداگانہ چیز ہے کیونکہ یہاں آیت میں قربِ الٰہی کے ساتھ حضور پُرنور صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کی دعا کا حصول ایک مقصد کے طور پر بیان کیا گیا ہے۔

صحابۂ کرام رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُم اور رضائے رسول:

صحابۂ کرام رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُم حضور پُرنور صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کی رضا اور آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کی خوشی کیلئے بطورِ خاص کوشش کیا کرتے تھے جیسے اَحادیث میں ہے کہ صحابۂ کرام رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُم حضورِ اقدس صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کی خدمت میں زیادہ تر نذرانے اس دن پیش کیا کرتے جب آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم حضرت عائشہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہا کے گھر تشریف فرما ہوتے کیونکہ وہ جانتے تھے کہ سرکارِ دوعالَم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کو حضرت عائشہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہا سے زیادہ محبت ہے۔ اسی طرح سرکارِ مدینہ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کی خوشی ہی کیلئے خلفائے راشدین رَضِیَ اللہُ

تَعَالٰی عَنْہُم نے اَزواجِ مُطہّرات رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُنَّ کیلئے وظائف مقرر کئے ہوئے تھے۔

صدقہ (Charity) وصول کرنے والے کے لئے سنت:

تاجدارِ رسالت صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کا عمل مبارک یہی تھا کہ جب آپ کی بارگاہ میں کوئی صدقہ حاضر کرتا تو اس کے لئے خیر و برکت اور بخشش کی دعا فرماتے۔ اس سے معلوم ہوا کہ صدقہ وصول کرنے والے کیلئے سنت یہ ہے کہ صدقہ دینے والے کو دعائے خیر سے نوازے۔

وَ السّٰبِقُوْنَ الْاَوَّلُوْنَ مِنَ الْمُهٰجِرِیْنَ وَ الْاَنْصَارِ وَ الَّذِیْنَ اتَّبَعُوْهُمْ بِاِحْسَانٍۙ-رَّضِیَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَ رَضُوْا عَنْهُ وَ اَعَدَّ لَهُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِیْ تَحْتَهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِیْنَ فِیْهَاۤ اَبَدًاؕ-ذٰلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِیْمُ(100)

ترجمہ: اور بیشک مہاجرین اور انصار میں سے سابقینِ اولین اور دوسرے وہ جو بھلائی کے ساتھ ان کی پیروی کرنے والے ہیں ان سب سے اللہ راضی ہوا اور یہ اللہ سے راضی ہیں اور اس نے ان کیلئے باغات تیار کر رکھے ہیں جن کے نیچے نہریں بہتی ہیں، ہمیشہ ہمیشہ ان میں رہیں گے، یہی بڑی کامیابی ہے۔

ہر صحابی نبی، جنتی جنتی:

اس سے معلوم ہوا کہ سارے صحابۂ کرام رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُم عادل ہیں اور جنتی ہیں ان میں کوئی گنہگار اور فاسق نہیں لہٰذا جو بدبخت کسی تاریخی واقعہ یا روایت کی وجہ سے صحابۂ کرام رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُم میں سے کسی کو فاسق ثابت کرے، وہ مردود ہے کہ اس آیت کے خلاف ہے اور ایسے شخص کو چاہئے کہ وہ درج ذیل حدیث پاک کو دل کی نظر سے پڑھ کر عبرت حاصل کرنے کی کوشش کرے، چنانچہ

حضرت عبداللہ بن مغفل رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، رسولُ اللہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا ”میرے صحابہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُم کے بارے میں اللہ عَزَّوَجَلَّ سے ڈرو، اللہ عَزَّوَجَلَّ سے ڈرو۔ میرے صحابہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُم کے بارے میں اللہ عَزَّوَجَلَّ سے ڈرو، اللہ عَزَّوَجَلَّ سے ڈرو۔ میرے بعد انہیں نشانہ نہ بنانا کیونکہ جس نے ان سے محبت کی تو اس نے میری محبت کی وجہ سے ان سے محبت کی اور جس نے ان سے بغض رکھا تو اس نے میرے بغض کی وجہ سے ان سے بغض رکھا اور جس نے انہیں ستایا اس نے مجھے ستایا اور جس نے مجھے ستایا اس نے اللہ عَزَّوَجَلَّ کو ایذا دی اور جس نے اللہ عَزَّوَجَلَّ کو ایذا دی تو قریب ہے کہ اللہ عَزَّوَجَلَّ اس کی پکڑ فرمالے۔

(ترمذی، کتاب المناقب، باب فی من سبّ اصحاب النبی صلی اللہ علیہ وسلم، ۵/۴۶۳، الحدیث: ۳۸۸۸)

وَ مِمَّنْ حَوْلَكُمْ مِّنَ الْاَعْرَابِ مُنٰفِقُوْنَ ؕۛ وَ مِنْ اَهْلِ الْمَدِیْنَةِ ؔۛ مَرَدُوْا عَلَى النِّفَاقِ ۫ لَا تَعْلَمُهُمْ ؕ نَحْنُ نَعْلَمُهُمْ ؕ سَنُعَذِّبُهُمْ مَّرَّتَیْنِ ثُمَّ یُرَدُّوْنَ

اِلٰى عَذَابٍ عَظِيْمٍ (101)

ترجمہ: اور تمہارے آس پاس دیہاتیوں میں سے کچھ منافق ہیں اور کچھ مدینہ والے (بھی) وہ منافقت پر اڑ گئے ہیں۔ تم انہیں نہیں جانتے، ہم انہیں جانتے ہیں۔ عنقریب ہم انہیں دو مرتبہ عذاب دیں گے پھر انہیں بڑے عذاب کی طرف پھیرا جائے گا۔

صرف اچھی جگہ رہنے سے اچھا یا برا ہونے کا فیصلہ نہیں کیا جاسکتا:

اس آیت سے معلوم ہوا کہ کسی کے اچھا یا برا ہونے کا فیصلہ صرف جگہ سے نہیں کیا جاسکتا جیسے مدینہ منورہ میں رہنے کے باوجود کچھ لوگ منافق اور لائقِ مذمت ہی رہے، ہاں اگر عقیدہ صحیح ہے تو پھر جگہ کی فضیلت بھی کام دیتی ہے جیسے سرکارِ دوعالَم صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نے مدینہ طیبہ کے بارے میں ارشاد فرمایا: ”مدینہ کی تکلیف و شدت پر میری اُمت میں سے جو کوئی صبر کرے قیامت کے دن میں اس کا شفیع ہوں گا۔

(مسلم، کتاب الحج، باب الترغیب فی سکنی المدینۃ۔۔۔ الخ، ص۷۱۵، الحدیث: ۴۸۳(۱۳۷۷))

حضرت سعد رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ سے روایت ہے، حضور اکرم صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا ”مدینہ لوگوں کے لئے بہتر ہے اگر جانتے، مدینہ کو جو شخص بطورِ اعراض چھوڑے گا اللہ تعالیٰ اس کے بدلے میں اُسے لائے گا جو اس سے بہتر ہو گا اور مدینہ کی تکلیف و مشقت پر جو ثابت قدم رہے روزِ قیامت میں اس کا شفیع یا شہید (یعنی گواہ) ہوں گا۔

اور ایک روایت میں ہے کہ ”جو شخص اہلِ مدینہ کے ساتھ برائی کا ارادہ کرے اللہ عَزَّوَجَلَّ اُسے آگ میں اس طرح پگھلائے گا جیسے سیسہ یا اس طرح جیسے نمک پانی میں گھل جاتا ہے۔

(مسلم، کتاب الحج، باب فضل المدینۃ ودعاء النبی صلی اللہ علیہ وسلم فیہا بالبرکۃ۔۔۔ الخ، ص۷۱۰-۷۰۹، الحدیث: ۴۶۰-۴۵۹(۱۳۶۳))

حضرت سفیان بن ابی زہیر رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، فرماتے ہیں کہ میں نے رسولُ اللہ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کو ارشاد فرماتے ہوئے سنا کہ ”یمن فتح ہو گا، اس وقت کچھ لوگ دوڑتے ہوئے آئیں گے اور اپنے گھر والوں اور ان کو جو اُن کی اطاعت میں ہیں لے جائیں گے حالانکہ مدینہ اُن کے لئے بہتر ہے اگر جانتے اور شام فتح ہو گا، کچھ لوگ دوڑتے آئیں گے، اپنے گھر والوں اور فرمانبرداروں کو لے جائیں گے حالانکہ مدینہ ان کے لئے بہتر ہے اگر جانتے، اور عراق فتح ہو گا، کچھ لوگ جلدی کرتے آئیں گے اور اپنے گھر والوں اور فرمانبرداروں کو لے جائیں گے حالانکہ مدینہ ان کے لئے بہتر ہے اگر جانتے۔

(بخاری، کتاب فضائل المدینۃ، باب من رغب عن المدینۃ، ۱/۶۱۸، الحدیث: ۱۸۷۵، مسلم، کتاب الحج، باب الترغیب فی المدینۃ عند فتح الامصار، ص۷۱۹، الحدیث: ۴۹۷(۱۳۸۸))

حضرت سعد رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، رسولِ انور صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا

کہ ”جو شخص اہلِ مدینہ کے ساتھ فریب کرے گا وہ ایسے گھل جائے گا جیسے نمک پانی میں گھلتا ہے۔

(بخاری، کتاب فضائل المدینۃ، باب اثم من کاد اہل المدینۃ، ۱/۶۱۸، الحدیث: ۱۸۷۷)

حضرت جابر رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، رسولُ اللہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ”جو اہلِ مدینہ کو ڈرائے گا اللہ عَزَّوَجَلَّ اسے خوف میں ڈالے گا۔

(ابن حبان، کتاب الحج، باب فضل المدینۃ، ذکر البیان بانّ اللہ جلّ وعلا یخوف من اخاف اہل المدینۃ۔۔۔ الخ، ۴/۲۰، الحدیث: ۳۷۳۰، الجزء السادس)

حضرت عبادہ بن صامت رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، حضورِ اقدس صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے فرمایا ”یا اللہ! عَزَّوَجَلَّ، جو اہلِ مدینہ پر ظلم کرے اور انہیں ڈرائے تو اُسے خوف میں مبتلا کر اور اس پر اللہ تعالیٰ، فرشتوں اور تمام آدمیوں کی لعنت ہے اور اس کا نہ فرض قبول کیا جائے گا نہ نفل۔

(معجم الاوسط، باب الراء، من اسمہ روح، ۲/۳۷۹، الحدیث: ۳۵۸۹)

حضرت عبداللہ بن عمرو رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا سے روایت ہے، رسولُ اللہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا ”جو اہلِ مدینہ کو ایذا دے گا اللہ تعالیٰ اُسے ایذا دے گا اور اس پر اللہ عَزَّوَجَلَّ اور فرشتوں اور تمام آدمیوں کی لعنت اور اللہ تعالیٰ اس کا نہ فرض قبول فرمائے گا نہ نفل۔ (مجمع الزوائد، کتاب الحج، باب فیمن اخاف اہل المدینۃ واراد ہم بسوء، ۳/۶۵۹، الحدیث: ۵۸۲۶)

حضرت عبداللہ بن عمر رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا سے روایت ہے، سرکارِ دو عالَم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا ''جس سے ہو سکے کہ مدینہ میں مرے تو مدینہ ہی میں مرے کہ جو شخص مدینہ میں مرے گا میں اُس کی شفاعت فرماؤں گا۔

(ترمذی، کتاب المناقب، باب فی فضل المدینۃ، ۵/۴۸۳، الحدیث: ۳۹۴۳)

عذابِ قبر کا ثبوت:

اسی آیت میں عذابِ قبر کا بھی ثبوت ہے۔ بعض بے علم لوگ اور منکرینِ حدیث عذابِ قبر کا انکار کرتے ہیں یہ صریح گمراہی ہے۔ اِس بارے میں اَحادیث بکثرت ہیں جن میں سے 5 یہاں پر بیان کی جاتی ہیں۔

(1)… حضرت انس رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، تاجدارِ رسالت صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا ''اگر مجھے یہ خدشہ نہ ہوتا کہ تم مُردوں کو دفن کرنا چھوڑ دو گے تو میں اللہ تعالٰی سے دعا کرتا کہ وہ تمہیں عذابِ قبر سنائے۔

(مسلم، کتاب الجنّۃ وصفۃ نعیمہا واہلہا، باب عرض مقعد المیّت من الجنّۃ او النار علیہ۔۔۔ الخ، ص ۱۵۳۴، الحدیث: ۶۸(۲۸۶۸))

(2)… حضرت عبداللہ بن عباس رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا سے روایت ہے کہ نبی کریم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم دو قبروں کے پاس سے گزرے تو ارشاد فرمایا ''ان دونوں کو عذاب دیا جا رہا ہے اور یہ کسی (ایسے) بڑے گناہ کی وجہ سے عذاب نہیں دیئے جا رہے (جن سے بچنا

مشکل ہو)۔ پھر ارشاد فرمایا ’’کیوں نہیں !(بے شک وہ گناہ معصیت میں بڑا ہے) ان میں سے ایک چغلی کھایا کرتا تھا اور دوسرا پیشاب کے چھینٹوں سے نہیں بچتا تھا۔ پھر آپ نے ایک سبز ٹہنی توڑی اور اس کے دو حصے کئے، پھر ہر قبر پر ایک حصہ گاڑ دیا، پھر فرمایا کہ جب تک یہ خشک نہیں ہوں گی شاید ان کے عذاب میں تخفیف ہوتی رہے۔

(بخاری، کتاب الجنائز، باب عذاب القبر من الغیبۃ والبول، ۱/۴۶۴، الحدیث: ۱۳۷۸)

(3)... حضرت براء بن عازب رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں کہ ہم حضورِ اقدس صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے ساتھ ایک انصاری صحابی رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ کے جنازے میں نکلے، جب قبر تک پہنچے تو وہ ابھی مکمل نہیں ہوئی تھی چنانچہ رسولُ اللہ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم بیٹھ گئے اور ہم بھی ان کے اردگرد اس طرح خاموشی سے بیٹھ گئے گویا کہ ہمارے سروں پر پرندے بیٹھے ہوں۔ آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے دستِ مبارک میں ایک لکڑی تھی جس کے ساتھ زمین کرید نے لگے اور سرِ انور اٹھا کر دو یا تین مرتبہ ارشاد فرمایا ’’اِسْتَعِیْذُوْا بِاللّٰہِ مِنْ عَذَابِ الْقَبْرِ‘‘ قبر کے عذاب سے اللہ تعالیٰ کی پناہ مانگو۔

(ابوداؤد، کتاب السنّۃ، باب فی المسألۃ فی القبر وعذاب القبر، ۴/۳۱۶، الحدیث: ۴۷۵۳)

(4)... حضرت امّ مبشر رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہَا فرماتی ہیں کہ میں بنو نجار کے ایک باغ میں تھی اور اس میں بنو نجار کے زمانۂ جاہلیت میں مرنے والوں کی قبریں تھیں اس وقت میرے پاس رسولُ اللہ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم تشریف لائے، پھر جاتے ہوئے ارشاد فرمایا ’’

اِسْتَعِيْذُوْا بِاللهِ مِنْ عَذَابِ الْقَبْرِ "قبر کے عذاب سے اللہ تعالیٰ کی پناہ مانگو۔ میں نے سنا تو عرض کی "یا رسول اللہ! صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کیا قبر میں عذاب ہوتا ہے؟ ارشاد فرمایا: "ہاں! مردے اپنی قبروں میں ایسا عذاب دیئے جاتے ہیں جسے جانور سنتے ہیں۔

(معجم الکبیر، امّ مبشر الانصاریۃ، ۲۵/۱۰۳، الحدیث: ۲٦۸)

(5)...حضرت ابوہریرہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، سرکارِ دوعالَم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم دعا مانگا کرتے "اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُ بِكَ مِنْ عَذَابِ الْقَبْرِ وَ مِنْ عَذَابِ النَّارِ وَ مِنْ فِتْنَةِ الْمَحْيَا وَ الْمَمَاتِ وَ مِنْ فِتْنَةِ الْمَسِيْحِ الدَّجَّالِ" اے اللہ! عَزَّوَجَلَّ، میں عذابِ قبر سے، جہنم کے عذاب سے، زندگی اور موت کے فتنے سے اور مسیح دجال کے فتنے سے تیری پناہ لیتا ہوں۔

(بخاری، کتاب الجنائز، باب التعوّذ من عذاب القبر، ۱/٤٦٤، الحدیث: ۱۳۷۷)

خُذْ مِنْ اَمْوَالِهِمْ صَدَقَةً تُطَهِّرُهُمْ وَ تُزَكِّیْهِمْ بِهَا وَصَلِّ عَلَیْهِمْؕ-اِنَّ صَلٰوتَكَ سَكَنٌ لَّهُمْؕ-وَ اللّٰهُ سَمِیْعٌ عَلِیْمٌ(103)

ترجمہ: اے حبیب! تم ان کے مال سے زکوٰۃ وصول کرو جس سے تم انھیں ستھرا اور پاکیزہ کردو اور ان کے حق میں دعائے خیر کرو بیشک تمہاری دعا ان کے دلوں کا چین ہے اور اللہ سننے والا، جاننے والا ہے۔

صدقہ (Charity) وصول کرنے والے کے لئے سنت:

صدقہ پیش کرنے والے کے لئے دعائے خیر کرنا سیّد المرسلین صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے معمولات میں شامل تھا، چنانچہ صحیح بخاری اور صحیح مسلم میں حضرت عبداللہ بن اَبی اوفی رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے مروی ہے کہ جب کوئی رسولُ اللہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے پاس صدقہ لاتا تو آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم اس کے حق میں دُعا کرتے، میرے والد صاحب نے صدقہ حاضر کیا تو حضور پُرنور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے دعا فرمائی ’’اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی اٰلِ اَبِیْ اَوْفٰی‘‘ اے اللہ! ابو اَوفی کی اولاد پر رحمت نازل فرما۔

(بخاری، کتاب الزکاۃ، باب صلاۃ الامام ودعائہ لصاحب الصدقۃ، ۱/۵۰۴، الحدیث: ۱۴۹۷، مسلم، کتاب الزکاۃ، باب الدعاء لمن اتی بصدقۃ، ص ۵۴۲، الحدیث: ۱۷۶(۱۰۷۸))

تفسیر مدارک میں ہے: سنت یہ ہے کہ صدقہ لینے والا صدقہ دینے والے کے لئے دعا کرے۔ (مدارک، التوبۃ، تحت الآیۃ: ۱۰۳، ص ۴۵۳)

اَلَمْ یَعْلَمُوْۤا اَنَّ اللّٰهَ هُوَ یَقْبَلُ التَّوْبَةَ عَنْ عِبَادِهٖ وَ یَاْخُذُ الصَّدَقٰتِ وَ اَنَّ اللّٰهَ هُوَ التَّوَّابُ الرَّحِیْمُ(104)

ترجمہ: کیا انہیں معلوم نہیں کہ اللہ ہی اپنے بندوں کی توبہ قبول فرماتا ہے اور خود صدقات (اپنے دستِ قدرت میں) لیتا ہے اور یہ کہ اللہ ہی توبہ قبول کرنے والا مہربان ہے۔

ہر جرم کی توبہ ایک جیسی نہیں:

یاد رہے کہ ہر جرم کی توبہ ایک جیسی نہیں، بلکہ مختلف جرموں کی توبہ بھی مختلف ہے جیسے اگر اللہ تعالیٰ کے حقوق تَلف کئے ہوں مثلاً نمازیں قضا کی ہوں، رمضان کے روزے نہ رکھے ہوں، فرض زکوٰۃ ادا نہ کی ہو، حج فرض ہونے کے بعد حج نہ کیا ہو ان سے توبہ یہ ہے کہ نماز روزے کی قضا کرے، زکوٰۃ ادا کرے، حج کرے اور ندامت و شرمندگی کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں اپنی تقصیر کی معافی مانگے، اسی طرح اگر اپنے کان، آنکھ، زبان، پیٹ، ہاتھ پاؤں، شرمگاہ اور دیگر اَعضا سے ایسے گناہ کئے ہوں جن کا تعلق اللہ تعالیٰ کے حقوق کے ساتھ ہو بندوں کے حقوق کے ساتھ نہ ہو جیسے غیر مَحرم عورت کی طرف دیکھنا، جنابت کی حالت میں مسجد میں بیٹھنا، قرآنِ مجید کو بے وضو ہاتھ لگانا، شراب نوشی کرنا، گانے باجے سننا وغیرہ، ان سے توبہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں اپنے گناہوں کا اقرار کرتے، ان گناہوں پر ندامت کا اظہار کرتے اور آئندہ یہ گناہ نہ کرنے کا پختہ عزم کرتے ہوئے معافی طلب کرے اور اس کے بعد کچھ نہ کچھ نیک اعمال کرے کیونکہ نیکیاں گناہوں کو مٹا دیتی ہیں،

حقوق العباد تلف کئے ہوں تو توبہ کیسے کرنا ہوگی:

اور اگر بندوں کے حقوق تلف کئے ہوں تو ان کی تین صورتیں ہیں:

(1)...ان حقوق کا تعلق صرف قرض کے ساتھ ہے جیسے خریدی ہوئی چیز کی قیمت، مزدور کی اجرت یا بیوی کا مہر وغیرہ۔

(2)...ان حقوق کا تعلق صرف ظلم کے ساتھ ہے جیسے کسی کو مارا، گالی دی یا غیبت کی اور اس کی خبر اس تک پہنچ گئی۔

(3)...ان کا تعلق قرض اور ظلم دونوں کے ساتھ ہے، جیسے کسی کا مال چرایا، چھینا، لوٹا، کسی سے رشوت لی، سود لیا یا جوئے میں مال جیتا وغیرہ۔

پہلی صورت میں توبہ کا طریقہ یہ ہے کہ ان حقوق کو ادا کرے یا صاحبِ حق سے معافی حاصل کرے۔ دوسری صورت میں توبہ کا طریقہ یہ ہے کہ صرف صاحبِ حق سے معافی طلب کرے اور تیسری صورت میں توبہ کا طریقہ یہ ہے کہ وہ حقوق ادا بھی کرے اور صاحبِ حق سے معافی بھی حاصل کرے۔ اگر توبہ کی شرائط جمع ہوں تو توبہ ضرور قبول ہوگی کیونکہ یہ رب تعالیٰ کا وعدہ ہے اور اپنے وعدے کے خلاف کرنا اللہ تعالیٰ کی شانِ کریمی کے لائق نہیں۔

اَفَمَنْ اَسَّسَ بُنْیَانَهٗ عَلٰى تَقْوٰى مِنَ اللّٰهِ وَ رِضْوَانٍ خَیْرٌ اَمْ مَّنْ اَسَّسَ بُنْیَانَهٗ عَلٰى شَفَا جُرُفٍ هَارٍ فَانْهَارَ بِهٖ فِیْ نَارِ جَهَنَّمَؕ-وَ اللّٰهُ لَا یَهْدِی الْقَوْمَ الظّٰلِمِیْنَ(109)

ترجمہ: تو کیا جس نے اپنی عمارت کی بنیاد اللہ سے ڈرنے اور اس کی رضا پر رکھی وہ بہتر ہے یا وہ جس نے اپنی عمارت کی بنیاد ایک کھائی کے کنارے پر رکھی جو گرنے والی ہے پھر وہ عمارت اس (اپنے بانی) کو لے کر جہنم کی آگ

میں گر پڑے اور اللہ ظالموں کو ہدایت نہیں دیتا۔

اپنے یا برادری کے نام پر مسجدوں کا نام رکھنے کا شرعی حکم

اس سے معلوم ہوا کہ ہر ایک کی میٹھی باتوں اور ظاہری نیکیوں کو دیکھ کر اس کے نیک ہونے کا یقین نہ کر لینا چاہیے، ہر چمکدار چیز سونا نہیں ہوتی۔ یہ آیتِ مبارکہ اس بات کی طرف بھی رہنمائی کرتی ہے کہ مسجدوں کی بنیاد تقویٰ اور رضائے الٰہی پر ہونی چاہیے۔ لٰہذا صرف اپنی برادری کا علم بلند کرنے کیلئے یا اس طرح کی کوئی دوسری فخریہ چیز کیلئے مسجدیں نہیں ہونی چاہئیں، ہاں ان کی نیک نامی اور مسلمانوں کی ان کیلئے دعائیں مطلوب ہوں تو درست ہے۔ اسی طرح مختلف ناموں پر مسجدوں کے نام رکھنے کا معاملہ ہے کہ اگر اس سے ریاکاری اور فخر و تکبر کا اِظہار مقصود ہے تو حرام ہے اور اگر یہ مقصود ہے کہ اس سے لوگوں کو مسجدیں بنانے کی ترغیب ملے یا جو اس کا نام پڑھے وہ اس کے لئے دعائے خیر کرے تو یہ جائز ہے۔ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ سے نام لکھنے کے معاملے میں سوال ہوا تو آپ نے فرمایا ”ریاء کو حرام مگر بلاوجہِ شرعی مسلمان پر قصدِ ریا کی بدگمانی بھی حرام، اور بنظرِ دعا ہے تو حرج نہیں۔ (فتاوی رضویہ، ۱۶/۴۹۹)

وَ مَا كَانَ اللّٰهُ لِيُضِلَّ قَوْمًۢا بَعْدَ اِذْ هَدٰىهُمْ حَتّٰى يُبَيِّنَ لَهُمْ مَّا يَتَّقُوْنَؕ-

اِنَّ اللّٰهَ بِكُلِّ شَیْءٍ عَلِیْمٌ(115)

ترجمہ: کنزالعرفان اور اللہ کی یہ شان نہیں کہ کسی قوم کو ہدایت دینے کے بعد اسے گمراہ کردے جب تک انہیں صاف نہ بتادے کہ کس چیز سے انہیں بچنا ہے۔ بیشک اللہ سب کچھ جانتا ہے۔

جس چیز کے بارے شریعت کی طرف سے ممانعت نہ ہو وہ جائز ہے:

آیت کا معنی یہ ہے کہ جو چیز ممنوع ہے اور اس سے اِجتناب واجب ہے اس پر اللہ تعالیٰ اس وقت تک اپنے بندوں کی گرفت نہیں فرماتا جب تک کہ اس کی ممانعت کا صاف بیان اللہ عَزَّوَجَلَّ کی طرف سے نہ آجائے لٰہذا مُمانَعت سے پہلے اس فعل کے کرنے میں حَرَج نہیں۔

(مدارک، التوبۃ، تحت الآیۃ:۱۱۵، ص۴۵۷، خازن، التوبۃ، تحت الآیۃ:۱۱۵، ۲/۲۸۸)

اس آیت سے معلوم ہوا کہ جس چیز کے بارے میں شریعت کی طرف سے ممانعت نہ ہو وہ جائز ہے۔

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَ كُوْنُوْا مَعَ الصّٰدِقِیْنَ(119)

ترجمہ: اے ایمان والو اللہ سے ڈرو اور سچوں کے ساتھ ہو جاؤ۔

اِجماع حجت ہے:

علامہ عبداللہ بن احمد نسفی رَحْمَةُ اللّٰهِ تَعَالٰی عَلَیْهِ فرماتے ہیں ”اس آیت سے ثابت ہوا کہ اجماع حجت ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے صادقین کے ساتھ رہنے کا حکم فرمایا،

اس سے اُن کے قول کو قبول کرنا لازم آتا ہے۔

(مدارک، التوبۃ، تحت الآیۃ:۱۱۹، ص۴۵۸)

نیز اس حدیثِ پاک سے بھی ثابت ہوتا ہے کہ اجماع حجت ہے، چنانچہ حضرت انس بن مالک رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا

''اِنَّ اُمَّتِیْ لَا تَجْتَمِعُ عَلٰی ضَلَالَۃٍ فَاِذَا رَاَیْتُمْ اِخْتِلَافًا فَعَلَیْکُمْ بِالسَّوَادِ الْاَعْظَمِ''

بے شک میری امت کبھی گمراہی پر جمع نہ ہوگی، تو جب تم اختلاف دیکھو تو بڑی جماعت کو لازم پکڑ لو۔

(ابن ماجہ، کتاب الفتن، باب السواد الاعظم، ۴/۳۲۷، الحدیث:۳۹۵۰)

وَ مَا كَانَ الْمُؤْمِنُوْنَ لِیَنْفِرُوْا كَآفَّةً ؕ فَلَوْ لَا نَفَرَ مِنْ كُلِّ فِرْقَةٍ مِّنْهُمْ طَآىٕفَةٌ لِّیَتَفَقَّهُوْا فِی الدِّیْنِ وَ لِیُنْذِرُوْا قَوْمَهُمْ اِذَا رَجَعُوْۤا اِلَیْهِمْ لَعَلَّهُمْ یَحْذَرُوْنَ(122)

ترجمہ: اور مسلمانوں سے یہ تو ہو نہیں سکتا کہ سب کے سب نکل جائیں تو ان میں ہر گروہ میں سے ایک جماعت کیوں نہیں نکل جاتی تاکہ وہ دین میں سمجھ بوجھ حاصل کریں اور جب اِن کی طرف واپس آئیں تو وہ اِنہیں ڈرائیں تاکہ یہ ڈر جائیں۔

آیت ”وَ مَا كَانَ الْمُؤْمِنُوْنَ لِيَنْفِرُوْا كَآفَّةً“ سے معلوم ہونے والے مسائل:

اس آیت سے 3 مسائل معلوم ہوئے:

(1)... علمِ دین حاصل کرنے کا شرعی حکم

علمِ دین حاصل کرنا فرض ہے۔ اس کی تفصیل یہ ہے کہ جو چیزیں بندے پر فرض و واجب ہیں اور جو اس کے لئے ممنوع و حرام ہیں اور اسے درپیش ہیں ان کا سیکھنا فرضِ عین ہے اور اس سے زائد علم حاصل کرنا فرضِ کفایہ۔ حضرت انس رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، رسولُ اللہ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ”علم سیکھنا ہر مسلمان پر فرض ہے۔ (ابن ماجہ، کتاب السنّۃ، باب فضل العلماء والحثّ علی طلب العلم، ۱/۱۴۶، الحدیث: ۲۲۴)

امام شافعی رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں کہ ”علم سیکھنا نفل نماز سے افضل ہے۔

(خازن، التوبۃ، تحت الآیۃ: ۱۲۲، ۲/۲۹۷)

(2)... علم حاصل کرنے کے لئے سفر کی ضرورت پڑے تو سفر کیا جائے۔ طلبِ علم کے لئے سفر کا حکم حدیث شریف میں ہے، حضرت ابوہریرہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، تاجدارِ رسالت صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا ”جو شخص طلبِ علم کے لئے راہ چلے اللہ عَزَّوَجَلَّ اس کے لئے جنت کی راہ آسان کرتا ہے۔

(ترمذی، کتاب العلم، باب فضل طلب العلم، ۴/۲۹۴، الحدیث: ۲۶۵۵)

(3)... علم فقہ افضل ترین علوم میں سے ہے

فقہ افضل ترین علوم میں سے ہے۔ حدیث شریف میں ہے، حضورِ اکرم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ جس کے لئے بہتری چاہتا ہے اس کو دین میں فقیہ بناتا ہے۔ میں تقسیم کرنے والا ہوں اور اللہ تعالیٰ دینے والا ہے۔

(بخاری، کتاب العلم، باب من یرد اللہ بہ خیرًا یفقّھہ فی الدین، ۱/۴۲، الحدیث: ۷۱، مسلم، کتاب الزکاۃ، باب النہی عن المسألۃ، ص۵۱۷، الحدیث: ۱۰۰(۱۰۳۷))

حضرت عبداللہ بن عباس رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا سے روایت ہے، رسولُ اللہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ”ایک فقیہ شیطان پر ہزار عابدوں سے زیادہ سخت ہے۔

(ترمذی، کتاب العلم، باب ماجاء فی فضل الفقہ علی العبادۃ، ۴/۳۱۱، الحدیث: ۲۶۹۰)

فقہ اَحکامِ دین کے علم کو کہتے ہیں اور اِصطلاحی فقہ بھی اس کا عظیم مِصداق ہے۔

وَ اِذَا مَاۤ اُنْزِلَتْ سُوْرَةٌ فَمِنْهُمْ مَّنْ یَّقُوْلُ اَیُّكُمْ زَادَتْهُ هٰذِهٖۤ اِیْمَانًاۚ-فَاَمَّا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا فَزَادَتْهُمْ اِیْمَانًا وَّ هُمْ یَسْتَبْشِرُوْنَ(124)

ترجمہ: اور جب کوئی سورت اترتی ہے تو ان (منافقین) میں سے کوئی کہنے لگتا ہے کہ اس سورت نے تم میں کس کے ایمان میں اضافہ کیا ہے؟ تو جو ایمان والے ہیں ان کے ایمان میں تو اس نے اضافہ کیا اور وہ خوشیاں منارہے ہیں۔

قرآن کا مذاق اڑانے کا شرعی حکم

اس سے معلوم ہوا کہ قرآن کا مذاق اڑانا منافقین کا کام ہے لہٰذا جو قرآن کی ایک آیت کا بھی مذاق اڑائے وہ کافر ہے۔

لَقَدْ جَآءَكُمْ رَسُوْلٌ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ عَزِیْزٌ عَلَیْهِ مَا عَنِتُّمْ حَرِیْصٌ عَلَیْكُمْ بِالْمُؤْمِنِیْنَ رَءُوْفٌ رَّحِیْمٌ(128)

ترجمہ:: بیشک تمہارے پاس تم میں سے وہ عظیم رسول تشریف لے آئے جن پر تمہارا مشقت میں پڑنا بہت بھاری گزرتا ہے، وہ تمہاری بھلائی کے نہایت چاہنے والے، مسلمانوں پر بہت مہربان، رحمت فرمانے والے ہیں۔

میلادِ مصطفٰی کا ثبوت:

اس آیتِ کریمہ میں سیّدِ عالَم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کی تشریف آوری یعنی آپ کے میلادِ مبارک کا بیان ہے۔ ترمذی کی حدیث سے بھی ثابت ہے کہ رسولِ اکرم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے اپنی پیدائش کا بیان قیام کرکے فرمایا۔

(ترمذی، کتاب الدعوات، ۹۶-باب، ۵/۳۱۴، الحدیث:۳۵۴۳)

اس سے معلوم ہوا کہ محفلِ میلاد مبارک کی اصل قرآن و حدیث سے ثابت ہے۔

رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم اپنی امت کے دکھ درد سے خبردار ہیں:

اس آیت سے یہ بھی معلوم ہوا کہ حضورِ اقدس صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم اپنی امت کے دکھ درد سے خبردار ہیں کیونکہ ہماری تکلیف کی خبر کے بغیر قلب مبارک پر گرانی نہیں آسکتی، نیز

جیسے حضورِ اقدس صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کی رسالت ہر وقت ہے ایسے ہی آپ کی خبر داری بھی ہر ساعت ہے۔

سورۃ یُونُس

اِنَّ رَبَّكُمُ اللّٰهُ الَّذِیْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضَ فِیْ سِتَّةِ اَیَّامٍ ثُمَّ اسْتَوٰى عَلَى الْعَرْشِ یُدَبِّرُ الْاَمْرَؕ-مَا مِنْ شَفِیْعٍ اِلَّا مِنْۢ بَعْدِ اِذْنِهٖؕ-ذٰلِكُمُ اللّٰهُ رَبُّكُمْ فَاعْبُدُوْهُؕ-اَفَلَا تَذَكَّرُوْنَ(3)

ترجمہ: بیشک تمہارارب اللہ ہے جس نے آسمان اور زمین چھ دن میں بنائے پھر عرش پر استواء فرمایا جیسا اس کی شان کے لائق ہے، وہ کام کی تدبیر فرماتا ہے، اس کی اجازت کے بعد ہی کوئی سفارشی ہوسکتا ہے۔ یہ اللہ تمہارارب ہے توتم اس کی عبادت کرو توکیا تم سمجھتے نہیں؟

اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں شفاعت:

قیامت کے دن انبیاءِ کرام عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام، اولیاء وصالحین رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہِمْ اور دیگر جنتی شفاعت فرمائیں گے اور اِن شفاعت کرنے والوں کے سردار اور آقا ومولیٰ حضور سیّد المرسلین صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم ہوں گے۔ چنانچہ

حضرت اُبی بن کعب رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، رسولِ کریم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا ”میں قیامت کے دن انبیاءِ کرام عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کا امام، خطیب اور شفیع ہوں گا اور اس پر (مجھے) فخر نہیں۔

(ترمذی، کتاب المناقب، باب ماجاء فی فضل النبی صلی اللہ علیہ وسلم، ۵/۳۵۳، الحدیث: ۳۶۳۳)

حضرت ابو درداء رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، حضور پُر نور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا ”شہید کی شفاعت اس کے ستر قریبی رشتہ داروں کے بارے میں مقبول ہوگی۔

(ابوداؤد، کتاب الجہاد، باب فی الشہید یشفع، ۳/۲۲، الحدیث: ۲۵۲۲)

حضرت انس بن مالک رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، حضورِ اقدس صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا ”قیامت کے دن لوگ صفیں باندھے ہوں گے، اس وقت ایک جہنمی ایک جنتی کے پاس سے گزرے گا تو اس سے کہے گا: کیا آپ کو یاد نہیں کہ آپ نے ایک دن مجھ سے پانی پینے کو مانگا تو میں نے آپ کو پانی پلایا تھا؟ اتنی سی بات پر وہ جنتی اس جہنمی کی شفاعت کرے گا۔ ایک (جہنمی) دوسرے (جنتی) کے پاس سے گزرے گا تو کہے گا: آپ کو یاد نہیں کہ ایک دن میں نے آپ کو وضو کرنے کے لئے پانی دیا تھا؟ اتنے ہی پر وہ اس کا شفیع ہو جائے گا، ایک کہے گا: آپ کو یاد نہیں کہ فلاں دن آپ نے مجھے فلاں کام کے لئے بھیجا تو میں چلا گیا تھا؟ اس قدر پر یہ اس کی شفاعت کرے گا۔

(ابن ماجہ، کتاب الادب، باب فضل صدقۃ الماء، ۴/۱۹۶، الحدیث: ۳۶۸۵)

حضرت انس بن مالک رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، حضور اکرم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا ”ایک جنتی شخص جھانک کر جہنمیوں کی طرف دیکھے گا تو ایک جہنمی اس سے کہے گا: آپ مجھے نہیں جانتے؟ وہ کہے گا ”وَاللہ! میں تو تجھے نہیں پہچانتا، تم پر افسوس ہے، تو کون ہے؟ وہ کہے گا: میں وہ ہوں کہ آپ ایک دن میری طرف سے ہو کر گزرے اور مجھ سے پانی مانگا اور میں نے پلا دیا تھا، اس کے صِلہ میں اپنے رب عَزَّوَجَلَّ کے حضور میری شفاعت کیجئے۔ وہ جنتی اللہ عَزَّوَجَلَّ کے زائروں میں اس کے حضور حاضر ہو کر یہ حال بیان کر کے عرض کرے گا: اے میرے رب! عَزَّوَجَلَّ، تو اس کے حق میں میری شفاعت قبول فرما۔ تو اللہ تعالیٰ اُس کے حق میں اِس کی شفاعت قبول فرمائے گا۔

(مسند ابو یعلی، مسند انس بن مالک، ما اسندہ ثابت البنانی عن انس، ۳/۲۳۷، الحدیث: ۳۴۷۷)

اللہ تعالیٰ ہمیں اپنے مقبول بندوں کی شفاعت سے حصہ عطا فرمائے، اٰمین۔

هُوَ الَّذِیْ جَعَلَ الشَّمْسَ ضِیَآءً وَّ الْقَمَرَ نُوْرًا وَّ قَدَّرَهٗ مَنَازِلَ لِتَعْلَمُوْا عَدَدَ السِّنِیْنَ وَ الْحِسَابَ ؕ مَا خَلَقَ اللّٰهُ ذٰلِكَ اِلَّا بِالْحَقِّ ۚ یُفَصِّلُ الْاٰیٰتِ لِقَوْمٍ یَّعْلَمُوْنَ(5)

ترجمہ: وہی ہے جس نے سورج کو روشنی اور چاند کو نور بنایا اور چاند کے لیے منزلیں مقرر کر دیں تاکہ تم سالوں کی گنتی اور حساب جان لو۔ اللہ نے یہ

سب حق کے ساتھ پیدا فرمایا۔ وہ علم والوں کے لئے تفصیل سے نشانیاں بیان کرتا ہے۔

چاند کی منزلوں اور برجوں کا بیان:

چاند کی اٹھائیس منزلیں ہیں اور یہ بارہ بُرجوں میں تقسیم ہیں ، ہر برج کے لئے 2_1/3 منزلیں ہیں، چاند ہر رات ایک منزل میں رہتا ہے اور مہینہ تیس دن کا ہو تو دو راتیں ورنہ ایک رات چھپتا ہے۔ (بغوی، یونس، تحت الآیۃ: ۵ ، ۲/۲۹۰-۲۹۱) ان منزلوں کو مقرر کرنے میں حکمت یہ ہے تاکہ تم سالوں کی گنتی اور مہینوں ، دنوں اور ساعتوں کا حساب جان لو۔ اللہ عَزَّوَجَلَّ نے یہ سارا نظام عَبَث اور بیکار نہیں بنایا بلکہ حق کے ساتھ پیدا فرمایا ہے تاکہ اس سے اُس کی قدرت اور اس کی وحدانیت کے دلائل ظاہر ہوں اور اللہ عَزَّوَجَلَّ علم والوں کے لئے تفصیل سے نشانیاں بیان کرتا ہے تاکہ وہ ان میں غور کرکے نفع اٹھائیں۔

(خازن، یونس، تحت الآیۃ:۵، ۲/۳۰۲، مدارک، یونس، تحت الآیۃ:۵، ص ۴۶۳، ملتقطاً)

ریاضی (Mathematic)، علمِ ہَیئت، علمِ فلکیات وغیرہ سیکھنا بھی باعث ثواب بن سکتا ہے:

اس سے معلوم ہوا کہ علمِ ریاضی، علمِ ہَیئت، علمِ فلکیات وغیرہ بڑے مفید علم ہیں کہ ان سے اللہ عَزَّوَجَلَّ کی قدرت معلوم ہوتی ہے نیز حسنِ نیت کے ساتھ ان کا سیکھنا

ثواب کا کام ہے۔

وَ لَوْ یُعَجِّلُ اللّٰهُ لِلنَّاسِ الشَّرَّ اسْتِعْجَالَهُمْ بِالْخَیْرِ لَقُضِیَ اِلَیْهِمْ اَجَلُهُمْؕ-فَنَذَرُ الَّذِیْنَ لَا یَرْجُوْنَ لِقَآءَنَا فِیْ طُغْیَانِهِمْ یَعْمَهُوْنَ(11)

ترجمہ: اور اگر اللہ لوگوں پر عذاب اسی طرح جلدی بھیج دیتا جس طرح وہ بھلائی جلدی طلب کرتے ہیں تو ان کی مدت ان کی طرف پوری کر دی جاتی تو جو لوگ ہماری ملاقات کی امید نہیں رکھتے ہم انہیں ان کی سرکشی میں بھٹکتا ہوا چھوڑ دیتے۔

خود کو اور اپنے بچوں وغیرہ کو کوسنے سے بچیں:

اس آیت سے معلوم ہوا کہ ہماری تمام دعائیں قبول نہ ہونا بھی اللہ عَزَّوَجَلَّ کی رحمت ہے کہ ہم کبھی برائی کو بھلائی سمجھ لیتے ہیں اور یہ بھی معلوم ہوا کہ غصہ میں اپنے کو یا اپنے بال بچوں کو کوسنا نہیں چاہیے ہر وقت رب تعالیٰ سے خیر ہی مانگنی چاہیے نہ معلوم کون سی گھڑی قبولیت کی ہو اور بعض اوقات ایسے ہو بھی جاتا ہے کہ اولاد کیلئے بددعا کی اور وہ قبولیت کی گھڑی تھی جس کے نتیجے میں اولاد پر واقعی وہ مصیبت و آفت آجاتی ہے جس کی بددعا کی ہوتی ہے۔ لہٰذا اس طرح کی چیزوں سے اِحتراز ہی کرنا چاہیے۔ حضرت جابر رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں: ہم نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کے ساتھ بواط کی جنگ میں گئے، آپ مَجدِی بن عمرو جُہَنی کو تلاش کر رہے تھے، ایک اونٹ پر ہم

پانچ، چھ اور سات آدمی باری باری سوار ہوتے تھے، ایک انصاری اونٹ پر بیٹھنے لگا تو اس نے اونٹ کو بٹھایا، پھر اس پر سوار ہو کر اسے چلانے لگا۔ اونٹ نے اس کے ساتھ کچھ سرکشی کی تو اس نے اونٹ کو کہا: شَأْ، اللہ تم پر لعنت کرے۔ حضورِ اقدس صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے دریافت فرمایا کہ اونٹ پر لعنت کرنے والا شخص کون ہے؟ اس نے کہا: یا رسول اللہ! صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم، یہ میں ہوں۔ ارشاد فرمایا ”اس اونٹ سے اتر جاؤ اور ہمارے ساتھ ملعون جانور کو نہ رکھو، تم اپنے آپ کو بددعا دو، نہ اپنی اولاد کو بددعا دو اور نہ اپنے اَموال کو بددعا دو، کہیں ایسا نہ ہو کہ یہ وہ گھڑی ہو جس میں اللہ تعالیٰ سے کسی عطا کا سوال کیا جائے تو وہ دعا قبول ہوتی ہو۔

(مسلم، کتاب الزہد والرقائق، باب حدیث جابر الطویل وقصۃ ابی الیسر، ص۱۶۰۴، الحدیث:۳۰۰۹)

وَ اِذَا تُتْلٰى عَلَيْهِمْ اٰيَاتُنَا بَيِّنٰتٍ ۙ قَالَ الَّذِيْنَ لَا يَرْجُوْنَ لِقَآءَنَا ائْتِ بِقُرْاٰنٍ غَيْرِ هٰذَاۤ اَوْ بَدِّلْهُ ؕ قُلْ مَا يَكُوْنُ لِيْۤ اَنْ اُبَدِّلَهٗ مِنْ تِلْقَآئِ نَفْسِيْ ۚ اِنْ اَتَّبِعُ اِلَّا مَا يُوْحٰۤى اِلَيَّ ۚ اِنِّيْۤ اَخَافُ اِنْ عَصَيْتُ رَبِّيْ عَذَابَ يَوْمٍ عَظِيْمٍ (15)

ترجمہ: اور جب ان کے سامنے ہماری روشن آیات کی تلاوت کی جاتی ہے تو ہم سے ملاقات کی امید نہ رکھنے والے کہتے ہیں کہ اس کے علاوہ کوئی اور قرآن لے کر آؤ یا اسے تبدیل کردو۔ تم فرماؤ: مجھے حق نہیں کہ میں اسے اپنی

طرف سے تبدیل کردوں۔ میں تو اسی کا تابع ہوں جو میری طرف وحی بھیجی جاتی ہے۔ اگر میں اپنے رب کی نافرمانی کروں تو مجھے بڑے دن کے عذاب کا ڈر ہے۔

اسلام کی کسی قطعی چیز پر کفار سے معاہدہ (Agreement) نہیں ہوسکتا:

اس آیتِ مبارکہ سے یہ بات بھی ثابت ہوتی ہے کہ کفار کے ساتھ اسلام کے قَطعِیّات میں سے کسی چیز پر کوئی معاہدہ نہیں ہوسکتا کہ ہم ان کی خوشنودی کیلئے اسلام کی کوئی قطعی چیز چھوڑ دیں جیسے ان کی خوشی کیلئے سود کی اجازت دیں، یا پردے کو ختم کردیں، یا نمازوں میں کمی کرلیں یا گائے کی قربانی بند کردیں۔

وَ اِذَاۤ اَذَقْنَا النَّاسَ رَحْمَةً مِّنْۢ بَعْدِ ضَرَّآءَ مَسَّتْهُمْ اِذَا لَهُمْ مَّكْرٌ فِیْۤ اٰیَاتِنَاؕ-قُلِ اللّٰهُ اَسْرَعُ مَكْرًاؕ-اِنَّ رُسُلَنَا یَكْتُبُوْنَ مَا تَمْكُرُوْنَ(21)

ترجمہ: اور جب ہم لوگوں کو انہیں تکلیف پہنچنے کے بعد رحمت کا مزہ دیتے ہیں تو اسی وقت ان کا کام ہماری آیتوں کے بارے میں سازش کرنا ہوجاتا ہے ۔ تم فرماؤ: اللہ سب سے جلد خفیہ تدبیر فرمانے والا ہے۔ بیشک ہمارے فرشتے تمہارے مکروفریب کو لکھ رہے ہیں۔

کافروں پر بھی کِراماً کاتبین فرشتے مقرر ہیں:

اس سے معلوم ہوا کہ کِراماً کاتِبینِ اعمالِ کفار پر بھی مقرر ہیں جو ان کے ہر قول و

عمل کو لکھتے ہیں۔ البتہ گناہ لکھنے والا فرشتہ تو لکھتا رہتا ہے اور نیکیاں لکھنے والا فرشتہ اس پر گواہ رہتا ہے وہ کچھ نہیں لکھتا کیونکہ ان کی نیکی نیکی نہیں۔

(تفسیر روح البیان، یونس، تحت الآیۃ: ۲۱، ۴/ ۳۰)

هُوَ الَّذِیْ یُسَیِّرُكُمْ فِی الْبَرِّ وَ الْبَحْرِؕ-حَتّٰۤى اِذَا كُنْتُمْ فِی الْفُلْكِۚ-وَ جَرَیْنَ بِهِمْ بِرِیْحٍ طَیِّبَةٍ وَّ فَرِحُوْا بِهَا جَآءَتْهَا رِیْحٌ عَاصِفٌ وَّ جَآءَهُمُ الْمَوْجُ مِنْ كُلِّ مَكَانٍ وَّ ظَنُّوْۤا اَنَّهُمْ اُحِیْطَ بِهِمْۙ-دَعَوُا اللّٰهَ مُخْلِصِیْنَ لَهُ الدِّیْنَ لَىٕنْ اَنْجَیْتَنَا مِنْ هٰذِهٖ لَنَكُوْنَنَّ مِنَ الشّٰكِرِیْنَ(22)

ترجمہ: وہی ہے جو تمہیں خشکی اور تری میں چلاتا ہے یہاں تک کہ جب تم کشتی میں ہوتے ہو اور وہ (کشتیاں) خوشگوار ہوا کے ساتھ انہیں لے کر چلتی ہیں اور وہ اس پر خوش ہوتے ہیں پھر ان پر شدید آندھی آنے لگتی ہے اور ہر طرف سے لہریں ان پر آتی ہیں اور وہ سمجھ جاتے ہیں کہ انہیں گھیر لیا گیا ہے تو اللہ کے لئے دین کو خالص کرتے ہوئے اس سے دعا مانگتے ہیں، (اے اللہ!) اگر تو ہمیں اس (طوفان) سے نجات دیدے تو ہم ضرور شکر گزار ہو جائیں گے۔

مَصائب اور تکالیف میں کسے پکارا جائے؟

اس آیت سے معلوم ہوا کہ کٹر ترین کافر بھی مصائب اور تکالیف میں اللہ تعالیٰ کو

پکارتا ہے اس لئے مسلمان کو بدرجہ اَولیٰ چاہئے کہ جب اس پر کوئی مصیبت، تکلیف یا کوئی پریشانی آئے تو وہ اپنے رب عَزَّوَجَلَّ کی بارگاہ میں فریاد کرے اور گریہ وزاری کرتے ہوئے اسی کے حضور مشکلات کی آسانی کے لئے دعا کرے کیونکہ دنیا و آخرت کی ہر مصیبت و بلا اسی کی رحمت سے دور ہوتی ہے اور اس کا بہترین طریقہ وہ ہے جو اللہ تعالیٰ کے پیارے حبیب صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم اور ان کے مقدس صحابۂ کرام رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُم کی سیرتِ مبارکہ میں موجود ہے کہ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں اس کے نیک اور مقبول بندوں کا وسیلہ پیش کر کے اس سے مصائب و آلام کی دوری اور حاجت روائی کی اِلتجاء کی جائے جیسے تاجدارِ رسالت صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے حضرت عثمان بن حُنیف رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ کو اپنے وسیلے سے دعا مانگنے کی تعلیم دی جیسا کہ ترمذی شریف میں ہے اور حضرت عمر فاروق رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے نبی کریم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے چچا حضرت عباس رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ کا وسیلہ پیش کر کے بارش کی دعا مانگی جیسا کہ بخاری شریف میں ہے البتہ یہ یاد رہے کہ مشکلات میں اللہ تعالیٰ کے نیک بندوں سے مدد طلب کرنا اِعتدال کی حد سے خارج نہیں کیونکہ کوئی مسلمان ان کے بارے یہ نظریہ نہیں رکھتا کہ یہ بذاتِ خود مدد کرنے پر قدرت رکھتے ہیں بلکہ ہر مسلمان کا یہی عقیدہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے نیک بندے اس کے اِذن اور اس کی عطا سے مدد کرتے ہیں اور یہ جائز و ثابت ہے جیسے غزوہ بدر میں فرشتوں کا مدد کرنا۔

فَلَمَّاۤ اَنْجٰىهُمْ اِذَا هُمْ یَبْغُوْنَ فِی الْاَرْضِ بِغَیْرِ الْحَقِّؕ-یٰۤاَیُّهَا النَّاسُ اِنَّمَا بَغْیُكُمْ عَلٰۤى اَنْفُسِكُمْۙ-مَّتَاعَ الْحَیٰوةِ الدُّنْیَا٘-ثُمَّ اِلَیْنَا مَرْجِعُكُمْ فَنُنَبِّئُكُمْ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ(23)

ترجمہ: پھر جب اللہ انہیں بچالیتا ہے تواس وقت وہ زمین میں ناحق زیادتی کرنے لگتے ہیں۔ اے لوگو! تمہاری زیادتی صرف تمہارے ہی خلاف ہے۔ دنیاکی زندگی سے فائدہ اٹھالو پھر تمہیں ہماری طرف لوٹنا ہے تواس وقت ہم تمہیں بتادیں گے جو تم کیاکرتے تھے۔

مصیبت کے وقت اللہ تعالیٰ کو یاد کرنا اور خوشحالی میں اسے بھول جانا کافروں کا طریقہ ہے:

اس سے معلوم ہوا کہ مصیبت میں اللہ تعالیٰ کو یاد کرنا اور خوشحالی کے وقت بھول جانا حقیقت میں کافروں کا طریقہ ہے، افسوس کے آج کل مسلمان بھی عملی اعتبار سے اس میں مبتلا ہیں۔ اولاد بیمار ہوئی یا خود کو کوئی خطرناک بیماری لگ گئی یا کوئی قریبی عزیز ایکسیڈنٹ کی وجہ سے ہسپتال میں داخل ہوگیا تو نماز، ذکر، دعا، تلاوت، صدقہ و خیرات، مسجدوں کی حاضری اور مزید بہت کچھ شروع ہوجاتا ہے اور جیسے ہی معاملہ ختم ہوا تو کہاں کی نماز و مسجد اور کہاں کی ذکر و تلاوت ؟ دوبارہ پھر اپنی پرانی دنیا میں لوٹ جاتے ہیں۔ مسلمان کا قول تو یہ بیان کیا گیا ہے کہ وہ کہتا ہے کہ میرا جینا مرنا سب اللہ

کیلئے ہے، لیکن افسوس کہ آج مسلمان کا عمل اِس کے خلاف نظر آرہا ہے۔ اللہ تعالیٰ انہیں ہدایت اور عقلِ سلیم عطا فرمائے، اٰمین۔

قُلْ اَرَءَیْتُمْ مَّاۤ اَنْزَلَ اللّٰهُ لَكُمْ مِّنْ رِّزْقٍ فَجَعَلْتُمْ مِّنْهُ حَرَامًا وَّ حَلٰلًاؕ-قُلْ آٰللّٰهُ اَذِنَ لَكُمْ اَمْ عَلَى اللّٰهِ تَفْتَرُوْنَ(59)

ترجمہ: تم فرماؤ: بھلا بتاؤ کہ اللہ نے تمہارے لیے جو رزق اتارا ہے تو تم نے اس میں سے خود ہی حرام اور حلال بنالیا، تم فرماؤ: کیا اللہ نے تمہیں اس کی اجازت دی ہے یا تم اللہ پر جھوٹ باندھتے ہو؟

اپنی طرف سے حلال کو حرام سمجھنے کا شرعی حکم:

اس آیت سے ثابت ہوا کہ کسی چیز کو اپنی طرف سے حلال یا حرام سمجھنا ممنوع اور اللہ تعالیٰ پر اِفتراء ہے۔ آج کل بہت سے لوگ اس میں مبتلا ہیں، ممنوعات کو حلال کہتے ہیں اور مُباحات کو حرام۔ بعض سود کو حلال کہنے پر مُصِر ہیں اور بعض عورتوں کی بے قیدیوں اور بے پردگیوں کو مُباح سمجھتے ہیں اور حلال ٹھہراتے ہیں۔ اسی طرح کچھ لوگ حلال چیزوں کو حرام ٹھہرانے پر مُصِر ہیں جیسے محفلِ میلاد، فاتحہ، گیارہویں اور ایصالِ ثواب کے دیگر طریقوں کو حرام کہنے والے۔ یہ سب اللہ عَزَّوَجَلَّ پر اِفتراء باندھنے کی صورتیں ہیں

وَ اتْلُ عَلَیْهِمْ نَبَاَ نُوْحٍۘ-اِذْ قَالَ لِقَوْمِهٖ یٰقَوْمِ اِنْ كَانَ كَبُرَ عَلَیْكُمْ مَّقَامِیْ وَ

تَذْكِيْرِيْ بِاٰيٰتِ اللّٰهِ فَعَلَى اللّٰهِ تَوَكَّلْتُ فَاَجْمِعُوْۤا اَمْرَكُمْ وَ شُرَكَآءَكُمْ ثُمَّ لَا يَكُنْ اَمْرُكُمْ عَلَيْكُمْ غُمَّةً ثُمَّ اقْضُوْۤا اِلَيَّ وَ لَا تُنْظِرُوْنِ(71)

ترجمہ: اور انہیں نوح کی خبر پڑھ کر سناؤ جب اس نے اپنی قوم سے کہا: اے میری قوم اگر میرا قیام کرنا اور میرا اللہ کی آیتوں کے ذریعے نصیحت کرنا تم پر بھاری ہے تو میں نے اللہ ہی پر بھروسہ کیا تو تم اپنا کام اور اپنے شریکوں کو جمع کرلو پھر تمہارا کام تم پر پوشیدہ نہ رہے پھر میرے بارے میں جو کچھ کر سکتے ہو کرلو اور مجھے کوئی مہلت نہ دو۔

آیت ”وَ اتْلُ عَلَيْهِمْ نَبَاَ نُوْحٍ“ سے حاصل ہونے والی معلومات:

اس آیت سے پانچ چیزیں معلوم ہوئیں:

(1)... قادیانی نبی نہیں تھا:

انبیاءِ کرام عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نہایت شُجاع، بہادر، جری، باہمت اور اُولُوا العزم ہوتے ہیں، جیسے یہاں ایک طرف پوری قوم دشمن اور مخالف ہے اور دوسری طرف تنِ تنہا صرف اللہ عَزَّوَجَلَّ کے بھروسے حضرت نوح عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کس قدرت جرأت کے ساتھ مخالفین کو پکار رہے ہیں۔ اسی سے معلوم ہوا کہ قادیانی نبی نہیں تھا کیونکہ وہ انتہا درجے کا ڈرپوک تھا، ساری زندگی اسی ڈر سے حج کو نہ گیا اور جہاں جانے سے اسے نقصان پہنچنے کا خوف ہوتا تھا وہاں نہ جاتا تھا۔

(2)...لوگوں کی ایذاء کی وجہ سے تبلیغ سے کنارہ کشی نہیں کرنی چاہیے کہ حضرت نوح عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے تکالیف برداشت کرنے کے باوجود ساڑھے نوسو سال تک تبلیغ فرمائی۔

(3)...تبلیغِ دین کیلئے جرأت اور ہمت کی ضرورت ہوتی ہے، بُزدل اور ڈرپوک آدمی تبلیغ کا حق ادا نہیں کرسکتا۔

(4)...انبیاءِ کرام عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام، اولیاءِ عظام اور صالحین رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہِمْ کے سچے واقعات پڑھنا سننا عبادت ہے۔ اس لئے آیاتِ قرآنیہ کے ذریعے اور سیرت و واقعات کی کتابوں کے ذریعے بزرگانِ دین کی سیرت سے واقفیت حاصل کرتے رہنا چاہیے۔

(5)...کون سا علم تاریخ (History) پڑھنا چاہیے؟

یہ بھی معلوم ہوا کہ تاریخ کا علم بھی بہت عمدہ ہے کہ اس میں عبرت پوشیدہ ہوتی ہے البتہ تاریخ وہی پڑھی جائے جو حقائق پر مبنی ہو۔ آج کل ظالموں کو عادل، مسلمانوں کو قتل کرنے والوں کو مجاہد اور اُمت کو تباہ کرنے والوں کو امت کا مُصلح و مُحسن بنا کر پیش کرنا عام ہے۔ ایسی تاریخ سے دور رہنا ہی مناسب ہے۔

فَاِنْ تَوَلَّیْتُمْ فَمَا سَاَلْتُكُمْ مِّنْ اَجْرٍؕ-اِنْ اَجْرِیَ اِلَّا عَلَى اللّٰهِۙ-وَ اُمِرْتُ اَنْ اَكُوْنَ مِنَ الْمُسْلِمِیْنَ(72)

ترجمہ: پھر اگر تم منہ پھیرو تو میں تم سے کوئی معاوضہ نہیں مانگتا، میرا اجر تو اللہ کے ذمہ کرم پر ہے اور مجھے حکم دیا گیا ہے کہ میں مسلمانوں میں سے ہوں۔

دینی کاموں یا تبلیغِ دین پر اُجرت لینا:

اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ تبلیغِ دین پر اُجرت نہ لی جائے، ہاں امامت و خطابت، تدریس اور تعلیمِ قرآن وغیرہ میں جہاں شریعت کی طرف سے اجازت ہے وہ جدا بات ہے لیکن اس میں بھی ممکن ہو تو بغیر پیسے ہی کے کام کرے۔

قَالُوْۤا اَجِئْتَنَا لِتَلْفِتَنَا عَمَّا وَجَدْنَا عَلَیْهِ اٰبَآءَنَا وَ تَكُوْنَ لَكُمَا الْكِبْرِیَآءُ فِی الْاَرْضِؕ-وَ مَا نَحْنُ لَكُمَا بِمُؤْمِنِیْنَ(78)

ترجمہ: انہوں نے کہا: آپ ہمارے پاس اس لئے آئے ہیں تاکہ ہمیں اس (دین) سے پھیر دیں جس پر ہم نے اپنے باپ دادا کو پایا ہے اور زمین میں تم دونوں کی بڑائی ہو جائے اور ہم تو تم پر ایمان لانے والے نہیں۔

سورہِ یونس کی آیت مذکورہ سے معلوم ہونے والے مسائل:

اس آیت سے دو مسئلے معلوم ہوئے۔

(1)...نبی عَلَیْهِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام پر بدگمانی کرنے کا شرعی حکم

پیغمبر عَلَیْهِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام پر بدگمانی کفر ہے۔ فرعونیوں نے حضرت موسیٰ عَلَیْهِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے متعلق یہ بدگمانی کی کہ آپ مصر کی بادشاہت چاہتے ہیں اور بادشاہت

حاصل کرنے کے لئے نبوت کا بہانہ بنا رہے ہیں۔

(2)...حکمرانوں کی پرانی روِش یہی چلتی آرہی ہے کہ اصلاح قبول کرنے کی بجائے وہ سمجھانے والے پر جھوٹے الزام لگا کر اور اسے اِقتدار کا لالچی قرار دے کر اپنی جان چھڑانے کی کوشش کرتے ہیں۔ آج بھی اس بات کو دیکھا جاسکتا ہے کہ غلط اندازِ حکمرانی پر ٹوکا جائے تو حکمران کہنا شروع کر دیتے ہیں کہ یہ لوگ ہماری حکومت ختم کر کے اپنی حکومت لانا چاہتے ہیں

وَ اَوْحَیْنَاۤ اِلٰى مُوْسٰى وَ اَخِیْهِ اَنْ تَبَوَّاٰ لِقَوْمِكُمَا بِمِصْرَ بُیُوْتًا وَّ اجْعَلُوْا بُیُوْتَكُمْ قِبْلَةً وَّ اَقِیْمُوا الصَّلٰوةَؕ-وَ بَشِّرِ الْمُؤْمِنِیْنَ(87)

ترجمہ: اور ہم نے موسیٰ اور اس کے بھائی کو وحی بھیجی کہ مصر میں اپنی قوم کے لیے مکانات بناؤ اور اپنے گھروں کو نماز کی جگہ بناؤ اور نماز قائم رکھو اور مسلمانوں کو خوشخبری سناؤ۔

آیت "وَ اَوْحَیْنَاۤ اِلٰى مُوْسٰى وَ اَخِیْهِ اَنْ تَبَوَّاٰ" سے حاصل ہونے والی معلومات:

اس آیت سے پانچ باتیں معلوم ہوئیں:

(1)...گھر بنانا سنتِ اَنبیاء عَلَیْهِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام ہے

گھر بنانا بھی سنتِ اَنبیاء عَلَیْهِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام ہے لیکن شرط یہ ہے کہ فخر کے لئے نہ ہو بلکہ ضرورت پوری کرنے کے لئے ہو۔

(2)...گھر میں مسجد بیت بنانا ایک قدیم طریقہ ہے:

رہنے سہنے کے گھروں میں گھریلو مسجد بنانا، جسے مسجد بیت کہا جاتا ہے، یہ ایک قدیم طریقہ ہے، لہٰذا یہ ہونا چاہیے کہ مسلمان اپنے گھر کا کوئی حصہ نماز کے لئے پاک و صاف رکھیں اور اس میں عورت اِعتکاف کرے۔

(3)...گھر میں نماز پڑھنا پڑھنے کا شرعی حکم:

خوف کے وقت چھپ کر گھروں میں نماز پڑھنا جائز ہے کیونکہ بنی اسرائیل اس زمانہ میں ایسے ہی نماز پڑھتے تھے۔

(4)... مصیبت کے وقت اچھی خبریں سنانی چاہئیں تاکہ لوگوں کا حوصلہ بڑھے اور مایوسی دور ہو۔

(5)... حضرت موسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے دین میں نماز فرض تھی، اس وقت زکوٰۃ کا حکم اس لئے نہ دیا گیا کہ بنی اسرائیل غریب و مساکین تھے، جب ان کے پاس مال آیا تو پھر ان پر مال کا چوتھائی حصہ زکوٰۃ نکالنی فرض ہوئی۔

سورۃ ھُود

وَّ اَنِ اسْتَغْفِرُوْا رَبَّكُمْ ثُمَّ تُوْبُوْۤا اِلَیْهِ یُمَتِّعْكُمْ مَّتَاعًا حَسَنًا اِلٰۤى اَجَلٍ مُّسَمًّى وَّ یُؤْتِ كُلَّ ذِیْ فَضْلٍ فَضْلَهٗؕ-وَ اِنْ تَوَلَّوْا فَاِنِّیْۤ اَخَافُ عَلَیْكُمْ عَذَابَ یَوْمٍ كَبِیْرٍ(3) اِلَى اللّٰهِ مَرْجِعُكُمْۚ-وَ هُوَ عَلٰى كُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ(4)

ترجمہ: اور یہ کہ اپنے رب سے معافی مانگو پھر اس کی طرف توبہ کرو تو وہ تمہیں ایک مقررہ مدت تک بہت اچھا فائدہ دے گا اور ہر فضیلت والے کو اپنا فضل عطا فرمائے گا اور اگر تم منہ پھیرو تو میں تم پر بڑے دن کے عذاب کا خوف کرتا ہوں۔ اللہ ہی کی طرف تمہارا لوٹنا ہے اور وہ ہر شے پر قادر ہے۔

توبہ اور اِستغفار میں فرق:

توبہ اور استغفار میں فرق یہ ہے کہ جو گناہ ہو چکے ان سے معافی مانگنا استغفار ہے اور پچھلے گناہوں پر شرمندہ ہو کر آئندہ گناہ نہ کرنے کا عہد کرنا توبہ ہے

وسعتِ رزق کے لئے بہتر عمل:

اوراس آیت سے معلوم ہوا کہ اخلاص کے ساتھ توبہ و استغفار کرنا درازیٔ عمر اور رزق میں وسعت کیلئے بہتر عمل ہے۔

مستحبات کی بجائے فرائض پر عمل کی ترغیب دینی چاہیے:

یہاں ایک اور بات یاد رکھنی چاہیے کہ ہمارے معاشرے میں بعض لوگ ایسے بھی ہیں کہ وہ جتنی مستحب چیزوں پر عمل کی تاکید کرتے ہیں اتنی فرائض پر عمل کی تاکید نہیں کرتے اور جب انہیں فرائض پر عمل کی تاکید کا کہا جائے تو ان کا جواب یہ ہوتا ہے کہ جب لوگ مستحب پر عمل کرنا شروع ہو جائیں گے تو فرائض کے خود ہی پابند بن جائیں گے، جبکہ ان کی مستحب پر عمل کی مسلسل تاکید کا نتیجہ یہ نکلا کہ لوگوں نے فرائض کے مقابلے میں مستحبات پر زیادہ عمل کرنا شروع کر دیا اور فرائض پر عمل میں کوتاہی کرنے لگ گئے، اس لئے ہونا یہ چاہیے فرائض پر عمل کی ترغیب دینا اَوّلین ترجیح ہو اور اس کے لئے کوشش بھی زیادہ ہو تاکہ لوگوں کی نظر میں فرائض کی اہمیت میں اضافہ ہو اور وہ فرائض کی بجاآوری کی طرف زیادہ مائل ہوں البتہ اس کے ساتھ مستحب پر عمل کا بھی ذہن دیا جائے تاکہ لوگوں میں زیادہ نیکیاں کرنے کا جذبہ پیدا ہو۔

اَلَاۤ اِنَّهُمْ یَثْنُوْنَ صُدُوْرَهُمْ لِیَسْتَخْفُوْا مِنْهُؕ-اَلَا حِیْنَ یَسْتَغْشُوْنَ ثِیَابَهُمْۙ-یَعْلَمُ مَا یُسِرُّوْنَ وَ مَا یُعْلِنُوْنَۚ-اِنَّهٗ عَلِیْمٌۢ بِذَاتِ الصُّدُوْرِ(5)

ترجمہ: سن لو! بیشک وہ لوگ اپنے سینوں کو دوہرا کرتے ہیں تاکہ اللہ سے چھپ جائیں ۔ سن لو! جس وقت وہ اپنے کپڑوں سے سارا بدن ڈھانپ لیتے ہیں اس وقت بھی اللہ ان کا چھپا اور ظاہر سب کچھ جانتا ہے، بیشک وہ دلوں کی

بات جاننے والا ہے۔

تنہائی میں ننگا (Naked) ہونے کا شرعی حکم:

خیال رہے کہ تنہائی میں بھی ننگا ہونا منع ہے لیکن اس لئے نہیں کہ رب عَزَّوَجَلَّ سے چھپا جائے بلکہ اس لئے کہ اس میں شرم وحیا کا اِظہار ہے اور یہ رب تعالیٰ کا حکم ہے اور ہر مسلمان کو چاہیے کہ وہ اس حکم پر عمل پیرا ہو۔ یہاں حضرت عثمان غنی رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ کی شرم وحیا کی جھلک ملاحظہ ہو، چنانچہ آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ کی شرم وحیا کا یہ عالَم تھا کہ مکان میں تنہا ہونے اور دروازہ بند ہونے کے باوجود شرم وحیا کی وجہ سے پانی بہانے کے لئے بدن سے کپڑا نہ ہٹاتے اور ان کی شرم وحیا کی شدت کی وجہ سے فرشتے بھی ان سے اس طرح حیاء کرتے تھے جس طرح وہ اللہ تعالیٰ اور رسول کریم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ سے حیاء کرتے تھے، نیز حضور پُرنور صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ بھی ان سے حیا فرمایا کرتے تھے۔

وَ مَا مِنْ دَآبَّةٍ فِی الْاَرْضِ اِلَّا عَلَى اللّٰهِ رِزْقُهَا وَ یَعْلَمُ مُسْتَقَرَّهَا وَ مُسْتَوْدَعَهَاؕ-كُلٌّ فِیْ كِتٰبٍ مُّبِیْنٍ(6)

ترجمہ: اور زمین پر چلنے والا کوئی جاندار ایسا نہیں جس کا رزق اللہ کے ذمہ کرم پر نہ ہو اور وہ ہر ایک کے ٹھکانے اور سپرد کئے جانے کی جگہ کو جانتا ہے ۔ سب کچھ ایک صاف بیان کرنے والی کتاب میں موجود ہے۔

کسی جاندار کو رزق دینا اللہ تعالیٰ پر واجب نہیں:

علامہ احمد صاوی رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ فرماتے ہیں ’’اس آیت سے یہ مراد نہیں کہ جانداروں کو رزق دینا اللہ تعالیٰ پر واجب ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ اس سے پاک ہے کہ اس پر کوئی چیز واجب ہو بلکہ اس سے یہ مراد ہے کہ جانداروں کو رزق دینا اور ان کی کفالت کرنا اللہ تعالیٰ نے اپنے ذمۂ کرم پر لازم فرما لیا ہے اور (یہ اس کی رحمت اور اس کا فضل ہے کہ) وہ اس کے خلاف نہیں فرماتا۔ رزق کی ذمہ داری لینے کو ’’عَلٰی‘‘ کے ساتھ اس لئے بیان فرمایا تاکہ بندے کا اپنے رب عَزَّوَجَلَّ پر توکل مضبوط ہو اور اگر وہ (رزق حاصل کرنے کے) اَسباب اختیار کرے تو ان پر بھروسہ نہ کر بیٹھے بلکہ اللہ تعالیٰ ہی پر اپنا اعتماد اور بھروسہ رکھے، اسباب صرف اس لئے اختیار کرے کہ اللہ تعالیٰ نے اسباب اختیار کرنے کا حکم دیا ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ فارغ رہنے والے بندے کو پسند نہیں فرماتا۔ زمین کے جانداروں کا بطورِ خاص اس لئے ذکر فرمایا کہ یہی غذاؤں کے محتاج ہیں جبکہ آسمانی جاندار جیسے فرشتے اور حورِ عین، یہ اس رزق کے محتاج نہیں بلکہ ان کی غذا تسبیح و تہلیل ہے۔ (صاوی، ہود، تحت الآیۃ: ۶، ۳/۹۰۰، ۹۰۱)

ہر چیز کو لوحِ محفوظ میں لکھنے کی حکمت:

خیال رہے کہ ہر چیز کا لوحِ محفوظ میں لکھا جانا اس لئے نہیں کہ اللہ تعالیٰ کو اپنے بھول جانے کا خطرہ تھا لہٰذا لکھ لیا، کیونکہ بھول جانا اللہ تعالیٰ کیلئے محال ہے، بلکہ اس لئے لکھا ہے تاکہ لوحِ محفوظ دیکھنے والے بندے اس پر اطلاع پائیں۔ اس سے معلوم

ہوا کہ جو لوحِ محفوظ پر نظر رکھتے ہیں انہیں بھی ہر ایک کے مُستَقَر اور مُستَودَع کی خبر ہے کیونکہ یہ سب لوحِ محفوظ میں تحریر ہے اور لوحِ محفوظ ان کے علم میں ہے۔ لوحِ محفوظ کو مُبِین اس لئے فرمایا گیا کہ وہ خاص بندوں پر عُلومِ غَیبِیّہ بیان کر دیتی ہے۔

وَ لَىٕنْ اَذَقْنٰهُ نَعْمَآءَ بَعْدَ ضَرَّآءَ مَسَّتْهُ لَیَقُوْلَنَّ ذَهَبَ السَّیِّاٰتُ عَنِّیْؕ-اِنَّهٗ لَفَرِحٌ فَخُوْرٌ(10)

ترجمہ: اور اگر ہم مصیبت کے بعد جو اسے پہنچی ہو اسے نعمت کا مزہ دیں تو ضرور کہے گا کہ برائیاں مجھ سے دور ہوگئیں بیشک وہ (اس وقت) بہت خوش ہونے والا، فخرو تکبر کرنے والا ہو جاتا ہے۔

یہ بتانے کا مقصد یہ ہے کہ مصیبت دور ہونے اور نعمت ملنے کے بعد ناشکری کا مظاہرہ نہیں کرنا چاہیے بلکہ مزید اطاعت کے لئے سر جھکا دینا چاہیے۔

شیخی کی خوشی منع اور شکریہ کی خوشی عبادت ہے:

اس آیت سے یہ بھی معلوم ہوا کہ شیخی کی خوشی منع ہے جبکہ شکریہ کی خوشی عبادت ہے، اللہ عَزَّوَجَلَّ فرماتا ہے:

”قُلْ بِفَضْلِ اللّٰهِ وَ بِرَحْمَتِهٖ فَبِذٰلِكَ فَلْیَفْرَحُوْا“ (یونس: ۵۸)

ترجمۂ کنزُالعِرفان: تم فرماؤ: اللہ کے فضل اور اس کی رحمت پر ہی خوشی منانی چاہیے۔

مذکورہ بالا دونوں خوشیوں میں فرق کی وجہ یہ ہے کہ شیخی کی خوشی میں نظر اپنی ذات پر ہوتی ہے اور شکریہ میں توجہ ربِّ کریم عَزَّوَجَلَّ کی طرف ہوتی ہے، نیز شیخی غفلت پیدا کرتی ہے اور شکریہ کی خوشی جذبۂ اطاعت پیدا کرتی ہے۔

وَ یٰقَوْمِ لَاۤ اَسْــٴَـلُكُمْ عَلَیْهِ مَالًاؕ-اِنْ اَجْرِیَ اِلَّا عَلَى اللّٰهِ وَ مَاۤ اَنَا بِطَارِدِ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْاؕ-اِنَّهُمْ مُّلٰقُوْا رَبِّهِمْ وَ لٰـكِنِّیْۤ اَرٰىكُمْ قَوْمًا تَجْهَلُوْنَ(29)

ترجمہ: اور اے قوم! میں تم سے اس پر کوئی مال نہیں مانگتا، میرا اجر تو اللہ ہی پر ہے اور میں مسلمانوں کو دور نہیں کروں گا بیشک یہ اپنے رب سے ملنے والے ہیں لیکن میں تم لوگوں کو بالکل جاہل قوم سمجھتا ہوں۔

مالداروں کو قریب کرنا اور غریبوں کو دور کرنا درست نہیں:

اس سے پیر صاحبان، علماء و خطباء کو بھی درس حاصل کرنا چاہیے کہ مالداروں کو اپنے قرب میں جگہ دینا، ان کی فرمائش پر فوراً ان کے گھر حاضر ہو جانا جبکہ غریبوں کو خود سے کچھ فاصلے پر رکھنا اور ان کی بار بار کی فریادوں کے باوجود بھی ان پر شفقت نہ کرنا درست نہیں اور نہ ہی ان حضرات کے شایانِ شان ہے۔ نیز مالداروں کیلئے بھی اس آیت میں عبرت ہے کہ دیندار غریبوں کو حقیر سمجھنا کفار کا طریقہ ہے جیسے غریب علماءِ کرام، طُلباءِ دین، مُبلِّغین وغیرہ کو مالدار، سیٹھ صاحبان دو کوڑی کی عزت دینے کو تیار نہیں ہوتے، چندہ بھی دینا ہو تو دس چکر لگوا کر دیں گے اور ماتھے پر تیوری چڑھا کر دیں

گے اور دینے کے بعد انہیں اپنا نوکر سمجھیں گے۔

قَالُوْا یٰنُوْحُ قَدْ جٰدَلْتَنَا فَاَكْثَرْتَ جِدَالَنَا فَاْتِنَا بِمَا تَعِدُنَاۤ اِنْ كُنْتَ مِنَ الصّٰدِقِیْنَ(32)

ترجمہ: انہوں نے کہا: اے نوح! تم نے ہم سے جھگڑا کیا اور بہت زیادہ جھگڑا کرلیا ہے تو اگر تم سچے ہو تو وہ عذاب لے آؤ جس کی وعیدیں تم ہمیں دیتے رہتے ہو۔

حق کو ثابت کرنے کیلئے دلائل پیش کرنا انبیاءِ کرام عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی سنت ہے:

اس سے معلوم ہوا کہ حق کو ثابت کرنے کیلئے دلائل پیش کرنا اور شبہات کا اِزالہ کرنا انبیاءِ کرام عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی سنت ہے جبکہ دلائل کے مقابلے میں اپنے آباء و اَجداد کی اندھی تقلید کرنا، جہالت اور گمراہی پر اِصرار کرنا کفار کا طریقہ ہے۔

وَ قَالَ ارْكَبُوْا فِیْهَا بِسْمِ اللّٰهِ مَجْرٖىهَا وَ مُرْسٰىهَاؕ-اِنَّ رَبِّیْ لَغَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ(41)

ترجمہ: اور (نوح نے) فرمایا: اس میں سوار ہو جاؤ۔ اس کا چلنا اور اس کا ٹھہرنا اللہ ہی کے نام پر ہے۔ بیشک میرا رب ضرور بخشنے والا مہربان ہے۔

ہر جائز کام سے پہلے بسم اللہ پڑھنی چاہیے:

حضرت ضحاک رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں کہ جب حضرت نوح عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ

وَالسَّلَام چاہتے تھے کہ کشتی چلے تو بِسْمِ اللہ فرماتے تو کشتی چلنے لگتی تھی اور جب چاہتے تھے کہ ٹھہر جائے بِسْمِ اللہ فرماتے تو ٹھہر جاتی تھی۔ اس آیت میں یہ تعلیم ہے کہ بندے کو چاہیے جب کوئی کام کرنا چاہے تو اس کو بِسْمِ اللہ پڑھ کر شروع کرے تاکہ اس کام میں برکت ہو اور وہ کامیابی کے حصول کا سبب ہو۔

(خازن، ہود، تحت الآیۃ:۴۱، ۲/۳۵۳)

قَالَ رَبِّ اِنِّیْۤ اَعُوْذُ بِكَ اَنْ اَسْــٴَـلَكَ مَا لَیْسَ لِیْ بِهٖ عِلْمٌؕ-وَ اِلَّا تَغْفِرْ لِیْ وَ تَرْحَمْنِیْۤ اَكُنْ مِّنَ الْخٰسِرِیْنَ(47)

ترجمہ: عرض کی: اے میرے رب! میں تیری پناہ چاہتا ہوں کہ تجھ سے وہ چیز مانگوں جس کا مجھے علم نہیں اور اگر تو میری مغفرت نہ فرمائے اور مجھ پر رحم نہ فرمائے تو میں نقصان اٹھانے والوں میں سے ہو جاؤں گا۔

حضرت نوح عَلَیْهِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام معصوم ہیں:

اس آیت میں حضرت نوح عَلَیْهِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے مقامِ رضا بالقضاء پر فائز ہونے کا بڑا پیارا اِظہار ہے کہ سگا بیٹا نگاہوں کے سامنے ہلاک ہوا اور وعدہِ الٰہی کے پیشِ نظر دعا فرمائی لیکن حقیقتِ حال معلوم ہونے اور اللہ تعالیٰ کے تنبیہ فرمانے سے فوراً عاجزی کے ساتھ اپنی مغفرت اور رحمِ الٰہی کی دعا مانگنا شروع کر دی۔ سُبْحَانَ اللہ، سُبْحَانَ اللہ۔ اے اللہ! حضرت نوح عَلَیْهِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے صدقے ہمیں بھی تیری

قضا پر راضی رہنے کی توفیق عطا فرما۔

علامہ احمد صاوی رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ فرماتے ہیں ”اس آیت سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ حضرت نوح عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام سے اُس چیز کا مطالبہ کر کے جس کے بارے میں وہ جانتے نہ تھے کوئی گناہ سرزد ہوا تھا کیونکہ حضرت نوح عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام ہر طرح کے صغیرہ کبیرہ گناہوں سے معصوم ہیں اور حضرت نوح عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے جو اپنے بیٹے کی نجات کا سوال کیا اس کی وجہ یہ تھی کہ اللہ تعالٰی نے حضرت نوح عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام سے وعدہ فرمایا تھا کہ وہ ان کے گھر والوں کو نجات عطا فرمائے گا، اس سے حضرت نوح عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے یہ سمجھا کہ ان کا بیٹا بھی چونکہ ان کے گھر والوں میں سے ہے اس لئے یہ بھی ان نجات پانے والوں میں شامل ہے، جب اللہ تعالٰی نے اس پر ان کی تربیت فرمائی تو حضرت نوح عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کو اپنے فعل پر دل میں ندامت محسوس ہوئی اور آپ نے اللہ تعالٰی سے مغفرت و رحمت کا سوال کیا۔ یہ ایسے ہی ہے جیسے حضرت آدم عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کا درخت سے کھانے والا معاملہ اور یہ گناہ نہیں بلکہ ان کا تعلق حَسَنَاتُ الْاَبْرَارِ سَیِّئَاتُ الْمُقَرَّبِیْن (نیکوں کے جو نیک کام ہیں مقربوں کے حق میں گناہ ہیں) سے ہے۔

(صاوی، ہود، تحت الآیۃ: ۴۷، ۳/۹۱۶)

فَاِنْ تَوَلَّوْا فَقَدْ اَبْلَغْتُكُمْ مَّاۤ اُرْسِلْتُ بِهٖۤ اِلَیْكُمْ ؕ وَ یَسْتَخْلِفُ رَبِّیْ قَوْمًا

غَيْرَكُمْ ۚ وَلَا تَضُرُّوْنَهٗ شَيْـًٔا ؕ اِنَّ رَبِّیْ عَلٰى كُلِّ شَیْءٍ حَفِیْظٌ(57)

ترجمہ: پھر اگر تم منہ پھیرو تو میں تمہیں اُس کی تبلیغ کرچکا ہوں جس کے ساتھ مجھے تمہاری طرف بھیجا گیا تھا اور میرا رب تمہاری جگہ دوسروں کو لے آئے گا اور تم اس کا کچھ نہ بگاڑ سکو گے بیشک میرا رب ہر شے پر نگہبان ہے۔

آیت "فَاِنْ تَوَلَّوْا فَقَدْ اَبْلَغْتُكُمْ" سے حاصل ہونے والی معلومات:

اس آیت سے دو باتیں معلوم ہوئیں

(1)…انبیاءِ کرام عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَ السَّلَام اپنی امت تک سارے شرعی اَحکام اپنی حیاتِ شریف میں پہنچا دیتے ہیں کوئی بات چھپا نہیں رکھتے۔

(2)…اللہ تعالیٰ کا قانون یہ ہے کہ اگر کوئی قوم دین کی خدمت نہ کرے، تو اللہ تعالیٰ اسے برباد کرکے دوسری قوم اس کی جگہ مقرر فرما دیتا ہے، جیسے ابوجہل وغیرہ نے سرکشی کی تو انہیں ہلاک فرما کر مدینہ طیبہ کے اَنصار سے دین کی خدمت لے لی۔ ہم اس خدائے قادِر وقیوم کے حاجت مند ہیں اور وہ سب سے بے نیاز ہے۔

وَلَقَدْ جَآءَتْ رُسُلُنَاۤ اِبْرٰهِیْمَ بِالْبُشْرٰى قَالُوْا سَلٰمًا ؕ قَالَ سَلٰمٌ فَمَا لَبِثَ اَنْ جَآءَ بِعِجْلٍ حَنِیْذٍ(69)

ترجمہ: اور بیشک ہمارے فرشتے ابراہیم کے پاس خوشخبری لے کر آئے ۔انہوں نے "سلام" کہا تو ابراہیم نے "سلام" کہا۔ پھر تھوڑی ہی دیر میں

ایک بھنا ہوا بچھڑا لے آئے۔

گائے (Cow) کا گوشت سنتِ ابراہیمی کی نیت سے کھائیں:

اس سے معلوم ہوا کہ گائے کا گوشت حضرت ابراہیم عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے دستر خوان پر زیادہ آتا تھا اور آپ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام اس کو پسند فرماتے تھے، گائے کا گوشت کھانے والے اگر سنتِ ابراہیمی ادا کرنے کی نیت کریں تو ثواب پائیں گے۔

آیت ''وَلَقَدْ جَآءَتْ رُسُلُنَا'' سے معلوم ہونے والے مسائل:

اس آیت سے 4 مسئلے معلوم ہوئے،

(1)... انبیاءِ کرام عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی ولادت بہت شاندار ہوتی ہے کہ ان کی بشارتیں پہلے دی جاتی ہیں۔

(2)... فرشتوں کو رب تعالیٰ نے غیب کا علم بخشا ہے جس سے وہ آئندہ کی خبریں دیتے ہیں۔

(3)... ملاقات کے وقت سلام کرنا سنتِ ملائکہ وانبیاء عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام:

ملاقات کے وقت سلام کرنا سنتِ ملائکہ اور سنتِ انبیاء عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام ہے۔

(4)... سنت یہ ہے کہ آنے والا سلام کرے۔

نوٹ: حضرت ابراہیم اور حضرت لوط عَلَیْہِمَا الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے یہ واقعات اس سورت کے علاوہ سورہ حجر آیت نمبر 51 تا 77 اور سورۃ الذاریات آیت نمبر 24 تا

37 میں بھی مذکور ہیں۔

فَلَمَّا رَاٰۤ اَیْدِیَهُمْ لَا تَصِلُ اِلَیْهِ نَكِرَهُمْ وَ اَوْجَسَ مِنْهُمْ خِیْفَةًؕ-قَالُوْا لَا تَخَفْ اِنَّاۤ اُرْسِلْنَاۤ اِلٰى قَوْمِ لُوْطٍؕ(70)

ترجمہ: پھر جب دیکھا کہ ان (فرشتوں) کے ہاتھ کھانے کی طرف نہیں بڑھ رہے تو ان سے وحشت ہوئی اور ان کی طرف سے خوف محسوس کیا۔ انہوں نے کہا: آپ نہ ڈریں۔ بیشک ہم قومِ لوط کی طرف بھیجے گئے ہیں۔

فرشتے کھانے سے پاک ہیں:

یعنی جب حضرت ابراہیم عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے دیکھا کہ مہمانوں کے ہاتھ بچھڑے کے بھنے ہوئے گوشت کی طرف نہیں بڑھ رہے تو کھانا نہ کھانے کی وجہ سے حضرت ابراہیم عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کو ان سے وحشت ہوئی اور دل میں ان کی طرف سے خوف محسوس کیا کہ کہیں یہ کوئی نقصان نہ پہنچا دیں۔ فرشتوں نے جب حضرت ابراہیم عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام پر خوف کے آثار دیکھے تو انہوں نے کہا: آپ نہ ڈریں کیونکہ ہم فرشتے ہیں اور حضرت لوط عَلَیْہِمَا الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی قوم پر عذاب نازل کرنے کے لئے بھیجے گئے ہیں اور فرشتے ہونے کی وجہ سے ہم کھانا نہیں کھا رہے تھے۔

(خازن، ہود، تحت الآیۃ: ۷۰، ۲/۳۶۱، بیضاوی، ہود، تحت الآیۃ: ۷۰، ۳/۲۴۵، ملتقطاً)

اس سے معلوم ہوا کہ فرشتے کھانے سے پاک ہیں۔

قَالُوْۤا اَتَعْجَبِیْنَ مِنْ اَمْرِ اللّٰهِ رَحْمَتُ اللّٰهِ وَ بَرَكٰتُهٗ عَلَیْكُمْ اَهْلَ الْبَیْتِؕ-اِنَّهٗ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ(73)

ترجمہ: فرشتوں نے کہا: کیاتم اللہ کے کام پر تعجب کرتی ہو؟ اے گھر والو! تم پر اللہ کی رحمت اور اس کی برکتیں ہوں۔ بیشک وہی سب خوبیوں والا، عزت والا ہے۔

ازواجِ مطہرات اہلِ بیت میں داخل ہیں:

اس آیت سے ثابت ہوا کہ انبیاءِ کرام عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی ازواجِ مطہرات اہلِ بیت میں داخل ہیں کیونکہ حضرت سارہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہا کو اہلِ بیت کہا گیا ہے، لہٰذا حضرت عائشہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہا اور دیگر ازواجِ مطہرات رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُنَّ تاجدارِ رسالت صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے اہلِ بیت میں شامل ہیں۔ (تفسیر قرطبی، ہود تحت الآیۃ: ۷۳، ۵/۵۰، الجزء التاسع) نیز صحیح بخاری اور صحیح مسلم کی ان اَحادیث سے بھی ثابت ہے کہ حضور انور صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کی ازواجِ مُطَہرات آپ کے اہلِ بیت میں داخل ہیں، چنانچہ حضرت انس رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں: نبی اکرم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے حضرت زینب بنتِ جحش رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہا کا ولیمہ گوشت اور روٹی سے کیا، آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے مجھے بھیجا کہ لوگوں کو کھانے کے لئے بلا لاؤں۔ (میں بلانے گیا) تو میرے ساتھ کچھ حضرات آئے اور وہ کھا کر چلے گئے، پھر کچھ حضرات آئے اور وہ بھی کھا کر چلے گئے، چنانچہ اسی

طرح جنہیں میں بلاتا وہ آتے اور کھا کر چلے جاتے یہاں تک کہ اب مجھے بلانے کے لئے کوئی نہیں مل رہا تھا۔ آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے فرمایا کہ کھانا اٹھا کر رکھ دو۔ تین آدمی اس وقت بھی گھر میں بیٹھے باتیں کر رہے تھے تو حضور پُر نور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم باہر تشریف لے گئے اور حضرت عائشہ صدیقہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہا کے حجرے کی طرف جا کر فرمایا ''اے اہلِ بیت! تم پر سلامتی اور اللہ عَزَّوَجَلَّ کی رحمت ہو۔ انہوں نے جواب دیا: آپ پر بھی سلامتی اور اللہ عَزَّوَجَلَّ کی رحمت ہو، آپ نے اپنی زوجۂ مطہرہ کو کیسا پایا؟ اللہ تعالیٰ آپ کو ان میں برکت عطا فرمائے۔ پھر آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم باری باری تمام ازواجِ مطہرات رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُنَّ کے پاس تشریف لے گئے اور ان سے یہی فرماتے رہے جو حضرت عائشہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہا سے فرمایا تھا اور وہ بھی اسی طرح جواب عرض کرتی رہیں جس طرح حضرت عائشہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہا نے کیا تھا۔

(بخاری، کتاب التفسیر، باب قولہ: لاتدخلوا بیوت النبی الّا ان یؤذن لکم۔۔۔ الخ، ۳/۳۰۵، الحدیث: ۴۷۹۳)

یہی حدیث چند مختلف الفاظ کے ساتھ صحیح مسلم میں بھی موجود ہے اور اُس میں یہ ہے کہ (لوگوں کو کھانا کھلانے کے بعد) سیّد المرسلین صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم اپنی ازواجِ مطہرات کے پاس تشریف لے گئے اور ہر ایک سے فرمایا ''تم پر سلامتی ہو، اے اہلِ بیت! تم کیسے ہو؟ انہوں نے عرض کی: یا رسولَ اللہ! صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم، ہم خیریت سے ہیں، آپ نے اپنی زوجہ مطہرہ کو کیسا پایا؟ حضور اقدس صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا ''بہت اچھا پایا۔

(مسلم، کتاب النکاح، باب فضیلۃ اعتاقہ امتہ ثمّ یتزوّجھا، ص ۷۴۴، الحدیث: ۸۷(۱۴۲۸))

يٰۤاِبْرٰهِيْمُ اَعْرِضْ عَنْ هٰذَاۚ-اِنَّهٗ قَدْ جَآءَ اَمْرُ رَبِّكَۚ-وَ اِنَّهُمْ اٰتِيْهِمْ عَذَابٌ غَيْرُ مَرْدُوْدٍ(76)

ترجمہ: (ہم نے فرمایا) اے ابراہیم! اس بات سے کنارہ کشی کر لیجیے، بیشک تیرے رب کا حکم آچکا ہے اور بیشک ان پر ایسا عذاب آنے والا ہے جو پھیرا نہ جائے گا۔

تقدیر مبرم سے متعلق دو مسائل:

اس آیت سے دو مسئلے معلوم ہوئے

(1)... تقدیر مبرم کسی صورت میں نہیں ٹل سکتی۔

(2)... انبیاءِ کرام عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی اللہ عَزَّوَجَلَّ کی بارگاہ میں وہ عزت ہے کہ رب عَزَّوَجَلَّ ان کو تقدیر مبرم کے خلاف دعا کرنے سے روک دیتا ہے، تاکہ ان کی زبان خالی نہ جائے۔

یہاں یہ بات یاد رہے کہ تقدیر کی تین قسمیں ہیں

(۱) مبرمِ حقیقی:

کہ اللہ تعالیٰ کے علم میں کسی شے پر مُعلق نہیں۔

(۲) معلقِ محض:

کہ فرشتوں کے صحیفوں میں کسی چیز پر اس کا معلق ہونا ظاہر فرمادیا گیا ہے۔

(۳) معلق شبیہ بہ مبرم:

کہ فرشتوں کے صحیفوں میں اُس کا معلق ہونا مذکور نہیں اور اللہ تعالیٰ کے علم میں کسی چیز پر معلق ہے۔ ان کا حکم یہ ہے کہ وہ تقدیر جو مبرمِ حقیقی ہے اس کی تبدیلی ناممکن ہے، اگر اتفاقی طور پر اکابر محبوبانِ خدا اس کے بارے میں کچھ عرض کرتے ہیں تو انہیں اس خیال سے واپس فرمادیا جاتا ہے، اور وہ تقدیر جس کا معلق ہونا ظاہر ہے اس تک اکثر اولیاء کی رسائی ہوتی ہے اور یہ ان کی دعا سے اور ان کی ہمت سے ٹل جاتی ہے اور وہ تقدیر جو متوسط حالت میں ہے جسے فرشتوں کے صحیفوں کے اعتبار سے مبرم بھی کہہ سکتے ہیں، اس تک خواص اکابر کی رسائی ہوتی ہے۔

(بہار شریعت، حصہ اول، عقائد متعلقۂ ذات وصفات، ۱/۱۲، ۱۴، ملخصًا)

مُّسَوَّمَةً عِنْدَ رَبِّكَ ؕ وَ مَا هِيَ مِنَ الظّٰلِمِيْنَ بِبَعِيْدٍ (83)

ترجمہ: جن پر تیرے رب کی طرف سے نشان لگے ہوئے تھے اور وہ پتھر ظالموں سے کچھ دور نہیں۔

لواطت (Homosexuality/Sodomy) کی مذمت پر دو معروضات:

اس (پورے) رکوع میں چونکہ بدفعلی یعنی لواطت کا بیان ہوا ہے لہٰذا یہاں اس کی مذمت پر کچھ معروضات پیش کی جاتی ہیں۔

(1)...لواطت (Homosexuality/Sodomy) کا شرعی حکم:

بدفعلی یعنی لواطت کبیرہ گناہوں میں سے ہے جسے اللہ تعالیٰ نے حرام قرار دیا ہے ایسا شخص مستحقِ لعنت ہے اور بروزِ قیامت اللہ تعالیٰ کی نظرِ رحمت سے محروم رہے گا۔

چنانچہ حضرت لوط عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کا قول ذکر کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے

’’ اَتَاْتُوْنَ الذُّكْرَانَ مِنَ الْعٰلَمِیْنَ (۱۶۵) وَ تَذَرُوْنَ مَا خَلَقَ لَكُمْ رَبُّكُمْ مِّنْ اَزْوَاجِكُمْؕ-بَلْ اَنْتُمْ قَوْمٌ عٰدُوْنَ ‘‘ (الشعراء: ۱۶۵-۱۶۶)

ترجمۂ کنزُالعِرفان: کیا تم لوگوں میں سے مَردوں سے بدفعلی کرتے ہو۔ اور اپنی بیویوں کو چھوڑتے ہو جو تمہارے لیے تمہارے رب نے بنائی ہیں بلکہ تم لوگ حد سے بڑھنے والے ہو۔

اور حضرت جابر رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، حضورِ اقدس صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا ’’مجھے اپنی امت پر سب سے زیادہ ڈر قومِ لوط کے سے عمل کا ہے۔

(ترمذی، کتاب الحدود، باب ماجاء فی حدّ اللوطی، ۱۳۸/۳، الحدیث: ۱۴۶۲)

حضرت عبداللہ بن عباس رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا سے روایت ہے، نبی کریم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے (تین مرتبہ اس طرح) ارشاد فرمایا ’’اللہ تعالیٰ اس پر لعنت فرمائے جس نے قومِ لوط جیسا عمل کیا، اللہ تعالیٰ اس پر لعنت فرمائے جس نے قومِ لوط جیسا عمل کیا، اللہ تعالیٰ اس پر لعنت فرمائے جس نے قومِ لوط جیسا عمل کیا۔

(سنن الکبری للنسائی، ابواب التعزیرات والشھود، من عمل عمل قوم لوط، ۴/۳۲۲، الحدیث: ۷۳۳۷)

حضرت عبداللہ بن عباس رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا سے روایت ہے، رسولِ اکرم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا ”جسے تم قومِ لوط جیسا عمل کرتے پاؤ تو لواطت کرنے اور کروانے والے دونوں کو قتل کر دو۔

(ترمذی، کتاب الحدود، باب ماجاء فی حدّ اللوطی، ۳/۱۳۸، الحدیث: ۱۴۶۱)

حضرت عبداللہ بن عباس رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا سے روایت ہے، رسولُ اللہ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا ”اللہ تعالیٰ اس شخص کی طرف نظرِ رحمت نہیں فرماتا جو کسی مرد یا عورت کے پچھلے مقام میں وطی کرے۔

(ترمذی، کتاب الرضاع، باب ماجاء فی کراہیۃ اتیان النساء فی ادبار ہنّ، ۲/۳۸۸، الحدیث: ۱۱۶۸)

حضرت عبداللہ بن عباس رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا فرماتے ہیں کہ بدفعلی کا مرتکب اگر توبہ کیے بغیر مرجائے تو اسے قبر میں خنزیر کی شکل میں بدل دیا جاتا ہے۔

(کتاب الکبائر، الکبیرۃ الحادیۃ عشر: اللواط، ص ۶۳)

(2)...شریعتِ مطہرہ میں لواطت (Homosexuality/Sodomy) کی سزا:

شریعتِ مطہرہ میں لواطت یعنی بدفعلی کی سزا یہ ہے اس کے اوپر دیوار گرادی جائے یا اونچی جگہ سے اُسے اوندھا کرکے گرایا جائے اور اُس پر پتھر برسائے جائیں یا اُسے قید میں رکھا جائے یہاں تک کہ مرجائے یا توبہ کرے یا چند بار ایسا کیا ہو تو بادشاہِ

اسلام اُسے قتل کرڈالے۔

(در مختار مع رد المحتار، کتاب الحدود، باب الوطء الذی یوجب الحد والذی لا یوجبہ، ۶/۴۳-۴۴، ملخصًا)

اس مسئلے کو صدرُ الشریعہ بدر الطریقہ علامہ مولانا مفتی محمد امجد علی اعظمی رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ نے تفصیل سے اس طرح ذکر فرمایا: ”اغلام یعنی پیچھے کے مقام میں وطی کی تو اس کی سزا یہ ہے اس کے اوپر دیوار گرادیں یا اونچی جگہ سے اُسے اوندھا کر کے گرائیں اور اُس پر پتھر برسائیں یا اُسے قید میں رکھیں یہاں تک کہ مرجائے یا توبہ کرے یا چند بار ایسا کیا ہو تو بادشاہِ اسلام اُسے قتل کرڈالے۔ الغرض یہ فعل نہایت خبیث ہے بلکہ زنا سے بھی بدتر ہے، اسی وجہ سے اس میں حد نہیں کہ بعضوں کے نزدیک حد قائم کرنے سے اُس گناہ سے پاک ہوجاتا ہے اور یہ اتنا برا ہے کہ جب تک توبہ خالصہ نہ ہو اس میں پاکی نہ ہوگی اور اغلام کو حلال جاننے والا کافر ہے یہی مذہبِ جمہور ہے۔

(بہار شریعت، حصہ نہم، حدود کا بیان، کہاں حد واجب ہے اور کہاں نہیں، ۲/۳۸۰-۳۸۱)

تنبیہ: یہ یاد رہے کہ سزاؤں کے نفاذ کا اختیار صرف حاکمِ اسلام کو ہے۔

وَ یٰقَوْمِ اَوْفُوا الْمِكْیَالَ وَ الْمِیْزَانَ بِالْقِسْطِ وَ لَا تَبْخَسُوا النَّاسَ اَشْیَآءَهُمْ وَ لَا تَعْثَوْا فِی الْاَرْضِ مُفْسِدِیْنَ(85) بَقِیَّتُ اللّٰهِ خَیْرٌ لَّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِیْنَ وَ مَاۤ اَنَا عَلَیْكُمْ بِحَفِیْظٍ(86)

ترجمہ: اور اے میری قوم! انصاف کے ساتھ ناپ اور تول پورا کرو اور لوگوں

کو ان کی چیزیں گھٹا کر نہ دو اور زمین میں فساد نہ پھیلاتے پھرو۔ اللہ کا دیا ہوا جو بچ جائے وہ تمہارے لیے بہتر ہے اگر تمہیں یقین ہو اور میں تم پر کوئی نگہبان نہیں۔

حلال کی تھوڑی روزی حرام کی زیادہ روزی سے بہتر ہے

اس سے معلوم ہوا کہ حلال میں برکت ہے اور حرام میں بے برکتی نیز حلال کی تھوڑی روزی حرام کی زیادہ روزی سے بہتر ہے۔

وَ لَا تَرْكَنُوْۤا اِلَى الَّذِیْنَ ظَلَمُوْا فَتَمَسَّكُمُ النَّارُۙ-وَ مَا لَكُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ مِنْ اَوْلِیَآءَ ثُمَّ لَا تُنْصَرُوْنَ(113)

ترجمہ: اور ظالموں کی طرف نہ جھکو ورنہ تمہیں آگ چھوئے گی اور اللہ کے سوا تمہارا کوئی حمایتی نہیں پھر تمہاری مدد نہیں کی جائے گی۔

کفار کے ساتھ قلبی میلان اور دوستی کا شرعی حکم:

رُکون یعنی جھکنے کا معنی ہے قلبی میلان اور جب اس پر اتنی سخت وعید ہے تو کافروں کے ساتھ تعلقات کی اُن صورتوں میں کیا حال ہو گا جو قلبی میلان سے بڑھ کر ہیں۔ یاد رہے کہ طبعی میلان کی غیر اختیاری صورت اس آیت میں بیان کئے گئے حکم میں داخل نہیں، چنانچہ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان رَحْمَةُ اللّٰهِ تَعَالٰی عَلَیْهِ کے فرمان کا خلاصہ ہے کہ ”مگر طبعی میلان جیسے ماں باپ، اولاد یا خوبصورت بیوی کی طرف

ہوتا ہے، اس کی جو صورت غیر اختیاری ہو وہ اس حکم کے تحت داخل نہیں، پھر بھی اس تصور سے کہ یہ اللہ و رسول کے دشمن ہیں ان سے دوستی حرام ہے اور اپنی قدرت کے مطابق اُسے دبانا یہاں تک کہ بن پڑے تو فنا کر دینا لازم ہے۔ (میلان کا) آنا بے اختیار تھا اور (اس کا) جانا یعنی اسے زائل کرنا قدرت میں ہے تو (اس میلان کو) رکھنا اختیار موالات ہوا اور یہ حرام قطعی ہے، اسی وجہ سے جس غیر اختیاری (میلان) کے مبادی (یعنی ابتدائی افعال) اس نے باختیار پیدا کئے تو اس میں معذور نہ ہوگا، جیسے شراب کہ اس سے عقل زائل ہو جانا اس کا اختیاری نہیں مگر جبکہ اختیار سے پی تو عقل کا زائل ہو جانا اور اس پر جو کچھ مرتب ہو سب اسی کے اختیار سے ہوا۔

(فتاویٰ رضویہ، ۱۴/۴۶۶-۴۶۵)

خدا کے نافرمانوں سے تعلقات کی ممانعت:

اس سے معلوم ہوا کہ خدا کے نافرمانوں کے ساتھ یعنی کافروں، بے دینوں، گمراہوں اور ظالموں کے ساتھ بلا ضرورت میل جول، رسم و راہ، قلبی میلان اور محبت، ان کی ہاں میں ہاں ملانا اور ان کی خوشامد میں رہنا ممنوع ہے۔ ظالموں کے بارے میں امام محمد غزالی رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ فرماتے ہیں "(ظالموں کے ساتھ عملی طور پر تعاون تو ظاہر ہے اور) زبانی طور پر تعاون یہ ہے کہ وہ ظالم کے لئے دعا مانگتا ہے یا اس کی تعریف کرتا ہے یا اس کے جھوٹے قول کی صراحتاً تصدیق کرتا ہے، مثلاً زبان سے

اسے سچا قرار دیتا ہے یا سر ہلا دیتا ہے یا اس کے چہرے پر مُسَرَّت ظاہر ہوتی ہے یا وہ اس شخص سے محبت و دوستی ظاہر کرتا ہے، اس سے ملاقات کا شوق رکھتا ہے اور اس کی عمر میں اضافہ اور اس کی بقا کی حرص رکھتا ہے، ایسا شخص عام طور پر (ظالموں کو) صرف سلام ہی نہیں کرتا بلکہ (ان سے) کچھ بات چیت بھی کرتا ہے اور وہ اسی شخص کا کلام ہوتا ہے حالانکہ اس کا ظالم کی حفاظت، اس کی لمبی زندگی، اس کے لئے نعمتوں کی تکمیل اور اس طرح کی دوسری دعائیں مانگنا جائز نہیں، اور اگر دعا کے ساتھ تعریفی کلمات بھی ہوں اور وہ ان باتوں کا ذکر کرے جو اس ظالم میں نہیں ہیں تو یہ شخص جھوٹا، منافق اور ظالم کا اعزاز کرنے والا ہے اور یہ تین گناہ ہیں، اور اگر اس کے ساتھ ساتھ وہ اس کی باتوں کی تصدیق بھی کرے، اس کے کاموں کی تعریف کرے، اس کی پاکیزگی بیان کرے تو وہ اس تصدیق اور اِعانت کی وجہ سے گناہگار ہوگا کیونکہ ظالم کی پاکیزگی بیان کرنا اور تعریف کرنا گناہ پر مدد کرنا ہے۔

(احیاء علوم الدین، کتاب الحلال والحرام، الباب السادس فیما یحلّ من مخالطۃ السلاطین الظلمۃ ویحرم۔۔۔ الخ، ۲/ ۱۸۰-۱۷۹)

اَحادیث اور بزرگانِ دین کے اَقوال میں بھی ان چیزوں کی شدید مذمت بیان کی گئی ہے، چنانچہ حضرت انس بن مالک رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، نبی کریم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا ”بے شک اللہ تعالیٰ اس وقت ناراض ہوتا ہے جب زمین پر

کسی فاسق کی تعریف کی جاتی ہے۔

(شعب الایمان، الرابع والثلاثون من شعب الایمان۔۔۔الخ، ۴/۲۳۰، الحدیث: ۴۸۸۵)

حضرت حسن رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں ”جو شخص کسی ظالم کے باقی رہنے کی دعا کرتا ہے وہ اس بات کو پسند کرتا ہے کہ اللہ تعالٰی کی نافرمانی کی جائے۔

(شعب الایمان، السادس والستون من شعب الایمان۔۔۔الخ، ۷/۵۳، روایت نمبر: ۹۴۳۲)

امام اوزاعی رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ فرماتے ہیں ”اللہ تعالٰی کے ہاں اس عالم سے زیادہ ناپسندیدہ شخص کوئی نہیں جو کسی عامل (یعنی ظالم گورنر) کے پاس جاتا ہے۔

(مدارک، ہود، تحت الآیۃ: ۱۱۳، ص ۵۱۵۔)

یہاں ایک اور بات یاد رکھیں کہ بعض حضرات کا یہ نظریہ ہے کہ ہم اپنی دنیوی ضروریات کی وجہ سے ظالموں کے اعمال پر راضی ہوتے، ان کی خوشامد و چاپلوسی کرتے اور ان کی ہاں میں ہاں ملاتے ہیں، اگر ہم ایسا نہ کریں تو ہمارے لئے اپنی دنیوی ضروریات کو پورا کرنا دشوار ہو جائے، انہیں چاہئے کہ وہ علامہ احمد صاوی رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ کے اس کلام پر غور کرلیں، چنانچہ آپ رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ فرماتے ہیں ظالموں کے اَعمال سے راضی ہونے میں دنیوی ضروریات کو دلیل بنانا قابلِ قبول نہیں کیونکہ اللہ تعالٰی ہی بڑا رزق دینے والا، قوت والا اور قدرت والا ہے۔

(صاوی، ہود، تحت الآیۃ: ۱۱۳، ۳/۹۳۶)

اور جب حقیقی رازق، قوی اور قادر اللہ تعالیٰ ہے تو خود کو ظالموں کا دست نگر سمجھنا کہاں کی عقلمندی ہے۔

نوٹ: غیر مسلموں سے تعلقات رکھنے کے حوالے سے تفصیلی معلومات کے لئے فتاویٰ رضویہ کی جلد نمبر 14 سے اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ کے رسالے ''اَلْمَحَجَّۃُ الْمُؤْتَمِنَۃ فِی اٰیَۃِ الْمُمْتَحِنَہ''
(سورۂ ممتحنہ کی آیت کے بارے میں تفصیلی کلام) کا مطالعہ کریں۔

ہماری اردو کتابیں:

بہار تحریر (14 حصے)	از قلم عبد مصطفی محمد صابر قادری
اللہ تعالی کو اوپر والا یا اللہ میاں کہنا کیسا؟	از قلم عبد مصطفی محمد صابر قادری
اذان بلال اور سورج کا نکلنا	از قلم عبد مصطفی محمد صابر قادری
عشق مجازی (منتخب مضامین کا مجموعہ)	از قلم عبد مصطفی محمد صابر قادری
گانا بجانا بند کرو، تم مسلمان ہو!	از قلم عبد مصطفی محمد صابر قادری
شب معراج غوث پاک	از قلم عبد مصطفی محمد صابر قادری
شب معراج نعلین عرش پر	از قلم عبد مصطفی محمد صابر قادری
حضرت اویس قرنی کا ایک واقعہ	از قلم عبد مصطفی محمد صابر قادری
ڈاکٹر طاہر اور وقار ملت	از قلم عبد مصطفی محمد صابر قادری
مقرر کیسا ہو؟	از قلم عبد مصطفی محمد صابر قادری
غیر صحابہ میں ترضی	از قلم عبد مصطفی محمد صابر قادری
اختلاف اختلاف اختلاف	از قلم عبد مصطفی محمد صابر قادری
چند واقعات کربلا کا تحقیقی جائزہ	از قلم عبد مصطفی محمد صابر قادری
سیکس نالج (اسلام میں صحبت کے آداب)	از قلم عبد مصطفی محمد صابر قادری
حضرت ایوب علیہ السلام کے واقعے پر تحقیق	از قلم عبد مصطفی محمد صابر قادری
ایک عاشق کی کہانی علامہ ابن جوزی کی زبانی	از قلم عبد مصطفی محمد صابر قادری
آئیے نماز سیکھیں (پہلا حصہ)	از قلم عبد مصطفی محمد صابر قادری

قیامت کے دن کس کے نام کے ساتھ پکارا جائے گا	از قلم عبد مصطفی محمد صابر قادری
محرم میں نکاح	از قلم عبد مصطفی محمد صابر قادری
روایتوں کی تحقیق (تین حصے)	از قلم عبد مصطفی محمد صابر قادری
بریک اپ کے بعد کیا کریں؟	از قلم عبد مصطفی محمد صابر قادری
ایک نکاح ایسا بھی	از قلم عبد مصطفی محمد صابر قادری
کافر سے سود	از قلم عبد مصطفی محمد صابر قادری
میں خان تو انصاری	از قلم عبد مصطفی محمد صابر قادری
جرمانہ	از قلم عبد مصطفی محمد صابر قادری
لا الہ الا اللہ، چشتی رسول اللہ؟	از قلم عبد مصطفی محمد صابر قادری
سفرنامہ بلاد خمسہ	از قلم عبد مصطفی محمد صابر قادری
منصور حلاج	از قلم عبد مصطفی محمد صابر قادری
فرضی قبریں	از قلم عبد مصطفی محمد صابر قادری
سنی کون؟ وہابی کون؟	از قلم عبد مصطفی محمد صابر قادری
ہندستان دار الحرب یا دار الاسلام؟	از قلم عبد مصطفی محمد صابر قادری
رَضا یا رِضا	از قلم عبد مصطفی محمد صابر قادری
786/92	از قلم عبد مصطفی محمد صابر قادری
فتنہ گوہر شاہی	از قلم عبد مصطفی محمد صابر قادری
سلاسل میں بٹے ہوئے سنی کب ایک ہوں گے؟	از قلم عبد مصطفی محمد صابر قادری

کلام عبید رضا	پیشکش عبد مصطفی آفیشل
تحریرات لقمان	از قلم علامہ قاری لقمان شاہد
بنت حوا (ایک سنجیدہ تحریر)	از قلم کنیز اختر
عورت کا جنازہ	از قلم جناب غزل صاحبہ
تحقیق عرفان فی تخریج شمول الاسلام	از قلم عرفان برکاتی
اصلاح معاشرہ (منتخب احادیث کی روشنی میں)	از قلم عرفان برکاتی
مسائل شریعت (جلد 1)	از قلم سید محمد سکندر وارثی
اے گروہ علما کہہ دو میں نہیں جانتا	از قلم مولانا حسن نوری گونڈوی
مقام صحابہ امام احمد بن حنبل کی نظر میں	از قلم علامہ وقار رضا القادری المدنی
مفتی اعظم ہند اپنے فضل و کمال کے آئینے میں	از قلم محمد ثقلین ترابی نوری
سفرنامہ عرب	از قلم مفتی خالد ایوب مصباحی شیرانی
من سب نبیا فاقتلوہ کی تحقیق	از قلم زبیر جمالوی
ڈاکٹر طاہر القادری کی 1700 تصانیف کی حقیقت	از قلم مفتی خالد ایوب مصباحی شیرانی
علم نور ہے	از قلم محمد شعیب جلالی عطاری
یہ بھی ضروری ہے	از قلم محمد حاشر عطاری
مومن ہو نہیں سکتا	از قلم فہیم جیلانی مصباحی
جہان حکمت	از قلم محمد سلیم رضوی
ماہ صفر کی تحقیق	از قلم مولانا محمد نیاز عطاری

فضائل و مناقب امام حسین	از قلم ڈاکٹر فیض احمد چشتی
شان صدیق اکبر بزبان محبوب اکبر	از قلم امام جلال الدین سیوطی رحمہ اللہ
تحریرات بلال	از قلم مولانا محمد بلال ناصر
معارف اعلیٰ حضرت	از قلم مولانا سید بلال رضا عطاری مدنی
نگارشات ہاشمی	از قلم مولانا محمد بلال احمد شاہ ہاشمی
ماہنامہ التحقیقات (ربیع الاول 1444ھ)	پیشکش دار التحقیقات انٹرنیشنل
امیر معاویہ پہلی تین صدیوں کے اسلاف کی نظر میں	از قلم مبشر تنویر نقشبندی
زر خانۂ اشرف	از قلم محمد منیر احمد اشرفی
حضرت خضر علیہ السلام۔ایک تحقیقی جائزہ	از قلم محمود اشرف عطاری مرادآبادی
ایمان افروز تحاریر	از قلم محمد ساجد مدنی
انبیا کا ذکر عبادت۔ایک حدیث کی تحقیق	از قلم اسعد عطاری مدنی
رشحات ابن حجر	از قلم فرحان خان قادری (ابن حجر)
تجلیات احسن (جلد 1)	از قلم محمد فہیم جیلانی احسن مصباحی
درس ادب	از قلم غلام معین الدین قادری
تحریرات شعیب (الحنفی البریلوی)	از قلم محمد شعیب عطاری جلالی
حق پرستی اور نفس پرستی	از قلم علامہ طارق انور مصباحی
خوان حکمت	از قلم محمد سلیم رضوی
صحابہ یا طلَقاء؟	از قلم مبشر تنویر نقشبندی

روشن تحریریں	از قلم ابو حاتم محمد عظیم
تحریرات ندیم	از قلم ابن جاوید ابو ادب محمد ندیم عطاری
امتحان میں کامیابی	از قلم ابن شعبان چشتی
اہمیتِ مطالعہ	از قلم دانیال سہیل عطاری
دعوت انصاف	از قلم علامہ ارشد القادری رحمہ اللہ
حسام الحرمین کی صداقت کے صد سالہ اثرات	از قلم محمد ساجد رضا قادری کٹیہاری
تحریرات ابن جمیل	از قلم ابن جمیل محمد خلیل
ماہنامہ التحقیقات (ربیع الآخر 1444ھ)	پیشکش دار التحقیقات انٹرنیشنل
مسئلۂ استمداد	از قلم محمد مبشر تنویر نقشبندی
حضرت امیر معاویہ اور مجدد الف ثانی	از قلم محمد مبشر تنویر نقشبندی
میرے قلم دان سے	از قلم احمد رضا مغل
عوامی باتیں (حصہ 1)	از قلم فیصل بن منظور
تحقیقات اویسیہ (جلد 1)	از قلم علامہ اویس رضوی عطاری
امیر المجاہدین کے آثار علمیہ	از قلم محمد آصف اقبال مدنی عطاری
رافضیوں کا رد	از قلم امام اہل سنت، اعلی حضرت رحمہ اللہ
چھوتی بیماریاں	از قلم علامہ مفتی فیض احمد اویسی
فتاوی کرامات غوثیہ	از قلم امام اہل سنت، اعلی حضرت رحمہ اللہ
غامدیت پر مکالمہ	از قلم ابو عمر غلام مجتبی مدنی

خودکشی	از قلم علامہ مفتی فیض احمد اویسی
مقالاتِ بدر (جلد 1)	از قلم علامہ بدر القادری رحمہ اللہ
ماہنامہ التحقیقات (جمادی الاولی 1444ھ)	پیشکش دار التّحقیقات انٹرنیشنل
سردی کا موسم اور ہم	از قلم خالد تسنیم المدنی
ردناصر رامپوری	از قلم میثم عباس قادری رضوی
چشمۂ حکمت	از قلم محمد سلیم رضوی
کتابوں کے عاشق	از قلم محمد ساجد مدنی
عبد السلام نامی علما و مشائخ	از قلم (مفتی) غلام سبحانی نازش مدنی
التعقبات بنام فرقۂ باطلہ کا تعاقب	از قلم شعیب عطاری جلالی
تحریر کی ضرورت و اہمیت	از قلم عمران رضا عطاری مدنی
دشمن صدیق و عمر	از قلم امام جلال الدین سیوطی
عرفان بخشش شرح حدائق بخشش	از قلم اعظمی مصباحی، ذیشان رضا امجدی
وسائل بخشش کا فکری و فنی جائزہ	از قلم شاعر عمران اشفاق
موسیقی فقہائے کرام کی عدالت میں	از قلم محمد بلال ناصر
ماہنامہ التحقیقات (جمادی الآخرہ 1444ھ)	پیشکش دار التّحقیقات انٹرنیشنل
مختصر مگر مفید	از قلم فیصل بن منظور
اللہ و رسول کے لیے لفظ عشق کا استعمال	از قلم جلال الدین احمد امجدی رضوی
شرح فقہ اکبر (سوالاً جواباً)	از قلم ابن شعبان چشتی

تلخیص نور المبین (سوالاً جواباً)	از قلم ابن شعبان چشتی
دینی تعلیم	از قلم علامہ سید شاہ تراب الحق قادری
سیرت صدیق اکبر	از قلم سید مفتی خادم حسین شاہ
فتاوی خادمیہ (جلد 1)	از قلم سید مفتی خادم حسین شاہ
ذکر اویس قرنی	از قلم ملا علی قاری حنفی
اذان سحر	از قلم خلیل احمد فیضانی
قرآن کریم اور گلہ بانی	از قلم ابو الفواد توحید احمد طرابلسی
سیرت مدار اعظم	از قلم علامہ مفتی فیض احمد اویسی
ایک گناہ سترہ گواہ	از قلم خالد تسنیم المدنی
بدعت اور ائمہ	از قلم حسان رضا راعینی
ایمان کی باتیں	از قلم محمد شاہ رخ قادری
بوقت رخصتی عمر عائشہ	از قلم ابو عمر غلام مجتبیٰ مدنی
مسائل صراط الجنان (3 حصے)	از قلم خالد تسنیم المدنی
اصطلاحات فقہ (باعتبار حروف تہجی)	از قلم: محمد ندیم عطاری مدنی
مقالات ادروی	از قلم محمد سلیم انصاری ادروی
روزوں کے مسائل	از قلم محمد اویس رضا عطاری رضوی
تعارف شرف ملت	از قلم ابو الابدال محمد رضوان طاہر فریدی

DONATE

ABDE MUSTAFA OFFICIAL

Abde Mustafa Official is a team from Ahle Sunnat Wa Jama'at working since 2014 on the Aim to propagate Quraan and Sunnah through electronic and print media. We're working in various departments.

Blogging : We have a collection of Islamic articles on various topics. You can read hundreds of articles in multiple languages on our blog.
amo.news/blog

Sabiya Virtual Publication
This is our core department. We are publishing Islamic books in multiple languages. Have a look on our library **amo.news/books**

E Nikah Matrimonial Service
E Nikah Service is a Matrimonial Platform for Ahle Sunnat Wa Jama'at. If you're searching for a Sunni life partner then E Nikah is a right platform for you.
www.enikah.in

E Nikah Again Service
E Nikah Again Service is a movement to promote more than one marriage means a man can marry four women at once, By E Nikah Again Service, we want to promote this culture in our Muslim society.

Roman Books
Roman Books is our department for publishing Islamic literature in Roman Urdu Script which is very common on Social Media.
read more about us on **amo.news**
For futher inquiry: info@abdemustafa.com

SCAN HERE

PhonePe G Pay Paytm
9102520764

BANK DETAILS
Account Details :
Airtel Payments Bank
Account No.: 9102520764
(Sabir Ansari)
IFSC Code : AIRP0000001

or open this link | amo.news/donate

مسائل
صراط الجنان
(حصہ ۱)

A

Abde Mustafa Official is a team from Ahle Sunnat Wa Jama'at working since 2014 on the Aim to propagate Quraan and Sunnah through electronic and print media. We're working in various departments.

Blogging : We have a collection of Islamic articles on various topics. You can read hundreds of articles in multiple languages on our blog.
blog.abdemustafa.com

Sabiya Virtual Publication
This is our core department. We are publishing Islamic books in multiple languages. Have a look on our library **books.abdemustafa.com**

E Nikah Matrimonial Service
E Nikah Service is a Matrimonial Platform for Ahle Sunnat Wa Jama'at. If you're searching for a Sunni life partner then E Nikah is a right platform for you.**www.enikah.in**

E Nikah Again Service
E Nikah Again Service is a movement to promote more than one marriage means a man can marry four women at once, By E Nikah Again Service, we want to promote this culture in our Muslim society.

Roman Books
Roman Books is our department for publishing Islamic literature in Roman Urdu Script which is very common on Social Media.

read more about us on **www.abdemustafa.com**
For futher inquiry: info@abdemustafa.com

M O

AMO
ABDE MUSTAFA OFFICIAL

SABIYA
VIRTUAL PUBLICATION

ISBN (N/A)